

اسپیشل

تحفظ ناموس رسالت

از القاب الزکی المومن ابو سعید خدری

راستی بقدری زافسان خداست  
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

فہرست ناموس رسالت کا ترجمان

العاقب الامور

مسئلہ تا درالحجۃ ۱۴۳۰ھ

اکتوبر تا دسمبر 2009ء

تحت اہتمام خادم حسین رضوی

زیر نگرانی





# فہرست

4	اکادیس	8	حضرت پانچ پیر لطیفی	15	اسلام کو نشت گردی سے ہوسم کرنے میں سیدنا کی شہرہ سازی
35	جہاد	37	مسئلہ ختم نبوت	48	برصغیر میں فتنہ انگار ختم نبوت
52	عقیدہ ختم نبوت	54	شوکت ختم رسالت	55	تا موس رسالت
59	گستاخ رسول	69	گستاخی رسول پر اسلامی حکمرانوں کے فیصلے	78	آئین پاکستان میں
79	تختہ ناموس رسالت	92	قانون توہین ناموس رسالت	94	پاکستان میں
	ایک متبادل پمٹول		قانون توہین رسالت کے اجرا کا اجمالی جائزہ		قانون توہین رسالت کی صورت و اہمیت
					قانون توہین رسالت کے اجرا کا اجمالی جائزہ

106	یورپ اور قانون	112	زنگہ ضرر سے	113	قادیانیت کا اصل چہرہ
117	مشاہیر کی نظر میں	124	منقبت سیدنا عمر فاروق	125	اقبال اور قادیانیت
134	محافظ قادیانی صومند	141	الطاف بھائی مراد بھٹہ	146	الطاف حسین اور سلمان تاثیر کی خوبات
155	قانون توہین رسالت	160	اہم خبروں پر نظر	169	وہ لہڑ کون ہوتے ہیں؟
170	سکندر مرزا کی قبر پر	176	قادیانی رہنما کوچ	177	اسرائیلی حکومت
182	بازم اطفال	183	اسلامی تعلیمات کی ضرورت و اہمیت	184	بازم اطفال
185	بازم اطفال	186	بازم اطفال	187	بازم اطفال
188	بازم اطفال	189	بازم اطفال	190	بازم اطفال
191	بازم اطفال	192	بازم اطفال	193	بازم اطفال
194	بازم اطفال	195	بازم اطفال	196	بازم اطفال
197	بازم اطفال	198	بازم اطفال	199	بازم اطفال
200	بازم اطفال	201	بازم اطفال	202	بازم اطفال

نوٹ: مضمون نگار کی رائے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔





اکابر

﴿قانون تحفظ ناموس رسالت کے خلاف سازشیں﴾

قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے گوجر، سیمو یاں اور دسکھ کے واقعات کو  
 اور تالا گیا ہے۔ ان واقعات کے پس پردہ محرکات جاننے کی بجائے ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت تحفظ ناموس  
 رسالت ایکٹ کے خلاف یلغار کر دی گئی ہے۔ حیرت ہے کہ پہلے تو اس ایکٹ کو ختم کرنے کے لیے قادیانوں کی  
 طرف سے مطالبہ کیا جاتا تھا لیکن اس مرتبہ یہ مطالبہ عیسائیوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے  
 مطابق ”7 مئی تک پاکستان میں توہین رسالت کے ایک بھی ملزم کو اس قانون کے تحت پھانسی نہیں دی گئی“ اس حقیقت  
 کے باوجود تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایکٹ کے خلاف وادیا کسی سازش کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ ایسی ہی ایک  
 ادارہ کار کروڑ نامہ جنگ کے نام نگار جناب انور غازی نے کیا ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے۔

اس سائنس کا مرکزی کردار سابق امریکی سنیہ "پیشی ہے پال" (16 اگست 2002ء تا 5 نومبر 2004ء) پاکستان میں ان کی تعیناتی کے وقت انہیں تھیں خصوصی اہداف دیے گئے تھے۔ ① نصاب تعلیم میں تبدیلی

1۔ 2003ء سے 2004ء کے درمیانی عرصے میں نصاب تعلیم میں تبدیلی کر دی گئی اور تقریباً 14 ارب روپے خرچ کر کے 55 فروری 2005ء کو جان واکریشن نے فاسحانہ انداز میں کہا کہ "پاکستان کا نصاب تعلیم پھر سے نئے تہذیبی لحاظ سے"۔

© 2005, 2006ء کی فلم میں سیدہ آراہٹیں کے خلاف بھڑائیوں کی وجہ سے جلاوطنی کی۔ مختلف پرفٹ

اور ایک اور ایک میڈیا پر پیسہ بہایا گیا اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی گئی۔ زنا باجبر و زنا بارضایے نازک اور شرم و حیا والے مسائل پر فحری مسائل گفتگو کروائی گئی۔ میڈیا کی کرشمہ سازی کی بدولت یوں محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا کہ پاکستان میں حدود و آرزو نہیں ہے زیادہ اہم اور فوری طلب ملک کوئی اور مسئلہ نہیں۔ قرآن کریم کی مقرر کردہ مہراں کو "ظلمہ سزا نہیں" قرار دیا گیا۔ چنانچہ افغانی و عربیانی حامی کجاح مشعل اور زنا آسان ہو گیا ہے۔ یہ تھا پاکستان میں مادر پدر آزاد و معاشرے کے ناجائز بھڑھاتا ہوا سراسر عدم۔ اس دوران حکمران جماعت کے جنرل نیکمری سید مشاہد حسین نے برسرِ منبر فرماں سنا دیا کہ "اب اللہ کا قانون تو ہیں رسالت ﷺ کا خاتمہ ہے۔"

③ 2007ء، 2008ء کی ٹرم میں مشرف حکومت نے قانون تحفظ ناموں رسالت ﷺ کو ختم کرنے کا ٹھیکہ لگایا تھا کہ مارچ 2007ء میں اس کا نکتہ پنا شروع ہو گیا۔ اب یہی ذمہ داری موجودہ حکومت کو 2009ء تا 2012ء تک کے عرصے میں سونپی گئی ہے۔ موجودہ حکومت نے رواں برس اس معاملے پر کچھ گرمی دکھائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی حیثیت سے آگاہ کر دیا۔

اب بظاہر اس منصوبے پر عمل درآمد دھانے میں چلا گیا ہے لیکن حکمرانوں کی اداؤں سے لگ رہا ہے کہ یہ قانون ریویو (نظر ثانی) کے نام سے آٹافٹا پیش ہوگا اور غیر معینہ مدت کے لیے غیر موثر ہو جائے گا۔

قانون تحفظ ناموس رسالت کے اندرونی وہیونی دشمن کیساتھ کتنے ہیں کتنے برقرار ہیں؟ عالمی جیسمین عیسائی  
ممالک بشمول امریکہ یورپ میں عیسائی علیہ السلام کی اہانت کا قانون جرم کیوں ہے؟ اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ  
السلام کی اہانت جرم کیوں ہے؟ ایران میں آئمہ اور دیگر بزرگ ہستیوں کی توہین جرم کیوں ہے؟ برطانیہ میں تو  
1860ء سے توہین حضرت علی علیہ السلام سے بچاؤ کے لیے قانون رائج ہے لیکن آج تک حکومت برطانیہ نے  
اس میں ترمیم کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی انگلینڈ کی آزادیوں میں جی او آر نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے۔

پاکستان میں اگر بانی پاکستان کی گستاخی کی سزا 3 سال ہے تو توہین رسالت کی سزا "موت" مقرر ہونے پر کیا اعتراض ہے؟ اگر پاکستان کا قوی پرچم جلانے پر قید اور سزائے موت مقرر ہے تو قرآن کریم کو شہید کرنے والے کے لیے سزائے موت کیوں درست نہیں ہے؟ اگر کسی دیوانی عدالت باج کی توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ دائر ہو سکتا ہے تو باعث تحقیق کائنات آقا کریم ﷺ اور ان پر نازل شدہ کتاب عظیم قرآن کریم کے تقدس کے پیش نظر توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ درج ہونے میں کیا امر مانع ہے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے مخالف دین بیزار طبقے کو سزائے موت پر



اعتراض ہے یا نبی کریم ﷺ کی ماموس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قانون سے چوہ ہے۔ انسانی حقوق کے ان نام نہاد علما و داروں نے تعویذات پاکستان کے تحت مزائے موت کے قانون پر دوا نہیں کیا تو پھر تو بین رسالت ایکٹ پر انہیں کیا عارضہ لاحق ہے؟ کیا یہ علما و دار گستاخان رسول کو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخان تو بین کرنے کے لیے بلیک چیک یا کھلی جھٹی دینا چاہتے ہیں؟

جب آئین اور قانون و انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں تو غازیان اسلام ہی گستاخان رسالت کو واصل جہنم کرتے ہیں۔ جہاں راجپال مسلمان رشیدی، تسلیمہ سرین، ریاض احمد گوہر شاہی اور یوسف کذاب اپنے جنگی ساتھیوں کے وہیں غازی علم الدین شہید غازی مرید حسین غازی مالک اور غازی عامر حمید شہید اپنے غازی مسلم سپوت ہی میدان میں آئیں گے۔ آج بھی مسلمان انہیں ایسے غیور سپوت پیدا کرنے سے باز نہیں آئیں۔ لہذا گستاخان رسالت کو کنٹرول کرنے کے لیے حدود و قیود لازمی ہیں اور آئین کی حدود و قیود فراہم کرتا ہے۔ اس لیے بہتر بلکہ بہترین یہی ہے کہ ملک عزیز پاکستان میں تحفظ ماموس رسالت ﷺ ایکٹ نہ صرف قائم رہے بلکہ پہلے سے زیادہ موثر انداز میں اس پر عمل بھی ہو۔

”بتاؤ گستاخان نبی کو غیر مسلم زندہ ہے“

صاحبزادہ عطاء رسول مہاروی زندہ ہوا

16 نومبر 2009ء بروز پیر دی یونیورسٹی آف فیصل آباد (سابقہ مدینہ یونیورسٹی) میں 08-2004 عہد میں شیخ عسکال انجینئرنگ سے فارغ ہونے والے عطاء رسول مہاروی کو تیسری پوزیشن حاصل کرنے پر میڈل لینے کے لیے کانفرنس سنٹر میں آج پر لایا گیا تو حیران کن واقعہ رونما ہوا۔ مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان طاہر میڈل اٹھانے کے لیے انتظار کرتے رہے اور عطاء رسول مہاروی غازی عامر حمید شہید کے روحانی تر جہان کا کردار ادا کرتے ہوئے قانون تو بین رسالت کے باغی گورنر سے میڈل وصول کیے بغیر باوقار انداز میں اس کے سامنے سے گزر گئے۔ گورنر پنجاب کے کہے عاشر رسول ﷺ کی اس جرأت رندانہ پر سکتے میں آ گئے۔

4 جولائی 1984ء کو چشتیاں ضلع بہاولنگر کے قریب مہار شریف کے ہاں صاحبزادہ عطاء رسول مہاروی کے گھر پیدا ہونے والے صاحبزادہ عطاء رسول مہاروی اس واقعہ کے متعلق کہتے ہیں کہ ”جیسا کہ تمام سے ظاہر ہے مجھ پر اللہ نے اس کے رسول ﷺ کا خصوصی فضل و اکرم ہے۔ تو نہ شریف کے مذہبی پیشوا حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے بیوہ حضرت بیوہ خواجہ نور محمد مہاروی سے۔ آج ادا دہیں سے ہیں۔ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ساتویں پشت میں سے

میں (عطاء رسول) ایک انجینئر بھی ہوں اور اپنے دین و ایمان کا بچا تحفظ بھی۔ میں نے اس وجہ سے گورنر کے ہاتھوں میں میڈل وصول کرنے سے انکار کیا کہ گورنر پنجاب نے اپنے بیانات میں تو بین رسالت ایکٹ کو غلط فہمی قرار دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا ایک بچا عاشر کس طرح ایسے شخص سے میڈل وصول کر سکتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی تو بین کرنے والے کو سزا دینا ظلم کہتا ہو۔

مجھے یونیورسٹی کی طرف سے میڈل وصول کرنے کا دعوت نامہ پہنچا تھا اور ایک روز قبل یونیورسٹی پہنچنے کا کہا گیا تھا۔ مجھے یہیں اتوار کی شب یونیورسٹی کیپس میں پہنچ گیا۔ جب سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو یہ خیال آیا کہ میں اس شخص سے میڈل وصول کروں گا جو تو بین رسالت ایکٹ کو غلط فہمی قرار دیا تو بینوں کو مظلوم سمجھتے ہوئے مذہب کے مقابلے میں علماء ازم کا حامی ہے۔ ساری رات سوتے جاگتے یہی سوچے گزری اور صبح میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے اپنے دین کی تحفظ اور بزرگوں کی لاج رکھنی ہے اور ایسے شخص سے کبھی انعام وصول نہیں کرتا۔

اگلے روز جب میرا نام پکارا گیا تو گورنر میڈل اٹھانے میں لیے کھڑے تھے اور میرے خیال میں اس نے زیادہ مذہب احتجاج اور کسی شخص کو اس کی اہمیت کا احساس دلانے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں تھا کہ ان کو نظر انداز کرتے ہوئے میڈل وصول نہ کر کے انہیں احساس دلایا جائے۔ لہذا میں نے اسی طریقہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے میڈل وصول کر لیا جس پر وہاں موجود لوگوں کو میں نے بتایا کہ میں تو بین رسالت ایکٹ کے مخالف کسی بھی شخص سے اپنا انعام وصول کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور اس قانون کے مخالف کو کبھی تو بین رسالت کا مرتکب سمجھتا ہوں۔“



## حضرت امیر مکرزیہ رُوبصحت

تمام احباب کو یہ جان کر دلی مسرت ہوگی کہ اللہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کے طفیل فدا یابان شہدائے پاکستان کے مکرزیہ امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی دامت برکاتہم اجمعہ بظاہر صحت بہت بخیر ہیں۔ مولیٰ کریم کا کرم اور نبی کریم ﷺ کی نظر عنایت یوں ہی شامل حال رہی تو وہ ایک ماہ تک حضرت شیخ الحدیث اپنے معمولات چمکے چمکے جاری فرمائیں گے۔ احباب اور کرم فرماؤں سے دعاںیں جاری رکھنے کی درخواست ہے۔





کے کام کا مطالعہ محبوب مشغلہ ہے۔ قرآن کریم سیرت النبی ﷺ کے علاوہ ابن بطوطہ کا سفرنامہ تذکرۃ الاولیاء مجھے بہت پسند ہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لیے تذکرۃ الاولیاء بہت مفید اور معلوماتی کتاب ہے۔ اس میں چھانوے اولیاء کرام کے زندگی کے حالات اور ان کے مکاشفات کے بارے میں نہایت دلچسپ واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے جو خود بھی ولی اللہ کا مرتبہ رکھتے تھے۔ اس کو شائع ہونے تقریباً سو سال ہو گئے ہیں۔ حضرت عطار 513ھ کو نیشاپور کے مصافقات میں پیدا ہوئے اور وہیں 627ھ کو ایک تاتاری سپاہی کے ہاتھوں جام شادرت نوش فرمایا۔

اس کتاب میں حضرت بابزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا تذکرہ بھی ہے۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ مانے جاتے تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت حمید بغدادی نے فرمایا تھا کہ حضرت بابزید کو اولیاء میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ملائکہ میں۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بابزید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت سی معلومات ہیں مگر ایک بہت اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ یہ واقعہ مولانا الحاج پکتان واحد بخش سیال پشتی صابری نے اپنی تصنیف ”وہابیت اسلام“ میں تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔ یہ وہی پکتان سیال ہیں جنہوں نے اسلام آباد ایئر پورٹ پر پونٹک 747 جس کے پیسے نہیں کٹے تھے بحفاظت اتار دیا تھا اور کسی مسافر کو خراش تک نہیں آئی تھی۔ میں ان کی اس کتاب سے حضرت بابزید اور پانچ سو عیسائی پادروں کے مسلمان ہونے کا واقعہ حرف بحرف پیش کر رہا ہوں۔

حضرت شیخ بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں غلطی سے لذت حاصل کر رہا تھا اور فکر میں مستغرق تھا اور ذکر سے اُنس حاصل کر رہا تھا کہ میرے دل میں غدا سنا دی دئی اے بابزید پر مسعان کی طرف چل اور عیسائیوں کے ساتھ ان کی عید اور قربانی میں حاضر ہو۔ اس میں ایک شاندار واقعہ ہوگا۔ میں نے اعوذ باللہ پڑھا اور کہا کہ پھر اس وسوسہ کو دوبارہ نہیں آنے دوں گا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں باقی کی وہی آواز آئی۔ جب بیدار ہوا تو دین میں تڑپا تھا۔ پھر سوچنے لگا کہ اس بارے میں فراموشی کروں یا نہ تو پھر میرے باطن سے غدا آئی کہ ذرمت اتم ہمارے نزدیک اولیاء اخبار میں سے ہو اور ابراہ کے دفتر میں لکھے ہوئے ہو۔ راہبوں کا لباس پہن کر اور ہمارے رضا کے لیے زکاۃ مانگ لو۔ آپ پر کوئی گناہ یا نکارہ ہوگا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ صبح سویرے میں نے عیسائیوں کا لباس پہنا تو زکاۃ مانگنا اور پر مسعان پہنچ گیا۔ وہ



عالم اسلام کے قابل غرضیت ڈاکٹر عبدالقدیر خاں 1936 کو مجھو پال (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ عظیم مسلم فاتح سلطان شہاب الدین غوری کی اولاد میں سے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے 1977ء سے پاکستان کے انٹیلی پرگرام میں اپنی صلاحیتوں کو یوں استعمال کیا کہ 1998ء میں بھارت کے 15 انٹیلی دھماکوں کے جواب میں 16 انٹیلی دھماکے کر کے ہندو بیٹے کو لگام دے دی اور دنیا بھر کے یہود و ہندو کو وطنِ حیرت جلا میں کر دیا۔ ڈاکٹر خاں کی اس جرأت و ہیکل پر نام نہاد عالمی امن کے ٹھیکیداروں نے ان کے گرد جال بچھنا شروع کیا اور اپنے مہرے پر دیو مشرف کے ذریعے ڈاکٹر خاں کو پاکستان کے انٹیلی پرگرام سے الگ کر دیا گیا۔ محسنِ فردوسی کی اس سے بدترین مثال پاکستانی تاریخ میں شاید ہی میسر ہو۔ ہمارے پڑوسی ملک میں انٹیلی پرگرام کے معمار کو منصبِ صدارت پر فائز کیا گیا اور یہاں پاکستان میں انٹیلی پرگرام کے معمار کو تارکدہ گناہوں کی سزا دیتے ہوئے ”بھرم“ بنادیا گیا۔ ڈاکٹر خاں کا جرم انٹیلی رازوں کی منتقلی نہیں بلکہ پاکستان ایسے ترقی پذیر اور مظلوم الحال ملک کو انٹیلی طاقت بنانا ہے۔ عالمی صیہونی طاقتوں کو ڈاکٹر خاں جیسا محبت و وطن نہیں بلکہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور ضمیر احمد خاں قادیانی جیسا وطن فروش چاہیے تھا جو پاکستان میں بیٹہ کر یہود و ہندو کی انتہائی کرتا۔ ڈاکٹر خاں پاکستان کے انٹیلی پرگرام اور پاکستان کا دشمن مرزائی قادیانی طبقہ ہی ہے جس نے آج تک ملک عزیز پاکستان کے وجود کو تباہ نہیں کیا اور پاکستان کے خلاف سازشوں کا ماسٹر رائٹر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ صرف مختلف شکل و صورت میں پیدا کیا ہے بلکہ ہمارا کردار بھی ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ اسی طرح ہمارا ذوق ادب بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ میں اپنے بارے میں بھی عرض کروں گا کہ مجھے طالب علمی کے زمانہ سے ہی اسلامی تاریخ، اردو ادب اور مشہور لوگوں کی سوانح حیات پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ بہت سی کتابیں میری پلندہ یہ ہیں اور آج بھی ان کی ورق گردانی کر کے لطف امدوز ہوتا ہوں۔ تمام پرانے شعراء







● وہ چار جن کا پانچواں نہ ہو وہ چار بڑی آسمانی کتابیں تورات انجیل زبور اور قرآن مقدس ہیں ● وہ پانچ جن کا چھٹا نہ ہو وہ پانچ فرض نمازیں ہیں ● وہ چھ جن کا ساتواں نہ ہو وہ چھ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ (سورہ قاف آیت: ۸۳) ● وہ سات جن کا آٹھواں نہ ہو وہ سات آسمان ہیں اللہ تعالیٰ (سورہ ملک آیت: ۳) ● وہ آٹھ جن کا نواں نہ ہو وہ عرش بریں کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ (سورہ حات آیت: ۷) ● وہ نو جن کا دسواں نہ ہو وہ بنی اسرائیل کے نو فسادی شخص تھے اللہ تعالیٰ (سورہ مثل آیت: ۷۴) ● وہ دس جن کا گیارہواں نہ ہو وہ مفتح پر دس روزے فرض ہیں جب اس کو قربانی کی طاقت نہ ہو لہذا اللہ تعالیٰ (سورہ بقرہ آیت: ۶۹) ● وہ گیارہ جن کا بارہواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں ● گیارہ ہیں ان کا بارہواں بھائی نہیں اللہ تعالیٰ (سورہ یوسف آیت: ۳) ● وہ بارہ جن کا تیرہواں نہ ہو وہ مینوں کی کشتی ہے اللہ تعالیٰ (سورہ توبہ آیت: ۶۳) ● وہ تیرہ جن کا چودہواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کا خواب ہے اللہ تعالیٰ (سورہ یوسف آیت: ۳)

● وہ چھوٹی قوم جو ہشت میں جائے گی وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف فرمادی ● اللہ تعالیٰ (سورہ یوسف آیت: ۷) ● وہ چھٹی قوم جو دوزخ میں جائے گی وہ یہود و نصاریٰ کی قوم ہے اللہ تعالیٰ (سورہ بقرہ آیت: ۳۱) تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دین کو لاشی بتانے میں سچا ہے لیکن دونوں دوزخ میں جائیں گے ● تم نے جو سوال کیا ہے تیرا نام تیرے جسم میں کہاں رہتا ہے تو جواب یہ ہے کہ میرے کان میرے نام کے رہنے کی جگہ ہیں ● ﴿الْمَزَارِبَاتُ ذُرْوَاهُ﴾ چار ہوائیں ہیں ● شرقی غربی جنوبی شمالی ● ﴿الْحَامِلَاتُ وِقْرًا﴾ ہاڈل ہیں اللہ تعالیٰ (سورہ بقرہ آیت: ۲۶۱) ● ﴿الْمَجَارِبَاتُ﴾ بصرہ سمندر میں چلنے والی کشتیاں ہیں ● ﴿الْمَقْسَمَاتُ﴾ امر آ ● وہ فرشتے ہیں جو پندرہ شعبان سے دوسرے پندرہ شعبان تک لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں ● وہ چودہ جنہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں اللہ تعالیٰ (سورہ حم السجدة آیت: ۱۱) ● وہ قبر جو مقبور کو لے کر چلی ہو وہ یونس علیہ السلام کو کھلنے والی مچھلی ہے ● بغیر روح کے سانس لینے والی چیز صبح ہے ● وہ پانی جو نہ آسمان سے اترتا ہو اور نہ زمین سے نکلا ہو وہ پانی ہے جو گھوڑوں کا پینہ بھینس نے آزمائش کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا ● وہ چار جو کسی باپ کی پشت سے ہیں اور غم نامور سے وہ اسماعیل علیہ السلام کی بجائے ذبح ہونے والا ذبیہ صالح علیہ السلام کی اٹنی آدم علیہ السلام اور حضرت نوح ہیں ● پہلا خون ناحق جو زمین پر بہا گیا وہ علیہ السلام کے بیٹے بائیل کا خون تھا جسے

بھائی بائیل نے قتل کیا تھا ● وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر اسے خرید لیا وہ مومن کی جان ہے اللہ تعالیٰ (سورہ توبہ آیت: ۱۱۱) ● وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر اسے لاپتہ فرمایا وہ وہ گدے کی آواز ہے اللہ تعالیٰ (سورہ لقمان آیت: ۹۱) ● وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر اسے بُرا کیا وہ وہ عورتوں کا مکڑ ہے اللہ تعالیٰ (سورہ یوسف آیت: ۸۲) ● وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر پوچھا ہو کہ یہ کیا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے اللہ تعالیٰ (سورہ طہ آیت: ۷) ● یہ سوال کہ کن ہی عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں وہ ام ابیہر حضرت خوار حضرت خدیجہ حضرت عائشہ حضرت آسیہ حضرت مریم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن (جمعیں)۔

● باقی رہا افضل دریا وہ حیون حیوان ● وجلہ فرات اور نیل مصر ہیں ● سب پہاڑوں سے افضل کوہ طور ہے ● سب چاروںوں سے افضل گھوڑا ہے ● سب مینوں سے افضل مہینہ رمضان ہے اللہ تعالیٰ (سورہ بقرہ آیت: ۵۸۱) ● سب راتوں سے افضل رات لیلیۃ القدر ہے اللہ تعالیٰ (سورہ قدر آیت: ۳) ● تم نے پوچھا کہ طاقصہ کیا ہے وہ قیامت کا دن ہے ● ایسا درخت جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں اور ہر ٹہنی کے تیس پتے ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں جن میں سے دو پھول و صوف میں ہیں اور تین سایہ میں ● توہ درخت سال ہے ● بارہ ٹہنیاں اس کے بارہ ماہ ہیں اور تیس پتے ہر ماہ کے دن ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہر روز کی پانچ نمازیں ہیں ● وہ نمازیں ظہر اور عصر آفتاب کی روشنی میں پڑھی جاتی ہیں اور باقی تین نمازیں اندھیرے میں ● وہ چیز جو بے جان ہو اور جس آج پر فرض نہ ہو لیکن اس نے حج اور بیت اللہ کا طواف کیا ہو وہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے ● تم نے نبیوں کی تعداد پوچھی ہے پھر رسولوں اور غیر رسولوں کی توکل بنی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں ● ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور باقی غیر رسول ● تم نے وہ چار چیزیں پوچھی ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ مختلف حالانکہ ہر ایک ہے ● وہ آنکھیں ناک منہ کان ہیں کہ مغز سر ان سب کی جڑ ہے ● آنکھوں کا پانی نمین ہے اور منہ کا پانی ٹھیا ہے اور ناک کا پانی ترش ہے اور کانوں کا پانی کڑوا ہے۔

● تم نے فقیر (سورہ نساء آیت: ۳۲) قطع میر (سورہ فاطر آیت: ۳۱) فیصل (بنی اسرائیل آیت: ۷) سب ولسد طعم ودم کے معانی دریافت کیے ہیں ● کھجور کی گٹھلی کی پشت پر جو نقطہ ہوتا ہے اس کو فقیر کہتے ● گٹھلی پر جو ایک چھکا ہوتا ہے اس کو فقیر کہتے ہیں ● گٹھلی کے اندر جو شیدی ہوتی ہے اسے فیصل کہتے ہیں ● سرد وید بھیڑ بکری کے بالوں کو کہا جاتا ہے ● حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے کی چھتیاں کو طخم ورم کہا جاتا ہے ● گدھا جگتے وقت شیطان کو کہہ دیتا ہے اور کہتا ہے ﴿لَعَنَ اللہ العشار﴾ ● کتا بھونکتے وقت کہتا







تمام طبقاتی مراحل صحافت کی ایک جنبش نگاہ کے پابند ہیں۔

صحافت کے انہی عناصر کے پس منظر میں بانی پاکستان محمد علی جناح نے ۱۶ اپریل ۱۹۴۸ء کو رسول حکام سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: صحافت قوم کی ترقی و بہبود کے لیے اشد ضروری ہے کیوں کہ اسی کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں سرگرمیاں بڑھانے کے لیے قوم کی رہنمائی اور اسے عامہ کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔ ۱۔  
صحافت کی بنیاد چونکہ دیانت داری اور صداقت پر رکھی گئی تھی اس لیے دنیا کی اکثر تعمیر کو ششوں میں اس نے مثبت اثرات مرتب کیے اور سانحہ کی مخفی سوچ کو تعمیر و ہمارے کی طرف موڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا، یہی وجہ ہے کہ معروف مغربی صحافی ایرک ہو جنز نے اس کی تعریف یوں کی کہ: صحافت معلومات کو ایک جگہ سے دوسرے جگہ دیانت، بصیرت اور رسائی سے ایسے انداز میں پہنچانے کا نام ہے جس میں سچ کی بالادستی ہو۔ ۲۔

مگر کیونکہ یہ سچ کے منقطع و بے ربط اسلام کے آفاقی نظریات کی طرف مغرب کے حرایں شعار معاشرے کی توجہات مبذول ہونے لگیں اور آزادی فکر اور مادہ پرستی کے فلسفے میں مغرب کی تیرگیوں میں بھٹکنے والے لے تعداد عیسائیوں کو اسلام کے مقدس دامن سے وابستہ ہونے کے بعد انہیں زیست کا سطح نظر ملنے لگا تو یہودیوں کو اپنا انہیں پروکھول (منصوبہ) ”دنیا پر بلا اشتراک حکومت اور“ مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی حکومت کا استحکام“ ”خطرے کی کار پر کھڑا نظر آئے گا۔“ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ میں اسلام کی بوجھ ہوئی مقبولیت، مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی بربریت کے خلاف فلسطینی کشمکش نے ان کے خوابوں کو حقیقت کی جامہ دہی سے محروم کر دیا۔ پھر انہوں نے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے ”میڈیا“ کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے بعد ہی صحافت کی تصویر بدل گئی اور اس کی جگہ ”زرد صحافت“ (Yellow Journalism) نے معاشرے میں شب خون مارا۔

آج دشمنوں کے خلاف نفرت و عداوت کی فضا گرم کرنا، غیر جانبدار ممالک کی توجہات اور ہمدردیاں حاصل کرنا، دشمن کی معنوی روح کو شہنشاہ کرنا، سیاسی اور قومی مقاصد حاصل کرنا، عوام کی نظر میں مدارس کو دھشت گردی کے اڈے قرار دینا، چننا کہ جو دنیا کی سلامتی کے لیے خطرہ بنانا، مشرق وسطیٰ میں عربوں کا وجود مغربی ممالک کے لیے باعث کرب قرار دینا، میڈیا کی ہی کرشمہ سازی ہے۔ آج اہل بیہودہ اسلام مخالف پروپیگنڈے اور اپنے وسائل کے مل پر ۹۵ فیصد بین الاقوامی میڈیا پر اپنا تسلط قائم کر لیا ہے۔ چنانچہ آج پوری دنیا میں وہی اقوام عالم کی ذہن سازی کر رہے ہیں وہ جہر جاتے ہیں رائے عامہ اس طرف جھکتی ہے۔ ان کی پسند پوری دنیا کی پسند اور ان کی نفرت و تعصب کا جو شکار ہوتا ہے پوری دنیا اس سے نفرت کرتی ہے۔ یہودی دماغوں سے نکلے ہوئے افکار و خیالات خواہ

وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں پوری مہذب دنیا اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگتی ہے۔ گویا یہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سائنسی امانت، انسانی بیہودگی جنوں میں دم توڑ رہی ہے۔

صحافت کے ہمہ گیر اثرات کو دیکھ کر اب مابین سیاست و قانون نے مملکت کے تین بنیادی ستونوں کے ساتھ ساتھ اب صحافت کو مملکت کی زندگی کے لیے ”چوتھے ستون“ کے امتیازی لقب سے پیش کیا ہے جس کے بغیر اقتدار کا تحفظ ممکن نہیں۔ اب کسی بھی جمہوری نظام حکومت میں تین بنیادی اور ضروری شعبوں ① پارلیمنٹ ② انتظامیہ ③ عدلیہ کے ساتھ ”صحافت“ کا وجود بھی ناگزیر سمجھا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کسی بھی ملک میں چار چیزوں کو اعلیٰ مقام اور بنیادی اہمیت دی جاتی ہے: ① ان میں ② حکمران ③ دینی پیشوا ④ عوام ⑤ صحافت۔ اگر کسی بھی جمہوری نظام میں صحافت پر بھی ظالم و جابر حکمرانوں کا تسلط ہو جائے تو پھر نہ تو پارلیمنٹ کی کاروائیوں کا علم ہو سکے گا کہ وہاں ملک کے حق میں کون سے قانون اور بل پاس ہو رہے ہیں اور عوام پر اس کے مثبت و منفی اثرات کیا مرتب ہوں گے؟ نہ افسران اپنے فرائض منصبی کے پابند ہوں گے اور نہ ہی عدلیہ کی جانبدارانہ و غیر جانبدارانہ سرگرمیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحافت کی آزادی جمہوریت کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۱۸۳۱ء سے ۱۸۷۷ء تک لندن سے شائع ہونے والے مشہور اخبار THE TIMES کے عالمگیر شہرت رکھنے والے ایڈیٹر جان تھریڈس نے لکھا تھا کہ: پوری آزادی کے ساتھ کوئی اخبار اس وقت کام کر سکتا ہے جب وہ کسی سیاسی پارٹی یا حکمرانوں کے کسی جمہوری کی وجہ سے ششک نہ ہو۔ ۱۔

آج جب ہم عالمی ذرائع ابلاغ کا تجزیہ ایسا مطالعہ کرتے ہیں تو آنکھیں حیرت کی تصویر بن جاتی ہیں، جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت منصوبہ بند طریقوں سے یہودی لابی نے بین الاقوامی میڈیا پر قبضہ کر رکھا ہے جو ہر ملہ ان کے مفادات میں خبریں، مضامین، تبصرے اور تجزیے شائع کر کے اقوام عالم کی ذہن سازی کر رہا ہے۔ ان کے مراکز برطانیہ اور امریکہ ہیں جہاں سے پوری دنیا کو کذب پر مبنی اطلاعات فراہم کی جا رہی ہیں اور وہاں اسرائیل (یہودی) کی حمایت کو وفا داری کا معیار سمجھا جا رہا ہے۔ اس کا اعتراف امریکی حکومت کے معروف سابق عہدیدار ”پال فنڈلے“ نے کیا وہ کہتے ہیں کہ: مشرق وسطیٰ کے بارے میں عوامی جھٹکا گھونٹنے کی کوششوں کا مرکز ہمارے ملک میں آزادی اظہار کا مرکزی نکتہ یعنی برہنہ بننا ہے۔ پچھلے سالوں سے صحافت میں معتبری کا معیار اسرائیلی حمایت ہے، جیسے سیاست اور دوسرے شعبوں میں بھی ہے۔ ۲۔

اس لیے اسرائیلی دیکھ مغربی ممالک کا حقوق انسانی کے بارے میں دوہرا معیار جمہوریت کے خلاف کی نام نہاد



علیہ داری، بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کا غرہ اور معیاری تمدن کے افسانوں کی حقیقتیں عریاں ہو کر مظالم انسانوں کی لاشوں پر نقش کر رہی ہیں۔ اس کا کلاما مشاہدہ انسانیت نے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں کر لیا ہے جہاں تمام بین الاقوامی قوانین کو بلائے طاق رکھ کر جنگی میدان کا منظر تبدیل کرنے میں میڈیا کا اہل دستے کے طور پر استعمال کیا گیا۔

عالمی صحافت پر اہل یہود کا قبضہ:

عالمی صحافت پر یہودیوں کے تسلط کا منصوبہ کوئی نیا نہیں ہے۔ ان کے اعلیٰ دماغ منصوبہ سازوں نے ایک صدی قبل ہی جب کہ اقوام عالم یہودی سازشوں سے بے خبر اپنے سرحدوں کے داخلی مسائل کی گھنٹیاں سلجھانے میں مصروف تھے دنیا پر بلا اشتراک حکومت کا منصوبہ تیار کیا اور اپنے اس خواب کی تعبیر کے لیے غیر یہودیوں سے جنگ کے لیے میڈیا کو "مقدمہ انجیش" کے طور پر استعمال کرنے کا پلان بنایا۔ انسانیت جس وقت جدید سائنسی اختراعات پر حیرتوں کے سدر میں غرق تھی اس وقت یہودیوں نے میڈیا کے ہمہ گیر اثرات اور اس کے مثبت و منفی استعمالات کی اہمیت کو واضح طور پر محسوس کیا اور پھر عالم انسانیت پر سیادت کے لیے ۱۸۹۶ء میں سوتز لینڈ کے شہر "ہال" میں ان کے 300 دانشوروں اور مفکروں پر مشتمل ایک اجتماع ہوا۔ اس میں انہوں نے منصوبے بنائے اور ترجیحات متعین کیں۔ یہ منصوبہ انیس (۱۹) پروٹوکول کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے منظر عام پر آچکا ہے۔ اس اجتماع میں پوری دنیا میں پچاسی ۳۰ یہودی تنظیموں کے اعلیٰ دماغ کارکنوں نے شرکت کی جہاں انہوں نے تمام اقوام عالم پر حکومت کے لیے دو چیزوں کو بنیادی حیثیت قرار دیا۔

① دنیا کے تمام سونے کے ذخائر پر قبضہ

② ذرائع ابلاغ اور خبر رساں ایجنسیوں پر مکمل گرفت۔

میڈیا کی ہمہ گیر افادیت اور اس کے عالمگیر اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہودیوں نے اپنے بارہویں دستاویز میں کہا تھا کہ: اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتا ہے۔ ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔ ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا موثر اور طاقتور اہل کار نہیں رہتے ہیں کہ وہ اپنی رائے کو موثر و متحکم سے ظاہر کر سکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ وہ اپنی رائے کو اس کے لیے کوئی خواجہ کتبہ بنائیں گے۔ ہم ایسا قانون بنائیں گے کہ کسی ناشر اور پریس والے

کے لیے یہ نامکن ہوگا کہ وہ جنگی اجازت کے بغیر کوئی چیز چھاپ سکے۔ اس طرح ہم اپنے خلاف کسی بھی سازش یا معاندانہ پروپیگنڈے سے باخبر ہو جائیں گے۔ ہمارے قبضہ و تصرف میں ایسے اخبارات و رسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید و حمایت کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی حتیٰ کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار و بے راہ روی، جنسی و اخلاقی انارکي، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مداخلت اور حمایت کریں گے۔ ہم جب چاہیں گے تو قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پر سکون کر دیں گے اس کے لیے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے۔ ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہم اس کی پوری احتیاطا برتیں گے کہ پہلے سے شوکت، بجا کر اور اچھی طرح بغض منوں کو اقدام کریں۔

ہمارے اخبارات و رسائل ہندوؤں کے معبود "ششو" کی طرح ہوں گے جس کے سینکڑوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ ہمارے پریس کا یہ بنیادی کام ہوگا کہ وہ اپنے مختلف موضوعات اور کاموں کے ذریعہ رائے عامہ کی بنیاد پر ہاتھ رکھے رہے۔ ہم یہودی ایسے مدیوں اور ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بد کردار ہوں اور ان کا بجر مانہ پکارا رہے۔ ہمارا انکی معاملہ بد عنوان سیاستدانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا۔ ان کی ہم خوب تشہیر کریں گے ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے۔ لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں بس فوراً ہم ان کا کام ختم کر دیں گے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے۔ ہم تفصیل کو غیر معمولی اہمیت دیں گے تاکہ پڑھنے والوں کا ذہن تیار ہو اس انداز سے کہ قاری کو خیر کم کے ساتھ ہمدردی ہو جائے۔ ھ

چنانچہ اپنے انسانیت سوز منصوبے کی تکمیل کے لیے انہوں نے یکے بعد دیگرے عالمگیر شہرت رکھنے والی خبر رساں ایجنسیوں اور اخبارات و رسائل کو سرمایہ کے بل پر خریدنا شروع کیا اور نہایت سرعت کے ساتھ اپنے مفادات کے لئے نئے اخبارات و رسائل نیز خبر رساں ایجنسیوں کا بھی افتتاح کیا جنہوں نے دنیا کے تمام اخبارات اور ٹی وی چینلوں کو اپنا تابع و محکوم بنالیا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

① رپورٹر:

جرجی کے ایک یہودی جلیس رپورٹر نے ۱۸۱۶ء میں اس خبر رساں ایجنسی کو قائم کیا جس پر دنیا کے بیشتر اخبارات اور ٹی وی چینل چھپ رہے ہیں اور ۹۰ لاکھ خبریں اسی سے حاصل کرتے ہیں۔ اس نے ۱۸۵۱ء



میں لندن تک اپنی ایجنسی کا دائرہ بڑھا لیا۔ آج اس کی خبروں کو امریکہ 'فرانس' 'جرمنی' 'انگلینڈ' 'یورپ' کے دیگر ممالک 'ایشیا' اور دیگر براعظم سے نکلنے والے اخبارات بھاری قیمتوں پر خریدتے ہیں اور اس پر تھروں کو دینی آسانی سے کم نہیں سمجھتے۔

## ② ایسوی ایڈیٹر پریس:

امریکہ کے پانچ بڑے اخبارات نے ایک ساتھ مل کر "ایسوی ایڈیٹر پریس" نام سے ایک خبر رساں ایجنسی کی بنیاد رکھی جو ۱۹۰۰ء تک ایک عالمی ایجنسی کے طور پر نمایاں ہوئی۔ اس نے امریکی براعظم سے نکلنے والے تمام اخبارات کو نصف خبریں فراہم کرنے کی ذمہ داری سنبھالی بلکہ انہیں پوری دنیا میں پھیلانے کا بیڑا بھی اٹھایا۔ اس ایجنسی میں ۹۰ فیصد حصہ یہودی سرمایہ داروں کا ہے۔

## ③ یونائیٹڈ پریس:

امریکہ کے دو یہودیوں اسکرانکس اور ہوارڈ نے مل کر ۱۹۰۷ء میں یونائیٹڈ پریس کے نام سے ایک خبر رساں ایجنسی قائم کی اور ۱۹۰۹ء میں ایک یہودی ولیم میرسٹ نے انٹر نیشنل نیوز سروس کی تشکیل دی۔ کچھ سالوں بعد دونوں ایجنسیاں آپس میں مل کر "نیویارک ٹائمز" کی ملکیت میں آگئے جو ایک یہودی کے ماتحت ہے۔ ۱۹۸۲ء میں ان سب کو میڈیا اینڈ کارپوریشن میں ضم کر دیا گیا۔

## ④ فرانسس نیوز ایجنسی:

فرانس کے ایک یہودی خاندان ہاداس نے "ہاداس نیوز ایجنسی" کے نام سے ایک خبر رساں ایجنسی تشکیل دی جو بعد میں فرانس پریس کے نام سے جانا گیا۔ اخباری اعداد کے مطابق فرانس میں تقریباً ۱۷ لاکھ یہودی آباد ہیں مگر وہاں سے شائع ہونے والے ۸۵ فیصد اخبارات 'نیوی' اور رسائل پر اپنی کا قبضہ ہے جو فرانسیسی حکومت کے لیے پالیسی طے کرتے ہیں۔

## ⑤ برطانوی صحافت یہودیوں کے قبضے میں:

آج سے چند دہائی جوشتر برطانیہ کا وزیر اعظم بنجامن ڈیزاربلی اور برطانوی افواج کے چیف آف اسٹاف یہودی تھے جس سے برطانوی سیاست 'سماج' اور معیشت پر یہودیوں کے غلبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ جب آپ برطانوی تاریخ کے ادراکی پٹھان گئے تو آپ کو اس استعماری ملک کے ہر مؤثر شعبے میں یہودیوں کے

اثر و رسوخ اور ان کے تسلط کے نشانات ملیں گے جنہوں نے آج اپنی جڑیں اور بھی مضبوط کر لی ہیں۔ مگر مزید یا ایک ایسا مؤثر شعبہ ہے جو ہمیشہ یہودیوں کے مضبوط قبضے میں رہا۔ بی بی سی لندن (B.B.C) کے سربراہ تقریباً تین دہائیوں سے یہودی بن رہے ہیں۔ اس کے علاوہ برطانیہ کے ان اہم اخبارات و رسائل کی ایک لمبی فہرست ہے جو یہودیوں کے زیر تصرف ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے پوری دنیا میں فاشی اور مذہبی منافرت پھیلانے میں شب و روز جدوجہد کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے بعد اسلام ان کے نشانے پر آچکا ہے جسے وہ دھشت گرد قرار دینے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ ان کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

- (1) Daily Express (2) News Cronical (3) Daily Mail (4) Daily Herold (5) Manchester Guardian (6) York Shire Post (7) Evening Standard (8) Evening News (9) Observaer (10) Sunday Reviw (11) Sunday Express (12) Sunday Cronical (13) Jhon Pall (14) The Sunday People (15) Sunday Dispatch (16) The Scotch (17) The Geographic.

ان میں "لندن ٹائمز" سب سے پرانا اخبار ہے جو ۱۷۸۰ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کو عالمی پیمانے پر ایک اہم مقام حاصل ہے اس کے تبصرے اور ادارے برطانوی حکومت کو متزلزل کرنے کے لیے کافی سمجھے جاتے ہیں۔ اس اخبار کو بھی آج سے تقریباً تین دہائی جوشتر آسٹریلیا کے ایک مشہور سرمایہ دار یہودی رابرٹ مردوخ نے نخران کا ڈرامہ رچا کر خرید لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے انسانیت سوز منصوبے کی تکمیل کے لیے برطانیہ کے مشہور ہفت روزوں اور رسائل پر قبضہ کرنا شروع کیا اور اب حال یہ ہے کہ:

- (1) Sun (2) News of the world (3) City Magazine (4) Weekend

جیسے رسائل اس کے زیر تسلط اسلام کے خلاف اور فاشی و عربانیت پر مبنی مضامین شائع کرنے کی وجہ سے چالیس اور پچاس لاکھ کی تعداد میں شائع ہو رہے ہیں۔

## ⑥ امریکی صحافت پر یہودیوں کی گرفت:

امریکی تجزیہ نگاروں کے تبصرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۵ء تک امریکہ کے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر اہل یہودی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ انفرادی طور پر جن چند رسائل و جرائد اور ٹی وی چینلوں پر وہ قابض



نہیں تھے وہاں ان کے اشتہارات کا اثر اپنے جلوسے دکھا رہا تھا۔ غالباً ان کے اشتہارات کی بنیادوں پر ہی یہ چند غیر یہودی اخبارات کے مفادات کے لیے اپنے ادارے اور تبصروں میں اپنے قلم کو جانبداری سے نہیں روک سکے اور ان کے بدنام نظریات اور بدنام حقوق انسانیت مذاہب کے درمیان نفرت اور فاشی کا رواج پھیلانے میں اپنی صحافت کو امداد رکھا۔ کیوں کہ اخبارات و رسائل کی سانسوں کا زیرِ بوم اشتہارات کا رچن مفت ہے۔

امریکی سیاست 'معیشت' صنعت و حرفت، معاشرے پر اثر و رسوخ اور امریکہ و یورپ کے اخلاقی و انسانی قدروں کی پامالی پر ان کے جارحانہ عزائم کے خلاف جس نے بھی اپنی زبان کو اذان گویا دی وہی 'ان یہودیوں نے سرمائے کے بل پر اس کی زندگی کی رفتار پر بندش لگا دی۔ جس نے اپنے قلم کو جرات بخشی کی ترغیب دی وہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔ امریکہ میں جن لوگوں نے یہودی سازشوں کے خلاف قدم اٹھائے ان میں معروف امریکی صنعت کار ہنری فورٹ کا نام آج بھی ان بدنام زمانہ یہودیوں کی آنکھوں میں شبیر بن کر چھتا ہے جنہوں نے امریکی نسل کی تباہ کاریوں اور معاشرے کی بربادیوں کو دیکھ کر ان کے کمر فریب 'انسانیت دشمنی' 'جائیزہ سرگرمیوں اور اقتصادی پالیسیوں میں ان کے طرز عمل پر امریکی ریبرج اسکالروں کے ذریعے رپورٹ تیار کروائی۔ اس مشن پر انہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں تقریباً ۲۰ لاکھ ڈالر خرچ کیے۔ جب یہ رپورٹ تیار ہو کر آئی تو انہی کی کتنی کے ترجمان نے اس کی پہلی قسط شائع کی پھر ایسا لگا جیسے یہودیوں کو انسانیت کے سامنے عریاں کر دیا گیا ہو۔ یہودی گلیاروں میں طوفان برپا ہو گیا یہاں تک کہ فورڈ پر یہودی گھنہ کئے لگا 'انہیں قتل کی دھمکی بھی دی گئی' آخر کار اس کی دوسری قسطیں شائع نہ ہو سکیں۔ جلد ہی فورڈ نے اس تحقیقی رپورٹ کو کتاب کی شکل میں شائع کر دیا۔ اہل یہود نے اس کتاب کو بڑی تعداد میں مارکیٹ سے خرید کر ضائع کرنا شروع کیا اور وہ کامیاب بھی ہوئے مگر اس کے چند نسخے جولائریہودیوں کو بیچے گئے تھے وہ محفوظ رہ گئے۔ جب اس ہنگامے پر وقت کی گردیں جھپٹ چکی تھیں تو کچھ اسکالروں نے اسے دوسری زبانوں میں ترجمہ کر کے پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی جو انسانیت کے لیے دیدہ و عبرت نگاہ ہے۔

اس کتاب کا ایک اقتباس یہاں قارئین کے لیے پیش کیا جا رہا ہے جو حیرتوں کے سمندر میں غرقابی کے لیے کافی ہے۔ "امریکی سماج پر یہودیوں کی غیر معمولی گرفت اور ان کے وسیع اثر و نفوذ کا اگر تجزیہ کیا جائے تو آسانی سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ امریکی سماج میں جہاں بھی اخلاقی انحطاط و فساد پایا جاتا ہے اس کے پس پردہ آپ کو یہودی ہی دکھائی دیں گے۔ شراب، شہاب، قمار بازی، بدکاری، زہر، اجنبی اور مافی الجرائم، قتل و غارتگری، ڈاکو

زنی، قحموں کے درمیان خونریزی، معرکے آرائی، مہلک اسلحہ سازی، غرض کہ تمام غیر فطری اور غیر اخلاقی جرائم میں یہودیوں کا حصہ تناسب کے اعتبار سے ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک ہے۔"

امریکی صحافت ڈرامے اور فلموں کا تجزیہ لیتے ہوئے آگے لکھتے ہیں کہ: "۱۸۸۵ء سے پہلے ان تمام میدانوں میں یہودیوں کا کٹھن دور تک یہ نہیں تھا، لیکن یہودیوں کی آمد کے بعد ہی ڈرامے، سینما، صحافت اور تجارت پر یہودی سادھو کا قابض ہو گئے۔ انہوں نے ان تمام میدانوں میں سرمایہ کے بل پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۸۵ء سے پہلے امریکی سماج میں بے حیائی و بدکاری کا وجود خال خال تھا لیکن یہودی قوم نے ڈراموں، گراموفون، ریکارڈوں اور بعد میں سینما و صحافت کے ذریعہ امریکی سماج کو تباہی و بربادی کے دھانے پر کھڑا کر دیا۔"

امریکی سیاست کے ایک اور معروف رازدان اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے افسر پال فنڈ نے لے امریکی سیاست و معیشت اور ذرائع ابلاغ پر یہودی جتنیوں اور ان کے جارحانہ منصوبوں پر مشتمل اپنے مشاہدات کو "They dare to speak out" کے نام سے ایک کتابی شکل میں ترتیب دیا مگر کتاب شائع ہوتے ہی راتوں رات بازار دلا ہر بریوں سے منظم طریقوں سے غائب کرادی گئی اور ان پر ملازمتوں اور دھمکیوں کا ایک سلسلہ چل پڑا۔

اپنی کتاب میں ایک مقام پر اسلام کے خلاف یہودی عزائم کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ: "بسی امریکی یہودی اس سازش میں شامل ہیں کہ ہمارے اسکولوں اور دوسرے معاشرتی اداروں کو اس طرح تہیل کر دیا جائے کہ اسرائیل پر کھینچنی ناممکن ہو جائے اور اس کے عرب ہمسایوں کو براہِ بنا کر پیش کیا جائے۔" عے ان کے علاوہ یہودیوں کے انسانیت سوز خفیہ منصوبے کی نقاب کشائی اور مصیبتیں فتنے پر جو کتابیں امریکہ و یورپ میں لکھی گئیں ان میں:

(1) Zionist Protocol (2) The Inter National Jew (3) Waters Flowing Eastward (4) World Conquerors.

خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہیں منصوبہ بندی طریقے سے غائب کر دیا گیا ہے مگر چارودوہے جو سرچرچہ کر رہا ہے۔ اپنی فتنہ انگیز یوں پر لاکھ پردہ ڈالنے کے باوجود آج وہ انسانیت کے سامنے نگے نظر آرہے ہیں۔

آج سے دس سال قبل ایک سروے کے مطابق پوری ریاست امریکہ سے تقریباً ایک 1,759 روزانے اور 668 ہفت روزے شائع ہوتے ہیں۔ یہ سروے نیٹ وی جینٹلین ریلیڈ فلم ڈرامے ماہانے پندرہ روزے سے ماہی



مغربی ملکوں کے اعلیٰ مناصب پر بیٹھے یہودیوں کو اس قدر متاثر کیا کہ انہوں نے امریکہ میں نفسیاتی جنگ کے لیے باقاعدہ تربیت گاہیں قائم کرویں تاکہ غیر یہودی بالخصوص اسلام کے خلاف حمائے آبرائی میں انہیں 100 فیصد کامیابیوں کے امکانات رہیں۔

مغربی ممالک بالخصوص امریکہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اس کا پرکشش نظامہائے زندگی دلوں کو تسخیر کرنے والی تہذیب اور زندگی کو ایک منظم اور مربوط طریقے سے گزارنے کی تعلیمات نے وہاں کے گمراہ کن نظریات آزادی فکر کے نام پر عریانیات اور طرز رہائش کے نام پر ہشتون کی پامالی نے عیسائیوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا جو بیٹھے ہوئے آج کو کوسوں کے لیے کیڑے بن چکے ہیں۔ ایسے میں امریکہ کے اعلیٰ مناصب پر متمکن اہل یہود کے دیرینہ خواب "اقوام عالم پر حکومت" اور "مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی استحکام" کی تکمیل کے لیے سوائے اس کے اور کوئی دوسری راہ نہیں تھی کہ وہ اسلامی ممالک کے خلاف صف آراء ہوں۔ اس کے لیے کسی ایک اسلامی ملک کے خلاف حمائے آبرائی سے انہیں اپنے خواب کی تعبیر نہیں مل سکتی تھی اس لیے انہوں نے برسوں کے تجربات اور منصوبوں کے نتیجے میں نفسیاتی جنگ کو اسلام کے خلاف خطرناک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔

اپنے سازشی منصوبوں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لیے ان کے پالیسی سازوں نے منصوبے تیار کرنا شروع کیے، مسلمانوں "مستقلیموں" دینی اداروں اور ان کے رہنماؤں کی فردگذاشتوں پر نظر پڑ رکھی جانے لگیں، ان کی غفلتوں کا باریکی سے مطالعہ کیا جانے لگا۔ بالآخر ہندوستان میں کشمیری، مشرق وسطیٰ میں فلسطینی اور روس میں چچنیائی مسلمانوں کا اپنے حقوق کے لیے حکومت سے جہادی تحریکات کے نام پر جارحانہ نقشہ کشنے نے جہاد کے پاکیزہ مفہوم کو "دہشت گردی" سے موسوم کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ان کے پالیسی سازوں نے بنام جہاد پھیلائی گئی ان سرگرمیوں کو اسلام کا بنیادی نظریہ قرار دے کر اپنے تیار کردہ منصوبوں کو خبر رساں ایجنسیوں کے حوالے کیا اور انہوں نے مختلف پہلوؤں سے ان منصوبوں کو جنروں، تجزیوں اور تبصروں کی شکل میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے گھر گھر پہنچا دیا۔ ظاہر ہے جب عالمی شہرت رکھنے والی خبر رساں ایجنسیاں سرکردہ اخبارات اور ٹی وی چینلوں جن پر یہودیوں کا تسلط ہے جس دھنک سے اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر افواہ سازی کی ہے اس کا لازمی نتیجہ تو یہ نکلا ہی تھا۔ کیونکہ دنیا کے دیگر تمام اخبارات و رسائل نیز ایجنسیاں اور ٹی وی چینلوں مغربی ذرائع ابلاغ کے اشارے آہو کے حوالہ ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ کی پھیلائی گئی افواہوں کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں جنہوں نے آج انسانوں کے دلوں میں مسلمانوں کے تین نفرت و کراہیت کا احساس جگا دیا ہے۔ اس نفسیاتی جنگ میں

ششماہی اور سالانہ کے علاوہ ہے۔ ان میں 90 فیصد یہودیوں کے زیر تسلط ہیں جو پوری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں شائع ہو کر فکری اور نفرت کا بازار گرم کرنے میں نمایاں رول ادا کر رہے ہیں۔ جو کچھ موزم کے سقوط اور اکتوبر کے حملے کے بعد اسلام کو دہشت گرد ثابت کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے ذریعے اسلام پر دہشت گردی کا الزام:

نفسیاتی جنگ کی اصطلاح دوسری جنگ عظیم میں سب سے پہلے امریکہ میں استعمال ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ اس اصطلاح اور اس کے استعمال نے پوری دنیا میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیں۔ امریکہ کی نفسیاتی جنگ اور اس کی اصطلاح اپنے ابتدائی ادوار میں "نی اور جنگی مقاصد اور ان کی کاروائیوں کے لیے مختص کبھی جاتی تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ذرائع ابلاغ کے ہمہ گیر اثرات اور اس کے کامیاب تجربات نے اس کے استعمالات میں وسعت پیدا کی یہاں تک کہ ماہرین نے یہ سمجھ لیا کہ اسی نفسیاتی جنگ کے ذریعے نہ صرف فوجی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں بلکہ اس کے ذریعے اپنے عوام کے خیالات اور رویوں میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ انہیں دشمن کے خلاف مختلف کاروائیوں پر بھی تیار کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کی دوسری اقوام اور حکومتوں کی رائے بھی تبدیل کی جاسکتی ہے۔

ماہرین ذرائع ابلاغ نے اس کی مختلف طور پر یوں تعریف کی ہے: "نفسیاتی جنگ سے مراد رائے عامہ کی ترغیب اور تہذیب کی ایسی کوششیں ہیں جن کی بنیاد پہلے سے طے شدہ پروگرام اور منظم منصوبہ بندی پر کبھی غمی ہوا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے کا پروگرام ہو"۔

اس لیے اہل یہود کی سربراہی میں میڈیا نے اسلام کے خلاف اس طرح کی افواہ سازی شروع کی۔ جیسے:

① امریکہ اور مغربی ملکوں میں مقیم مسلمانوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافے کی خبر پھیلا کر۔

② اسلام کا بطور مذہب بے پناہ مقبولیت کا ہوا کھڑا کرنا۔

③ اسلامی تہذیب سے مغرب کے سیاسی و معاشی اور سماجی خطرات کا زبردست پروپیگنڈہ کرنا۔

④ اسلامی نظریات پر دہشت گردی کے فروغ کی افواہ گرم کرنا وغیرہ۔

ان کے نتیجے میں اقوام عالم نے اسلام کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ شاید اسی لیے نفسیاتی جنگ میں پروپیگنڈہ یا افواہ سازی کو سب سے زیادہ مؤثر اور طاقتور قرار دیا جاتا ہے جو چند گھنٹوں میں کسی کی شخصیت مجروح کسی کی قیادت متزلزل اور کسی کی حکومت کا تختہ پلٹنے کے لیے کافی ہے۔ نفسیاتی جنگ میں افواہوں کے نتائج نے



پروپیگنڈے کے ذریعے اسلام کے خلاف یہودیوں کے خطرناک عزائم، وسائل پر ان کی مضبوط گرفت اور ذرائع ابلاغ پر ان کے بلا اشتراک تسلط کا بخوبی اعلان ہوتا ہے۔

① ۱۹۶۳ء میں یہودی مزاح اور ان کے مفادات کے خلاف کمر بستہ ہونے والے امریکی صدر جان ایف کینیڈی کی یہودیوں نے قتل کروا دیا مگر امریکہ کے کچھ غیر جانبدار حکام نے جب اپنی تحقیقات کے نتیجے میں اس خطرناک سازش کی تہہ تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی تو یہودی میڈیا نے اصل قاتل کی طرف سے پوری دنیا کی توجہ ہٹا کر اس کا الزام ایک عرب نوجوان بشارہ سرعان کے سر قصبہ دیا اور سازشی دنیا کی توجہ اس عرب نوجوان کی طرف مبذول کر دی۔ اس الزام کی وجہ سے اسلام کو نشانہ بنایا گیا اور اس کی خوب تشہیر کی گئی۔ نتیجے کے طور پر بشارہ سرعان اور اس کے مذہب اسلام کے خلاف مغربی ممالک بلکہ پوری دنیا میں نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ بشارہ آج بھی اس قتل کے الزام میں کئی سالوں سے سلاخوں کے پیچھے اپنے ناکردہ گناہوں کے لیے موت کا انتظار کر رہا ہے۔

② ۱۹۸۷ء کو جنوبی کوریا کے طیارہ کو دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ ابھی اس کی تحقیقات ہوئی تھی کہ مغربی ذرائع ابلاغ نے یہ شوش چھوڑا کہ طیارہ دھماکے سے قبل بغداد اور بحرین ایئر پورٹ پر اتر آقا۔ اس لیے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ اس کے پیچھے کسی عرب مسلمان کا ہاتھ ہے۔ اس افواہ کو ہرزادے سے نہایت منصوبہ بند طریقوں سے خبروں، تبصروں اور انٹرویوز کے ذریعے پھیلا دیا گیا۔ اسلامی نظریات، اس کی تہہ جذبات اور تعلیمات کے خلاف ایک طوفان بدترہی برپا ہو گیا، مگر ایک سال کے بعد یہ تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ اس سازش میں جنوبی کوریا کی ہی ایک خاتون ملوث تھی۔ اس کے باوجود مسلمانوں سے ان کے اور اسلام کے خلاف ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی معذرت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کیونکہ انہیں ان افواہوں کے ذریعے اپنے منصوبوں کی تکمیل مقصود تھی اور وہ پوری ہوشیاری تھی۔

③ جون ۱۹۸۳ء میں امریکہ کے Detriot علاقے میں امریکی کسٹم اور ہوائی کینیڈوں کے اعلیٰ عہدیداروں کے درمیان مغربی ساز و سامان کے تعلق سے ایک مینٹنگ منعقد ہوئی جس میں ایک سینٹر عہدیدار نے کہا کہ ۸۰ سے ۸۵ فیصد عرب جوان علاقوں میں رہتے ہیں وہ دہشت گرد ہیں اور جوئیں ہیں وہ ان کے حامی ہیں۔ یہ سنگین الزام ایک ۲۹ سالہ کینیڈا کے رہنے والے عرب نوجوان کو بہرہ دہی اسکل کرنے کی کوشش میں لگا یا گیا جبکہ بہرہ دہی کی اس سنگین سے دہشت گردی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد کئی ہوا خدو امریکی سیاست کے معروف راز دان پال فٹز لے اپنی کتاب They dare to speak out میں کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک مقامی جریدہ نے

نہلی راگ الاپا شروع کر دیا کہ بین عرب ریپبلک (نارتھ یمن) کے ایک فوجی افسر کو امریکہ سے گئیں (توہیں) باہر اسکل کر رہے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ اس کے ایک ماہ بعد ماہنامہ Monthly Detriot نے ایک اسٹوری لکھی۔

#### How the Arab came to Detriot.The Mid-East Connection.

مگر اس میں ایک بھی مثال کا ذکر نہ تھا کہ کسی امریکن عرب کو بھی مگن اور ڈرگ اسکلنگ میں پکڑا گیا ہو لیکن اس اسٹوری سے تقریباً ۵۰ ہزار امریکن عربوں کو قانون شکن اور دہشت گرد گردہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ ۹ افریقہ کا حملہ اور اقوام عالم کے درمیان اسلام کے خلاف ذہن سازی:

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملے نے پوری دنیا کو چھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ دنیا ابھی اس حادثے کے غم سے جاگیر بھی نہ نکلتی تھی اور بلوں کے نیچے سے انسانوں کی کھری ہوئی لاشیں نکلی بھی نہ تھی کہ امریکی یہودیوں نے اپنے خفیہ منصوبے کے مطابق اس سانحے کا پورا الزام عرب مسلمانوں پر رکھ دیا۔ ایشیائی و فرانسیسی ماہرین کو حیرت بھی ہوئی کہ جس ملک کی خفیہ ایٹمی جنس سرور کو دوسرے ممالک کی تخریب کا یوں کاظم ہو جاتا ہے وہ اپنے ملک میں بیٹھے بیٹھے خراب باتوں کی شاعری کر دیا کرتے ہیں مگر انہیں امریکی تاریخ میں ہونے والے اس عظیم حادثے کے لیے رچی جانے والی خطرناک سازش کاظم کیوں کر نہ ہو سکا؟ امریکہ اپنے ملک میں چھوٹے سے چھوٹے مسائل پر تحقیقات کا حکم نافذ کرتا ہے مگر اس گہری سازش کی نقاب کشائی کے لیے اسے کسی تفتیش و تحقیق کی ضرورت کیوں نہیں محسوس ہوئی؟ دہوش مند انسانوں کی طرف سے اس طرح کی درجنوں آوازیں ابھریں مگر یہودی ذرائع ابلاغ کا ٹیکسٹر فورشور "حملے کے پیچھے اسلامی عرب دہشت گردوں کے ہاتھ ہیں" نے ان کی کڑوہ صداؤں کو دہا کر رکھ دیا۔ مگر جب ذاتی طور پر ماہرین اور دانشوروں کی خفیہ تحقیقات اپنے نتائج پر پہنچیں تو سننے اور پڑھنے والوں کے دماغ ماؤف ہو کر رہ گئے۔

اتحادیہ کا حملہ دراصل امریکی وسائل اور یہودی دماغوں کا نتیجہ ہے جس کی کوششیں ۲۲ سال قبل روس کے زوال کے بعد شروع کر دی گئی تھیں۔ اہل یہودی کی جانب سے یہ افواہ سازی بڑی زور و شور سے کی گئی کہ آئندہ صدی اسلام کی ہوگی۔ اس کا نظریہ اور اس کی تہہ بپ پوری دنیا پر چھا جائے گی اور اگر اس کا مقابلہ ہوگا بھی تو صرف مغربی تہہ بپ سے ہوگا۔ اسلام کے تئیں امریکہ کے اعلیٰ عہدیدار یہودیوں کا خوف اور اس کو دہشت گرد ثابت کر کے کھنجر استی سے منانے کے لیے مختلف مواقع پر جس طرح کے بیانات انہوں نے دیے ہیں ان سے ان کے عزائم کا اندازہ



کا ہوتا ہے۔

① ۱۹۹۰ء کے موسم بہار میں امریکی خارجہ پالیسی کے یہودی گروہنری کسنجر نے بین الاقوامی تجارت کی سالانہ کانفرنس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "اب صورت حال یہ ہے کہ مغرب کے سامنے عالم عربی و اسلامی میں جو نیا دشمن ہے اور جس کا اس کو سامنا ہے وہ اسلام ہے۔"

② کسنجر نے دوسرا بیان ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو چھ اس طرح دیا کہ: "اسلامی تشدد اور دہشت گردی کے خلاف کل کے بھانے آج ہی جنگ کا آغاز کرو دینا چاہیے۔"

③ دسمبر ۱۹۹۳ء میں ایک فریج رسالے "لیوڈ ویلو میٹ" نے ایک مضمون شائع کیا جس میں لکھا کہ: "اسلام کے خلاف جنگ صرف فوجی میدان میں نہیں ہوگی بلکہ ثقافتی اور تہذیبی میدان میں بھی معرکہ آرائی ہوگی۔"

اسلام کو دہشت گرد ثابت کر کے اقوام عالم کو اس کے تین نفرت وعدوات پیدا کرنے میں اہل یہود نے چار

فصلوں کا استعمال کیا۔

④

آج ہالی وڈ صرف مغربی فلموں کا ایک سینٹر نہیں بلکہ اسلام کے خلاف یہودیوں کا ایک بہت بڑا قلعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں ایک صدی سے فلموں کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف عالمی بینائے پر نفرت و کدورت پھیلانے کا سلسلہ جاری ہے۔ ان فلموں کا بنیادی محور یہی رہا ہے کہ عالم عرب تباہ کن ہتھیار کے مالک ہیں جو انسانیت کے لیے ایک بڑا دھم تو ہے۔ لیکن مغربی ممالک جو اس کے داعی ہیں وہ اقوام عالم کی طرف سے مدد اخذ کرتے اور ان کے بنیادی حقوق کے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں نیز ان کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنانے میں کسی قسم کی قربانی

میں دیکھا جاتا ہے۔

اہل یہود نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے لیے بھی جو تیاریاں کی تھیں ان میں میڈیا کو بھی ہتھیار کے طور پر بھرپور استعمال کیا۔ چنانچہ میڈیا پر قابض ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقوام عالم کی ذہن سازی کرنا، اقتدار اور شہرت کے لیے چند مسلم حکمرانوں کی صورت میں اپنے ایجنٹوں کو ان کی مغرب دشمنی کا غیر معمولی پروپیگنڈہ کر کے انہیں مسلمانوں کی نظر میں ہیرو بنانا اور پھر ان سے عالم اسلام میں اپنے منصوبوں کے تحت کام لینا۔ چنانچہ

اس امر میں مصطفیٰ کمال پاشا کو غاری بنا کر قتل کے خلاف کون جاکر آیا

① جمال عبدالناصر کو امریکی دشمن بنا کر اس کے ہاتھوں ہزاروں مظلوم مصری باشندوں کا قتل عام کرنا۔

② صدام حسین کو امریکی دشمن بنا کر پہلی خلیجی جنگ میں عراق کے مظلومین کا خون ناحق بہانا، مغربی رنگ میں رنگے کویت کو خلیجی جنگ کے بھانے طاقت فراہم کرنا۔

③ دوسری خلیجی جنگ میں صدام کی گرفتاری کے بھانے عراق کو تباہ و برباد کر کے امریکنی ریاست کو استحکام بخشنا۔

④ کرگل معرقتہذیبی کو مغربی ہاتھوں امریکہ مخالف کے طور پر نمایاں کر کے عالم اسلام میں انہیں بطل جلیل کا خطاب دلوانا اور پھر اپنے اشاروں پر وہاں کے عوام کو مغربی تہذیب کا خوشگرم کرنا۔

⑤ خطرناک دہشت گرد کے طور پر اسامہ بن لادن کا ہوا کھڑا کرنا۔

⑥ اسلام کے خلاف موافق و مخالف خبریں پھیلانا:

اہل یہود نے غیر یہود بالخصوص مسلمانوں کے بارے میں مخالف اور موافق دونوں طرح کی خبروں کو مسلسل سے پھیلانے کا منصوبہ تیار کیا تاکہ کوئی تیسری آواز سنائی نہ دے سکے۔

⑦ اپنی علامات کی قربانی دینا:

اہل یہود نے اسلام پر دہشت پسندی کا الزام عاید کرنے کے لیے اپنے ہی ہاتھوں اپنی علامتوں اور نشانات اتارنا و کھٹکانے کا منصوبہ بنایا تاکہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا بہانہ بنا لیا جائے۔ جو ان کے لیے سب سے زیادہ سودمند ثابت ہوا۔

امریکہ جرمنی اور جاپان اقتصادی منظرانے میں عالمی سطح پر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں مگر پچھلی دو صدیوں سے امریکہ زبردست معاشی خسارہ اور اقتصادی گراؤت سے دوچار ہے اس نے اپنے سپر پاور رہنے کی ہوس میں جرمنی اور جاپان کو اپنی فوجی صلاحیتوں سے محروم رکھا اور خود 200 ارب ڈالر سالانہ جدید ہتھیار کی تیاری اور فوجی بجٹ پر صرف کر رہا ہے۔ اپنے بجٹ میں وہ ۶۵ فیصد اس میں خرچ کرتا ہے جب کہ اقتصادی ترقی اور صنعتی تحقیقات میں صرف ۲ فیصد۔ نتیجے میں صنعتی پیداوار میں بھی ایک گراؤت اس کے ساتھ ہر دو ترقی کرنے اور تجارتی خسارہ وغیرہ سے وہ شدید طور پر دوچار ہے۔ ماہرین اقتصادیات کہتے ہیں کہ امریکہ کی اقتصادی حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ امریکہ پر ہر دو ترقی فرض ۳-۴ کرب ڈالر ہے۔ ماہرین قانون و اقتصادات یہ بھی کہتے ہیں کہ: امریکہ کی اقتصادی بد حالی کو قانون سازی سے دور نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ کوئی قوی ساتھ پیش آجائے۔

آٹھ ارب یہودیوں کی ناپاک سازشوں کے نتیجے میں وہ قوی ساتھ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کی صورت میں آیا تاکہ



ان کو بنیاد بنا کر وہ جنوب وسطی ایشیا بحر تہذیب کے علاقوں پر افغانستان کو قربانی کی حیثیت چڑھا کر تائیس ہونے کے ساتھ ساتھ خلافتِ عظمیٰ ملکوں سے کہیں زیادہ قدرتی تیس پٹرول "سوئے" چاندی "فولڈ" قیمتی دھاتوں اور معدنیات سے مالا مال ہیں۔

افغانستان پر حملے کے جواز کے لیے ہی اس نے اسامہ بن لادن پر ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کا ذریعہ اہم قرار دیا ہے کہ وہ اس سے اپنی دشمنی و دشمنی کا اعلان کرتا رہا مگر اسے عالمی دہشت گرد اور اس کے مذہب کو دہشت گردی کا مذہب قرار دے کر اسے ایک تیسرے دور کا کرنا تھا جو نہایت خوبی کے ساتھ اس نے انجام دیا۔ امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی وجہ سے اسلام کی آفاقیت اور حقانیت عیسائیوں پر مشکف ہو رہی تھی اور عیسائیوں کی ایک اچھی تعداد اسلام قبول کر کے ایمان و یقین کے اچالے میں آ رہی تھی جب کہ یہودیوں کی تعداد میں اچھی خاصی کمی واقع ہوئی تھی۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر امریکہ کے سرکردہ یہودیوں نے حملہ کر کے نہ صرف اپنے اقتصاد کو مستحکم کرنے کی طرف پیش قدمی کی بلکہ اسلام کو دہشت گردانہ نظریات کا مذہب قرار دے کر مسلمانوں کے خلاف عالمی میدان پر نفرت و عداوت کو ہوا دیا اور پوری دنیا میں اس کے آفاقی نظریات کو داغدار کرنے میں یگدی کر دار ادا کیا۔

دہشت گرد تنظیموں پر نظر رکھنے والے امریکی مبصرین نے اپنی تحقیقات کے نتیجے میں یہ اس وقت واضح کر دیا تھا کہ حملے میں جن وسائل اور ناموں کی ضرورت تھی اسامہ اور القاعدہ ان کی متحمل نہیں مگر میڈیا نے جن پر یہودیوں نے قبضہ کر رکھا ہے ان تحقیقات کو تکرار کر دیا۔ ہوا دیا۔ عالم اسلام ہمیشہ ان فراموشی اور امریکی اسٹاروں کا احسان مند رہے گا جنہوں نے اپنے شمیر کی آواز پر بنام انسانیت تمام داخلی مشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے امریکہ کے حملوں کی نقاب کشائی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ ان حملوں کے پیچھے کسی اور کا نہیں بلکہ خود ان امریکی یہودیوں کا خطرناک ہاتھ تھا جو بن حکومت میں اعلیٰ صاحب پر فائز ہیں۔

اس سلسلے میں غدار الخلیفہ ندوی لکھتے ہیں کہ: ذیل میں فرانس اور امریکہ کے محققین کی تحقیقات اور دلائل کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جو کہ الا شاعت انٹرنیشنل عربی مفت روزہ "المجتمع" اور مشہور عربی اخبار "القدس" نے اپنے ہفت روزہ شماروں میں شائع کیا ہے۔

امی حال میں متاثر فراموشی مصنف اور مشہور محقق شری میں کی ایک کتاب "ایک خطرناک جھوٹ۔ ایک حیا کفر" کے نام سے مارکیٹ میں آئی اور دیکھتے دیکھتے صرف دو گھنٹے میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ مصنف کے دلائل اور دلائل کو جو بھی دیکھے گا وہ اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ اگر تجربہ کار حملوں کے سلسلے میں امریکہ اور عالمی میڈیا نے

جو پروپیگنڈہ کیا وہ سو فیصد جھوٹ ہے۔ یہ دراصل ایک اندرونی بغاوت تھی اعلیٰ فوجی اہل کاروں کی طرف سے۔ مقصد صدر بنش کو اپنی پالیسی تبدیل کرنے کے لیے مجبور کرنا تھا۔ دنیا کو حیرت تھی کہ قیامت گزری اور امریکی خلیفہ انجینیئروں کو پیشگی اس کی ہینک بھی نہیں ملی حالانکہ امریکہ دوسرے ملکوں کو اطلاع دیتا ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت ہونے والی ہے تمہاری کرسی چھیننے والی ہے۔ مصنف نے انکشاف کیا ہے کہ جو کچھ ہوا خلیفہ انجینیئروں کی آنکھوں کے سامنے ہوا اس لیے کہ انہوں نے اس کی منصوبہ بندی کی تھی۔ کاروائی کرنے والوں نے دائروں میں کام کرنے والوں میں سے پیشتر کو پیشگی اطلاع دیدی تھی کہ نقصان کم سے کم ہو سکے گا کہ حادثہ کے وقت دائروں میں بہت کم لوگ تھے حالانکہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں چالیس پچاس ہزار آدمی رہتے تھے۔ مصنف نے کئی ایسے سوالات اٹھائے ہیں جن سے مصنف کے دعوؤں کو تقویت ملتی ہے مثلاً صدر بنش پر پورے دن فوجی ہیڈ کوارٹر میں چھپے رہے جب کہ اپنے نائب کو وزارت دفاع میں بھیج دیا۔ مصنف اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں دراصل تمام خلیفہ کتبیاں دہشت گردوں کے ہاتھ آ گئی تھیں۔ وہ ان کے ذریعہ نیوکلیمائی دھماکہ کر سکتے تھے فوج کو کچھ بھی ہدایات دے سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر بنش فوجی اڈوں میں ناچتے پھر رہے تھے تاکہ صورت حال کو مزید دھماکہ خیز ہونے سے روک سکیں۔ مصنف بتاتے ہیں کہ اس دن وائٹ ہاؤس میں بھی آگ لگ گئی تھی جس سے اس کا ایک حصہ جل کر خاکستر ہو گیا لیکن اس کو چھپایا گیا۔ مصنف پوچھتے ہیں کہ کیا انتہائی حساس اور ایسے راز کو جن پر ملک کی سلامتی اور اس کی بقا کا انحصار ہے باہر کے چند دہشت گردانہ ہتھیار سے چھپا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! انسانییت یہودیہ کی زور پر:

آج اہل یہود گری مغربی کے اس دہانے پر کھڑے ہیں جہاں وہ اپنے آپ کو "خیر امت" سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اقوام عالم پر سکرانی کے لیے کائنات میں اپنے ناجائز تصرفات کی وجہ سے وہ "خدا کی اختیار" کا دعویٰ پیش کرتے ہیں۔ اپنی آواغاف اور دعاؤں میں کثرت سے سلطنت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے تذکرے نے انہیں ایسی سربانی کیفیت سے دوچار کر رکھا ہے کہ اب وہ اپنے مقدس ماضی کی بازیافت کے لیے انسانی لہوی ارزانی اور ان پر وحشیانہ مظالم سے دریغ نہیں کرتے۔ ماضی میں وہی رہائی "قورات" کی وجہ سے مالک کون دہکانے نے انہیں اقوام عالم پر سیادت بخشی تھی مگر انہوں نے بددیانتی اور بدقشائی کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا بدناما داغ اپنی لوح پیشانی پر محرم کر لیا اور اس خدا کی نعمت سے بھی محروم کر دیے گئے جس کے نشے میں منور ہو کر وہ شیطانیت کے نگار پر کھڑے ہو چکے تھے۔ وہی رہائی کی فصل میں جو کتاب انہیں عطا کی گئی تھی وہ ان کی بٹائی ہوئی سرزمین پر جینے کے لیے ایک



رہنمائی مگر اس علیہ کی وہ گہبائی ذکر سکے اور اب آسمانی کتاب کی صورت میں جس تورات کو وہ اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں وہ ہلودی شاریں کے تصرفات اور تحریکات کا وہ صیونی منصوبہ ہے جس کے ذریعے وہ اقوام عالم پر حکمرانی کو اپنا پانچواں حق تصور کرتے ہیں اور جس کا مطالعہ انہیں اپنے رواجی مذہب سے اعراف و احوال و انصاف کے راستوں نے اپنی آرزوں کی تکمیل کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کی معتبر کتاب تلمود اور موجودہ تورات غیر یہود خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں کے بارے میں انہیں کن کن ذریعے عقائد و خیالات کی تعلیم دیتی ہیں۔ ان کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: جن تعلیمات پر گامزن ہو کہ وہ زندہ لاشوں کے ڈھیر میں اقوام عالم پر اپنی سیادت کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

① یہودی اللہ کی منتخب قوم ہے غیر یہودی جانوروں سے بدتر ہیں۔

② ہم یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے خدمت کے لیے دو طرح کے جانور عطا کیے ہیں۔ ایک تو گدھے، کتے، خنزیر، مختلف قسم کے پرندے۔ دوسرے مسیحی، مسلمان اور بدھت وغیرہ

③ ہر یہودی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دون میں تین یا تیسویں پر لخت پیچھے اور یہ دعائے گے کہ اللہ تعالیٰ مسیحیوں کو نیست و نابود کر دے۔

④ کوئی ریاست خواہ اپنے اندرونی خلفشار کی وجہ سے خود ختم ہو جائے یا باغلی انتشار سے بیرونی دشمنی کے لیے نالہ و زاریاں نہ دوں صورتوں میں یہ ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گی۔ اس صورت حال تک کہ ہم ہی پہنچا سکتے ہیں۔

⑤ طاقت اور فریب کاری سیاسی میدان میں خصوصی طور پر کارآمد چیز ہیں ان کے ذریعے دوسروں کو ہم کو ہانپانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے..... بشرطیکہ اسے ہوشیاری سے اور دبیز پردوں میں ملوف کر کے استعمال کیا جائے۔ ان حکمرانوں کے لیے جو اپنے تاج شاہی کو کسی نئی طاقت کے ایجنٹوں کے قدموں میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ دہشت و بربریت نہ کرو یا کے ذریعے انہیں اپنی راہ پر لگایا جاسکتا ہے۔

⑥ اگر دشوت، دغا و فریب نیز غداری و بے وفائی کے حربوں سے کام لیا ہی ہو سکے تو ان کے استعمال سے قطعاً گریز نہیں کرنا چاہیے۔

⑦ غیر یہودی پر اچھی طرح واضح کر دینا چاہیے کہ ہم ہر گستاخی اور بے ادبی کا سر کھٹکے کو روک سکتے ہیں۔ اس معاملے میں ہم سخت بے رحم ثابت ہوں گے۔

⑧ یہودیوں کے لیے جمہوریتیں نہیں لکھا اور جمہوریت کو اپنا دینا جائز ہے تاکہ وہ غیر یہودیوں کو نقصان پہنچا سکیں۔

⑨ مسیحیوں کا قتل ہر یہودی کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ اگر یہودی مسیحی کو قتل نہ کرے تو ان کے قتل کے اسباب مہیا کرے یا پھر ان کی بربادی کے اسباب فراہم کرے۔

⑩ یہودیوں کے لیے غیر یہودی کا مال ہڑپ کر جانا جائز ہے، غیر یہود اقوام کی جان و مال کو جس طرح چاہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

⑪ ترقی پسند اور دشمن خیال کہلانے والے ممالک میں ہم نے لغو فحش اور قابل نفرت قسم کے ادب کو پھیلے ہی سے فروغ دے رکھا ہے۔ عنان اقتدار سنبھالنے کے کچھ عرصے بعد ہم عام کی تقریروں اور تفریحی پروگراموں کے ذریعے حزب اخلاق ادب کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے۔ ہمارے دانشور جنہیں غیر یہودی کی قیادت سنبھالنے کی تربیت دی جائے گی، ایسی تقاریر اور مضامین تیار کیا کریں گے جن سے ذہن فوراً اثر قبول کریں گی تاکہ نسل ہماری متعین کردہ راہوں پر گامزن ہو سکیں۔

⑫ یہ امر نوٹ کیا جانا چاہیے کہ دنیا میں اچھے لوگوں کی بہ نسبت برے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے ان پر کامیاب حکمرانی جو روشہ دار و دہشت گردی کے ذریعے ہو سکتی ہے، علمی بحث و مباحثوں سے نہیں۔ ۱۱

انسانیت کے خلاف ان کے افکار و خیالات اور خطرناک عزائم کے یہ چند نمونے ہیں جو آجکھ والوں کو جہرے آدموزی کی دعوت دیتے ہیں۔ اب اگر اہل یہود سلطنت آل داؤد کی واپسی کے لیے بین الاقوامی سطح پر انسانیت کو دار پر چڑھانے کے درپے ہیں تو ہمیں تحیر نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ جب کسی مذہب کے پیروکار اپنے دین سے منحرف ہو جاتے ہیں تو ان کے اندر ایسی قوی گروہ بندی، تہذیبی و تاریخی عصبیتیں، انسانیت سوز سرگرمیاں اور عریانیت و فحاشی کے جراثیم وجود پاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آج اسرائیلی ریاست اپنے شر پسند قائدین کی سربراہی میں انسانیت کے ساتھ نہایت سفاکی اور ظلم و جفا کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اب چون کہ ان کی سیادت کی راہ کا سب سے بڑا کاغذ داغی حریف اسلام ہے اس لیے وہ اسلامی نظریہ کو دہشت گردی سے موسوم کر کے اسے کھٹکے کے لیے اقوام عالم کی طرح طرح سے ذہن سازی کر رہے ہیں۔ مگر یہ تو مذہب عالم اور قوموں کی تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ ہی بتائے گا کہ کون دہشت گردی کے فروغ کی تعلیم دیتا ہے؟

اقوام عالم بالخصوص اسلامی مملکتوں کو آج اپنی غفلتوں اور فروگزاشتوں کا جائزہ لینا ہوگا، آپسی اختلافات، لاساصل سیاسی پیکار اور تہذیبی تصادم کے نتیجے میں انسانیت کے دشمنوں کے ہاتھوں کو ہم نے استحکام بخشتا ہے اور آج حال یہ ہے کہ ہمارا ہمارے والا قوم اس کی رضا کا تاج ہے۔ اگر آج بھی ہم نے آپسی پر خاش کو ہمارا کران کی





دین و ایمان کی حفاظت ہے جہاد  
 آبروئے قوم و ملت ہے جہاد  
 غرض و غایت ہے فقط اعلاء حق  
 یہ جہاں ہے عرصہ جہد البقاء  
 قتل و خون دہشت گردی ہے اور کچھ  
 طمع مال و ملک گیری سے بعید  
 لقم و ضبط و خلق عالی شرط ہے  
 فتح مکہ سے یہی ثابت ہوا  
 فدیہ خون شہیدان العجب  
 اذن عفو قاتلان سے ہے عیاں  
 ہوں سپر انداز اعدا تو معا  
 خون ناحق بے گناہوں کا نہیں  
 ممنوع ہے قتل اطفال و اناث  
 صنف نسوان اور ضعیفوں کے لیے  
 یہ سبق دینی ہے ارض گر بلا  
 حفظ تہذیب و ثقافت ہے جہاد  
 ساغر ذوق شہادت ہے جہاد  
 دین حق کی شانِ رفعت ہے جہاد  
 شیوہ اربابِ ہمت ہے جہاد  
 اور ہی شے درحقیقت ہے جہاد  
 نوع انسانی کی خدمت ہے جہاد  
 حلم و صبر و استقامت ہے جہاد  
 دافع بغض و عداوت ہے جہاد  
 طروفہ ایثار و قوت ہے جہاد  
 علم و حکمت کی اشاعت ہے جہاد  
 عفو عامہ کی وثاقت ہے جہاد  
 امن عالم کی ضمانت ہے جہاد  
 ضامن رحم و اعازت ہے جہاد  
 مرہم خلق و مروت ہے جہاد  
 بے نیاز خوف و دہشت ہے جہاد

ساتھوں کی نقاب کشائی میں اپنی جہانپنا، نفی، مادی اور فکری طاقتوں کا مظاہرہ نہ کیا تو انسانیت کا لہجہ یوں ہی ارزاں ہوتا رہے گا۔ اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے اگر مہتر جیسے حیلے کیے جاتے رہیں گے اور مشرق وسطیٰ میں فلسطینیوں اور عربوں کی عزتیں یوں ہی لٹی رہیں گی۔

### ﴿حوالہ جات﴾

۱۔ فنِ صحافت: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ص: ۳۳۵، مطبوعہ مکتبہ کاروان لاہور

۲۔ آج کل: شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۲۵

۳۔ البشائر، ص: ۲۷

۴۔ گلچین بیورو: پال فٹو لے مٹر جم سعید روی، ص: ۳۹۲، مطبوعہ ملی پبلی کیشنز دہلی

۵۔ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۱۱۰، مطبوعہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

۶۔ بیورویت سے عالم انسانیت کو خطرہ: بحوالہ نفس صمد، ص: ۱۲۶

۷۔ گلچین بیورو: پال فٹو لے مٹر جم سعید روی، ص: ۳۳۵، مطبوعہ ملی پبلی کیشنز دہلی

۸۔ جدید صحافت اور ابلاغ عامہ: ثاقب ریاض، ص: ۲۱۵، مطبوعہ اردو سائنس بورڈ لاہور

۹۔ گلچین بیورو: پال فٹو لے مٹر جم سعید روی، ص: ۳۰۵، مطبوعہ ملی پبلی کیشنز دہلی

۱۰۔ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۳۳

۱۱۔ بیورو پریو کوکڑ: مٹر جم محمد نجی خان، مطبوعہ ملی پبلی کیشنز دہلی



### ﴿تجدید سالانہ ممبر شپ برائے ماہنامہ العاقب﴾

ماہنامہ ”العاقب“ کے تمام مستقل سالانہ ارکان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ان کی سالانہ ممبر شپ برائے 2009-2010 مکمل ہو چکی ہے۔ جنوری 2010ء سے رسالہ کی حسب معمول فراہمی کے لیے جلد از جلد مبلغ 300 روپے (برائے جنوری 2010ء تا دسمبر 2010ء) کے لیے ارسال فرمائیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اشاعت دین مبین کے مقدس مشن میں حصہ دار بن جائیں۔







کر گیا اور بد باطن یہود اور منافقین نے اعتراضات شروع کر دیے۔ ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپ کی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ ”محمد ﷺ“ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ آپ کا حقیقی بیٹا ہی کب تھا کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی صورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ جائز ہی ہو سکتا تھا۔ آخر اس کا کیا ضروری ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ ”مگر وہ اللہ کے رسول ہیں“، یعنی بیٹھتے رسول ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جس حلال چیز کو تم نے رسماً حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تعصبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلت کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ پھر مزید تاکید کے لیے فرمایا ”اور وہ خاتم النبیین ہیں“، یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے۔ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ایک نبی کے زمانے میں نافذ ہونے سے رو جائے تو بعد میں آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دیتا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول نے نہیں آنا لہذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ نبی کریم ﷺ خود ہی کر کے جائیں۔ اب نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور حضور ﷺ ہی اس سلسلہ الذہب کی آخری کڑی ہیں۔ اب کوئی نیا نبی اور کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔

ہرم آخر کا شیخ فروزاں ہوا نور اول کا جلوہ ہمارا نبی قارئین! تو حید خداوندی کا عرفان حاصل کرنے اور اس کا پرچار کرنے اور خوش ساختہ خداؤں اور ابلتیں چالوں سے چٹا ہر ایک کے بس میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہبری کے لیے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسانیت کو فریب نفس سے نکالنے اور پست خیالی سے بچنے کے لیے الہامی راہنمائی عطا فرمائی۔ انسانی زندگی کے طویل سفر میں متعدد وجود و نظر آتے ہیں جو اس انحطاط و ظلم کا الزام کرتے رہے۔ یہ وہ مقررہ صفات و وجود تھے جنہوں نے انسانیت کے خدا و خال سوارانے کا فریضہ انجام دیا۔ یہی منتخب افراد انسانیت کے قافلہ سالار اور شعور دا گئی کے راستے کے نقیب تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت انہی فرستادگان حق سے عبارت ہے اور حضور اکرم ﷺ اس قافلہ رشد و ہدایت کے آخری پیغامبر ہیں۔ نبی محترم ﷺ سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں۔ آپ کی بعثت ان تعلیمات کا آخری حوالہ ہے جو موعود محل کی متابعت سے نازل کی جاتی رہی ہیں۔ رسول کریم ﷺ

کا پیغام ان الہامی تعلیمات کا قطعاً عروج بھی ہے اور آخری حوالہ بھی کہ ”نعت تمام ہوئی“ دین مکمل ہوا اور آپ کا لایا ہوا دین رضاء خالق کا حال ٹھہرا۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿الْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَانْمَعْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ اب کسی اور راہ پر اور اور فوضہ ہدایت اور ضابطہ حیات اور نظام عمل کی ضرورت نہ رہی۔ اس لیے یہ ہدایت ہمہ جہت بھی ہے اور بے لاگ بھی۔ انسانیت کو اپنی زندگی میں ایسا کامل راہنما میسر آ گیا جس کا اسوہ کامل بھی ہے اور حسن و جمال کا پیکر بھی، جس کی سیرت و تعلیم جامع بھی ہے اور دینی و دنیوی بھی، وہ آسمانی جو بیک وقت شہرِ مکہ کی پر خاں راہوں سے بھی آگاہ ہے اور لامکان سے نوری راستوں سے آشنا بھی۔ اس نبی مکرم ﷺ نے انسانی شعور کو اگلی سیرت کو استواری، معاشرت کو خوش ادبائی، اور دنیا کو سلیقہ مندئی، عقائد کو راقی اور دنیا کو امن و سلامتی کی خیرات عطا کی۔ اس لیے اب کسی اور راہ یا اور روش کی ضرورت باقی نہ رہی۔

قارئین! نبی کریم ﷺ سے پہلے لوگ انکار نبوت کے مرتکب ہوئے تو عذاب نازل ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد بعض بد فطرت ادعاے نبوت کے مجرم ہوئے تو قلمت اسلامیہ کو سرکونی کا حکم دیا گیا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ خالق کی قدرت سے بغاوت اور عظمت نبوت کے خلاف سازش بھی ہے۔ کوئی معاشرہ نظریات سے انحراف اور افتاد و بھجوتی کے خلاف سازش کو برداشت نہیں کرتا۔ یہ آئین اسلام کی خلاف ورزی بھی ہے اور سماجی اضطراب کا شکار بنا بھی۔ رسول کریم ﷺ نے ہر وہ رواد و وہی بند کر دیا جس سے یہ فتنہ برپا ہو سکتا تھا۔

معزز قارئین! ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقائد میں سے ایک ہے جس پر امت کا اجماع رہا ہے۔ امت کے اندر شدید اختلافات بھی پیدا ہوئے مگر اس کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا تو اس کو مرتد قرار دیا گیا۔ اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔

یہ سعادت خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر نائبِ نبوت الوریٰ فاتحِ لاہور حضرت علامہ پیر سید میر علی شاہ گوڑوی قدس سرہ تک نامتین رسالت کو حاصل ہوتی رہی۔ یہاں یہ بات بھی غرض نظر رہے کہ وہ عیان نبوت حضور علیہ السلام کی نبوت کے منکر نہیں تھے بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ ان کی رسالت کو بھی تسلیم کرتے تھے جیسا کہ سید کذاب اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ۔ چنانچہ سید کذاب نے حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں جو میرزا رسال خدمت کیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے کہ میں



مسئلہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ کے کہ یہ خط سیر کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ جبکہ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے لکھا کہ میں محمد رسول اللہ الی مسیحیہ الکذاب السلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد! فان الارض للہ ویرثها من یشاء والعاقبة للمتقين کے معنی "مسلمانی ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ اما بعد یہ ملک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور بہتر انجام متقین کے لیے ہے۔" اس جواب سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "کذاب" تحریر فرما کر اس کے دعویٰ نبوت کی تردید فرمائی اور دعویٰ نبوت بطور اظہار یا رد بھی تسلیم نہیں کیا اور برطانوی رولز ایک رسول کی حیثیت سے ظاہر کر دیا اور پوری قوت سے تنقید کیا۔

نیز سیرۃ الکذاب کے ہاں جو اذان مروی تھی اس میں بھی "اشہد ان محمد رسول اللہ" کہا جاتا تھا اس کے بعد جو امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور ادا جب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اسے گھر کر دار تک پہنچایا اس طرح اسلام کی ساری تاریخ میں جب بھی کسی فتنہ پرداز شخص نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا نام گرامی کر فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ جو ہر جمل شئی علیم ہے نے یہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں تو پھر حضور ﷺ کے بعد جس نے کسی کو بھی اسی اہداز میں نبی مانا اس نے ارشاد خداوندی کو چیلنا اور وہ اپنے اس عقیدہ کو فاسدہ کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

عربی لغت اور خاروے کی زوے "فتم" کے معنی ہو گئے "بند کرنے" آخر تک پہنچ جانے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔ اہل لغت کی تصریح کے مطابق خاتم کی تاہر زوہر یا دیر اس کا معنی "آخری" ہی ہے۔ قرآن مجید میں ہے "وہو ختامہ مسک ای، آخرہ مسک" یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں مسکوری کی خوشبو آئے گی۔ اہل لغت خاتم کی تصریح اس طرح کرتے ہیں۔

① "وہو ختم العمل" کے معنی ہیں "خروج من العمل کے کام سے فارغ ہو گیا" یعنی عمل ختم ہو گیا۔

② "وہو ختم اللہ لہ بخیر" کے معنی ہیں "خدا اس کا خاتمہ بالخير کرے۔"

③ "وہو ختم القوان ای بلغت آخرہ" کے معنی ہیں "نہ قرآن آخر تک پہنچا۔"

④ "وہو ختمہ الشیء" کی چیز کا آخر۔

⑤ "وہو ختم الاناء" کے معنی برتن کا بند بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔

⑥ "وہو ختم الکتاب" کے معنی خط بند کر کے اس پر مہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔

⑦ "وہو ختم القلب" کے معنی دل پر مہر لگا دی تاکہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے نہ پہلے سے بھی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔

⑧ "وہو ختم کل مشروب" کے معنی ہر چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے۔

⑨ "وہو ختمہ کل شی ای عاقبتہ و آخرتہ" کے معنی ہر چیز کے خاتمہ سے مراد اس کی عاقبت اور آخرت۔

⑩ "وہو ختم القوم ای آخر ہم" کے معنی اس سے مراد قبیلہ کا آخری شخص۔

یہ مذکورہ تفریق معروف کتب لغت لسان العرب، قاموس الصراح وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس بناء پر تمام اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لیے ہیں۔ اس مفہوم سے ہٹ کر کوئی دوسرا معنی اور مفہوم لینا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ منکرین ختم نبوت لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم البشر یا خاتم الانبیاء یا خاتم المرسلین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر ان القاب کا استعمال یہ مفہوم نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو انبیاء کی درجے کا جاہل ہو اور زبان کے قواعد سے ناواقف ہو۔ مجازی معنی کبھی حقیقی معنی نہیں بنا کرتے۔ جب کوئی آدمی یہ کہے کہ "وہو ختم القوم" کے معنی ہیں کہ اس کا یہ مفہوم نہیں ہوگا کہ قبیلہ کا فاضل و کامل آدمی آ گیا ہے۔ یہ بات بھی نظر میں رکھنی چاہیے کہ القاب عطا کرنے میں خالق اور مخلوق میں فرق ظاہر ہے۔ انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعتراف کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق یہ کہو کہ "وہو ختم القوم" اس پر ختم ہو گئی ہے تو پھر کوئی دینہ نہیں کہ ہم اسے بھی انسانی کلام کی طرح مجازی سمجھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو خاتم البشر یا خاتم الانبیاء یا خاتم المرسلین کہا تو یہ تو غیر ممکن ہے اس کے بعد کوئی نبی ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسان کا



کہ تمام اشعار کہہ دیا آخر ایک درے میں کیسے ہو سکتا ہے؟

۱۱۔ نبی اقرآن کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں عربی زبان کی لغات سے بھی بڑی مدد ملتی ہے لیکن اس سلسلہ میں قول اللہ تعالیٰ آخر حضور ﷺ کی بیان کردہ تشریح ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں۔ علیہ السلام کے درج ذیل ارشادات میں خاتم النبیین کے متعلق معنی سماعت فرمائیں۔

۱۲۔ امام بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ قال النبی ﷺ ان لم یصل الانیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فحصل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة فانما اللبنة وانا خاتم النبیین کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے میری اور مجھ سے پہلے گزرنے والے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد بھرتے اور اس کی خوبی پر اٹھتا تعجب کرتے تھے۔ (ایک اینٹ کی خالی جگہ نہ کر) کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں آخری نبی ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ آپ کی ایک جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی اور آئے)

اس جامع معنی تیز اور بصیرت افروز حدیث کو امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابوداؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا۔

۱۳۔ امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی کہ قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالة والنبوة لقد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

۱۴۔ علامہ عالم خاتم الانبیاء ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔

۱۵۔ امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی کہ قال النبی ﷺ لو کسان بعدی نبی لکن عمر بن الخطاب کہ اگر میرے بعد کسی کا نبی ہوتا ممکن ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

۱۶۔ امام بخاری اور امام مسلم نے کتاب الفضائل صحابہ کے عنوان سے یہ حدیث روایت کی کہ قال رسول اللہ ﷺ

لعلی امت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمودہ چونکہ ہارون ہوتے وقت حضرت علی کریم وچہ کو مدینہ طیبہ میں شہر نے کا حکم دیا کہ آپ کچھ پریشان ہونے تو حضور ﷺ نے فرمایا "میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۱۷۔ امام ابوداؤد نے کتاب المغن میں حضرت ثوبان سے روایت کی کہ قال رسول اللہ ﷺ وانه سيكون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۸۔ امام بیہقی نے کتاب الروایاں میں یہ حدیث روایت کی کہ قال رسول اللہ ﷺ لا نبی بعدی وامت بعد امتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت نہیں)۔

مندرجہ بالا احادیث بکثرت صحابہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے والا نہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ کے بعد جو بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ وہ حال و کذاب ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں کہ وکونه خاتم النبیین مما به انطق الكتاب وصرحت به السنة واجتمعت علیه الامة کفیکفر مدعی خلافه ویقتل اصرہ کہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن و سنت نے کی ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے تو بہتہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

قارئین اقرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع کی ہے اور یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردے کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کا باطل دعوے کو تسلیم کیا ان سب کے خلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بالاتفاق جنگ کی اور انہیں کفر کا درجہ پہنچایا۔ یہ کاروائی صحابہ کرام کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی۔ اجماع



صحابہ کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور کے بعد پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیا کے اسلام میں ہر ملک کے علماء اسلام اس عقیدے پر متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو بھی اس منصب کا دعویٰ کرے یا س کو نبی مانے وہ کافر ہے اور خارج از ملت اسلام ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے موقع دکھا اپنی نبوت کی علامات پیش کروں۔ اس پر امام عظیم نے فرمایا کہ جو شخص اس سے اس کے دعوے کو کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ فرما چکے ہیں لا نبی بعدی۔

بعض لوگوں کے اذہان میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام قرب قیامت میں نازل ہوں گے تو پھر حضور ﷺ آخری نبی کیسے ہوں گے؟ علامہ زنجری صاحب تفسیر کشف اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسٰی علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ گویا حضرت عیسٰی علیہ السلام آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

قارئین! تعجب اس بات پر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا بھر کے مسلمانوں میں صد سالہ کوششوں اور کاوشوں کے بعد چند لاکھ کی داغ بھٹ، مفاد پرست نفری نے ہی نبی مانا اور باقی سوائے ارب مسلمانوں نے اس کو دجال اور کذاب قرار دیا۔ اس پر کوئی فکر کرے کہ انہوں نے اسے حقیقت مند پیدا کر لیے اور اسلام کو اتنی خدمت کی تو ہم گواہ کر دین گے کہ تم مرزا صاحب کو اس لیے نبی مانے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو لکھ پڑھایا۔ ہم اولیائے کرام کے دمرے میں آپ کو ایسے ملتا دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہ راہ پر گامزن کر دیا۔ خراجہ خوجا، گجاناوائی ہندوستان حضرت خواجہ مبین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں مشرکوں کو مشرف باسلام کیا۔ حضرت داتا گنج بخش سیوطی بھی رحمۃ اللہ علیہ کا دریائے فیض آج تک لشکانِ معرفت کی بنیاس بچھا رہا ہے۔ حضرات مشائخِ چشت اہل بہشت اور دیگر اولیائے کرام نے اسلام کی جو خدمات سر انجام دیں ان کے مقابلے میں ساری ذرہ بذر مرزا کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرے سے بھی نہیں۔

ان کا ارے نمایاں کے اوجردان حضرت نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا نہ مہدویت کا نہ مسیحیت کا نہ مطلق نبوت کا

نہ بردہ نبوت کا بلکہ انہوں نے ساری زندگی اپنے آپ کو غلامانِ مصطفیٰ ہی کہا اور اسی غلامی کو اپنے لیے باعثِ صداقت قرار دیا اور جو سعادۃ دارین سمجھا۔ حیف ہے اس شخص پر جو اسے بڑے بلند پایہ تک دعوے کرے اور حالت یہ ہو کہ جب خیر السادات علامہ دوراں نائبِ مٹھ اور شیخ سیدنا عزیز میر شاہ کیلائی گولڑی نے اس سے لکھ طیبہ کے معنی پوچھے تو اس کے ہوش اڑ گئے اور پھر جب اس نے اعجازِ ساج نامی کتاب بطور معجزہ پیش کی تو حضرت میر صاحب نے اپنی مشہور زاد کتاب سیفِ چشتیائی میں ایک سبک لکھ جھگ غلطیاں نکالیں اور خاص طور پر ”فسی مسیحین یومنا من شہر الصیام“ پر تو طلباء نے بھی آوازے کئے کہ قادیانی کا رمضان شریف 70 دنوں کا ہوتا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے خود عیسٰی ابن مریم بننے کے لیے عجیب و غریب تاویلات باطلہ سے کام لیا۔ خود ہی مریم بن کر عیسٰی کو جنم دے کر ابن مریم بننے میں ہیں اور قادیان کو دمشق کا نام دیتے ہیں اور اپنے لیے ایک منارہ بھی بنوائے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قادیانی کا سادہ بیٹ کی رو سے وہ منارہ جہاں عیسٰی علیہ السلام نے اترنا ہے وہ ان کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا اور یہاں تو یہ جموٹا مسیح موجود (مرزا قادیانی) آنے کے بعد منارہ خود تعمیر کروا رہا ہے۔ وہ مقام جہاں عیسٰی ابن مریم وصال کوئل کریں گے وہ ”لد“ ہے جو موجودہ اسرائیل میں ہے۔ قادیانیوں نے اس کی بھی بے جا اور بعید از عقل تاویلات کیں اور بالآخر تھک ہار کر یہ کہہ دیا کہ ”لد“ سے مراد لدھیانہ ہے جہاں سب سے پہلے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ ان تاویلات باطلہ سے اندازہ رہتا ہے کہ یہ ایک جموٹے کا ذب، بہرہ پر کا مرتع اور ملک ہے جو علی الاعلان کیا گیا ہے۔

مرزا صاحب کو خواہ مخواہ دھم ہو گیا کہ علمائے اسلام سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مرزا نے ایامِ الصلح میں پہنچ کر کیا کہ اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی افواہ کرے۔ میں اعلیٰ اور بلا کسی خوف تردید کے کہتا ہوں کہ اسے مسلمانوں اقام میں بعض لوگ محدثیت اور منسبت کے بلند پایہ تک دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہِ ناذرین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کسی خدا شای کا دم مارتے ہیں اور چشتی قادیانی، نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔ پھر مرزا صاحب نے 22 جولائی 1900ء کو حضرت قبلہ عالم سید سید میر علی شاہ صاحب کو حرمی میں تفسیرِ لوی کا پہنچایا اور ایک اشتہار کے ذریعے ہندوستان کے ہر ملکہ فکر کے چھپاسی علماء کی ایک فہرست شائع کر کے تمام ہندوستان کے علماء کو پہنچا دیا۔ حضرت میر صاحب نے جواب میں 25 جولائی 1900ء کو بمقام لاہور مناظرہ کی تاریخ مقرر فرما کر مرزا صاحب کو مطلع کر دیا کہ آپ ازراہِ مہربانی تاریخ مقرر پر تشریف لے آئیں۔ میں بھی حاضر ہو پاؤں گا۔ سمجھا ہی حضرت میر صاحب کی طرف سے



تقریری بحث کی دعوت دی گئی تاکہ عوام الناس بھی کچھ سیکیں کہ اس مسئلہ میں فریقین کیا کہتے ہیں اور کون صحیح ہے؟ مرزا صاحب تقریری بحث کے لیے کسی صورت تیار نہ ہوئے۔ جب مناظرہ کا دن قریب آ گیا تو ملک کے طول و عرض سے ہزار ہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ علماء، مشائخ، روحانی اور برہمن فرقہ کے لوگ حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے مرید و متفق اور ہمدرد وائل بھی دور و نزدیک سے جمع ہو گئے۔ لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے گھنٹہ لگ گئے۔ اس خاص موقع پر تو ہجوم خلافت کی آمد کی ایک بڑی وجہ بنی تھی کہ حضرت قبلہ عالم بھیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ جیسی مشہور زائدہ روحانی اور علمی احترام و شہرت کی حامل شخصیت پہلی بار اسلام پر قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علمائے دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد میں سب کی طرف سے متفقہ نمائندہ اور قائد کی حیثیت سے میدان مناظرہ و مباحثہ میں تشریف فرما ہو رہی تھی اور تمام موافق و موثر دینی مخالف حضرات اپنی آنکھوں سے بیسویں صدی کی سب سے بڑی اشتہاری تحریک کا شر و یکٹنا چاہتے تھے۔

سبحان اللہ! اسلامیان جنہ کی اس علمی و دینی اور روحانی قیادت کے وقت حضرت بھیر سید مہر علی شاہ کی عمر شریف صرف 42 برس کے قریب تھی۔ انہیں فارغ التحصیل ہونے سے 22 سال ہو چکے تھے۔ خلافت ارشاد کا 18 سال تھا اور ادا جی کے بعد مسید ارشاد پر صرف 10 برس کا عمر صبر گزار تھا۔ ہاں ایک دو وقت تھا جب منہر پر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بول رہے تھے کہ سلسلہ سلسلہ ملوئی قلیل تفقدونی کچھ یعنی میرے اس دنیا سے اٹھ جانے سے پہلے پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو یا بھیر سید مہر علی شاہ علماء و مشائخ کے ہزاروں کے مجمع میں بول رہے تھے کہ اب علی کا بیٹا اور غوث الاعظم کا نو نظیر مرزا صاحب کی اس تھکی اور بیمار دہلی اور علی و شبی کے جواب میں میدان مناظرہ میں حاضر ہے۔ اب اگر کسی میں ہمت و جرأت ہے تو سامنے آئے۔

مگر نبوت و امامت کے جھوٹے دعویدار کو اب قدم با پرکا لے کر جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ 24 اگست 1900ء کو حضرت قبلہ بھیر صاحب علماء و مشائخ کی معیت میں لاہور تشریف فرما ہوئے تو علماء و مشائخ اور عوام نے آپ کا فقید المثال استقبال کیا۔ آپ نے لاہور پہنچتے ہی سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ مرزا صاحب آئے ہیں یا نہیں؟

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد لاہور میں قرار پایا تھا۔ لہذا 25-26 اگست کو دونوں اطراف سے نمائندے اور عام مسجد میں جمع ہو کر منتشر ہوئے رہے۔ لیکن مرزا صاحب کو نہ آتا تھا اور نہ آئے بلکہ قتل ہو جانے اور بے عزتی کا خطرہ ظاہر کر کے قادیان میں ہی ڈبک رہے۔ اس دوران قادیانی جماعت کے ایک وفد نے ایک اندھے اور ابلہ کے حق میں مہلہ کرنے کی گزارش کی کہ اس طرح مستحجاب الدعاء کا پتہ چل جائے گا اور اس کے نتیجے میں حق

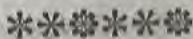
و باطل کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ جواب میں حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے یہ کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کر دے ہیں تو آجائیں۔ اس موقع پر غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری نے کہا کہ میری طرف سے عرض کیجیے گا کہ مولوی عبدالکریم ناچنا کو ضرور ہمارا لائیں وہ بیچہ حق الخدمت اس منجرہ کے حق دار بھی ہیں۔ اسی موقع پر مرزا صاحب کی طرف سے جب تقریری مناظرہ کے طور پر ڈھونڈی (تیز لکھنے) کے خدشہ کا اظہار کیا گیا تو حضرت قبلہ عالم بھیر سید مہر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ علمائے اسلام کا اصل مقصد تحقیق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے غیر لفظی مقصد نہیں ہوتا وگرنہ جناب نبی کریم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادم موجود ہیں کہ اگر قلم پر قلمہ لائیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تحریر قرآن لکھ جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ خود اپنی جانب تھا۔ سبحان اللہ! علم ہو تو ایسا ولایت ہو تو ایسی کیا شان ہے۔

جب مرزا صاحب کی آمد سے قطعاً باپوسی ہو گئی تو 27 اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں علمائے کرام نے اس دعوت مناظرہ کی مکمل داستان بیان کر کے قادیانیت کی واضح تصویر لوگوں کے سامنے رکھی اور تمام مسالک کے سرکردہ علماء نے ختم نبوت کی یہ تعبیر بیان کی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس دنیا میں آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور جو شخص بھی اس عقیدہ کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانان برصغیر کا ایمان حضرت قبلہ عالم بھیر سید مہر علی شاہ کو لدی کی برکت سے محفوظ رکھا اور ہزار ہا سکیاں اور ہزرتیں لے کر قادیانیت کا یہ قہر قہر گیا۔ علماء اسلام کی کاوشوں سے 1973ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں بھی قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا۔

اب بھی مختلف جگہوں پر بادی اسباب کی بدولت یہ فتنہ سرا اٹھاتا رہتا ہے اور کم فہم مفاد پرست افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ مسلمانان عالم کو اپنے اسلاف سے وابستہ رہتے ہوئے ان کے افکار و عقائد کو اپنا کر قادیانی فتنہ کی لہری کے لیے مختلف طور پر منظم طریقے سے اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور درج ذیل فکر کو عام کرنا چاہیے۔

تحقیق میں پہلے نور ان کا آخر میں ہوا ہے تہجور ان کا  
عکسین جہاں ہے ان کے لیے ختم ان پ نبوت ہوتی ہے







1879ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبروں ایڈیٹروں اور چیچ کے نمائندوں پر مشتمل وفد نے ہندوستان کا دورہ کیا اور حکومت برطانیہ کے استحکام کے لیے سب سے اہم یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کے دل و جان سے پیروکار ہیں۔ اگر اس وقت ہمیں ایسا آدمی مل جائے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کے دعویٰ نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لیے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔

اس رپورٹ کی روشنی میں برطانوی حکومت کے نمائندوں نے تین اشخاص کا انتخاب کیا تھا۔ جن میں مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے مرزا غلام قادیانی کو جو کہ سیالکوٹ کی ایک عدالت میں ملازم تھا منتخب کیا گیا اور اس کو تیار کرنے کے لیے پہلے "مناظر" کے طور پر پیش کیا۔ اس بد بخت نے انگریزوں کی غلامی کو اپنی منزل بنایا اور دین مصطفیٰ اور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ بے وفائی کر کے اپنا ایمان چند گھنوں میں بیچ دیا۔ اس نے جیسا نبیوں ہندوؤں کے خلاف تقریریں شروع کیں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق توہین آمیز جملے کہنے شروع کیے اور ہندوؤں کے دیوتاؤں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔

1880ء میں ملہ من اندوار مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1882ء میں مامور من اللہ میں محمد اور بنو کا اضافہ کیا۔ 1883ء آدم مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ جب اس حد تک اس کی سوچ میں فقہاء اور علماء کرام و صوفیاء نے اس کے خلاف آواز بلند کی کہ یہ دعوئی میں اب انگریزوں کے کہنے پر ایک فتنہ پیدا کر رہا ہے۔

1884ء میں جب مرزا قادیانی ایک پروگرام کے سلسلہ میں لدھیانہ گیا تو وہاں علمائے لدھیانہ نے اس سے ملاقات کرنا چاہی تا کہ اس کے عقائد و مسلک ہوں مگر اس نے راہ قرار اختیار کی کیونکہ وہ بد باطن تھا۔ علماء نے اس کے باطل عقائد کی وجہ سے اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ پھر اس قادیانی نے علمائے کرام کے خلاف اپنی زبان چلائی شروع کر دی۔ اس کے ان عقائد کی بناء پر علمائے حق اور مشائخ اسلام نے مرزا کے خلاف آواز بلند کی کہ یہ

انگریز کا خود کاشت پودا ہے جو اسلام دینی اسلام کی عزت و حرمت کا ڈاکو ہے۔

1891ء میں مرزا قادیانی نے ٹیلی گرام پبلشرز این مریم ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے بحیثیت عیسیٰ دنیا میں دوبارہ بھیج دیا گیا۔ 1892ء میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا بعد ازاں ظلی نبی اور پردی نبی کی بحیثیت سے اپنے آپ کو متعارف کرایا۔ 1901ء میں باقاعدہ نبوت کا اعلان اس دعوے کے ساتھ کیا کہ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیانی میں اپنا رسول بھیجا"۔ ع

مرزا قادیانی کے زہر آلود عقائد نے امت مسلمہ میں بے چینی پیدا کر دی۔ لیکن جھوٹے مدعی نبوت کو قرہ الہی کا سامنا ضرور کرنا پڑا۔

حضور ﷺ نے نہ صرف جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں مشکلی اطلاع دی بلکہ آپ ﷺ نے تو ان کی تعداد بھی بیان فرمادی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "قیامت اس وقت قائم نہیں ہوگی جب تک تیس (30) دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے"۔ ع  
احادیث مبارکہ کی روشنی میں قیامت تک مختلف ادوار میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے کذاب (جھوٹے) ظاہر ہوں گے۔ لہذا ہر دور میں ایسے کذاب پیدا ہونے اور قادیان فتنہ نبوت نے ان کذابوں کی گردنیں اڑا کر ان کو داصل بنام کیا۔ دین اسلام کو خالق کائنات نے پسند کیا اور میرے آقا تاجدار مدینہ ﷺ پر مکمل کیا۔ اب اسلام کی اشاعت میں اولین دجال آتے رہیں گے اور نعرہ مشاندہ لگاتے رہیں گے۔ یہی شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرح، یہی غریب نو ازہمین الدین پشچی کی طرح، یہی حضرت بہاء الدین نقشبندی کی طرح، یہی حضرت شہاب الدین سہروردی کی طرح، یہی حضرت مجدد الف ثانی کی طرح، یہی امام احمد رضا خان بریلوی کی طرح، یہی پیر جماعت علی شاہ کی طرح، یہی حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوی کی طرح اور یہی مولانا احمد نورانی (رحمۃ اللہ علیہم) کی طرح یہ جاہل قریضان فتنہ نبوت کے چراغ جلاتے رہیں گے۔

قادیانیوں سن لو! اتہاری ہرجمونی سوچ پر ہم حق کا تالا کا کر ہی دم لیں گے اور میرے رسول خاتم النبیین ﷺ کا اور پوری کائنات کو منور کرتا رہے گا کیونکہ اس کو دار و پیغام کی حفاظت خود خالق کائنات کرتا ہے۔ معزز قارئین! عقیدہ ختم نبوت ہی کا دوسرا نام ختم رسول ﷺ ہے جو کہ ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور اساس ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت ہی ہماری پہچان ہے۔ اے اللہ ہمیں نبی رحمت ﷺ سے سچی محبت اور لازوال طاقت عطا فرما۔



قادیانیت اسلام کے نام پر سادہ مسلمانوں کے ذہنوں پر مسلط کر رہی ہے۔ اس کے زیر آلود خیالات پوری امت مسلمہ کے لیے ایک چیلنج ہیں۔ اب ہمیں ہر محاذ پر اس شیطانی سوچ کے جھوٹے ارادوں کو بے نقاب کرنا ہوگا۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب لکھا: "قادیانیت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ ایک غیر مسلم اس کو اسلام کچھ کر قبول کر رہا ہوگا۔ البتہ یہ ہوگا کہ وہ بیکار ایک کفر سے نکل کر دوسرے کفر میں جا رہا ہوگا۔"

حضرت پیر سید مرلی شاہ گلاڑی نے مرزا قادیانی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا: "حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ ہم دونوں اس کے سینہ پر پڑھ کر چھلا گے کہ جینا جو چاہا ہو گا جینا جائے گا"۔ مرزا قادیانی جھوٹا تھا ہم کیا گیا۔ عاشق رسول ﷺ خولہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسول ﷺ میں ذوب کر لیا خوب کہا: "قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا۔ آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا اور چند روز میں روہ کو صفائی سے منادوں گا۔"

یہ وہ پس منظر تھا جس میں شاطراگریزوں نے ایک ایسے شخص کی جستجو کی جو ان کی بھرپور حمایت کرے چنانچہ انہیں مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا جسے انہوں نے جھوٹی نبوت کی سند پر مضامین اور اس سے اپنی حمایت میں اور دین اسلام کے خلاف ایسے ایسے بیانات دلوائے جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا سر نہ امت سے جھک جاتا ہے۔ امت مسلمہ جس نے چودہ صدیوں میں کسی جھوٹے دعویدار نبوت کو قبول کیا تھا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی یا مجدد تسلیم کر لیتی؟

علامہ اہلسنت وجماعت نے اپنی تمام تحریری اور علمی توانائیاں اس کے خلاف صرف کر دیں۔ حضرت پیر سید مرلی شاہ علی گڑھ لڑوی نے "شمس الہدیہ" لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کیے۔ مرزا قادیانی ان کا جواب تو نہ دے۔ البتہ پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ 25 جولائی 1900ء مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ پیر صاحب علماء کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ اس تاریخ کو شاہی مسجد لاہور پہنچ گئے لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس سخت کو منانے کے لیے مرزا نے 15 دسمبر 1900ء کو بدولت تاج محل "عجاز المسیح" کی نام سے عربی زبان میں شائع کی اور تشریف دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے۔ پیر صاحب نے 1902ء میں "سینف چشتیانی" لکھ کر شائع فرمادی جس میں مرزا کی عربی دانی کے دعوں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب آج تک مرزا انہوں پر قرض ہے۔

اہل سنت وجماعت امام احمد رضا محدث بریلوی نے پانچ رسائل اور کئی فتاویٰ فقہ قادیانیت کے رد میں لکھے۔ ایک

مرسالہ ان کے صاحبزادہ حمید الاسلام مولانا حامد رضا خان نے لکھا۔ مولانا علامہ غلام دھیر گیسوری نے متعدد کتابیں لکھیں۔ علماے پنجاب میں سے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے مرزا کے خلاف پہلا فتویٰ دیا۔ مولانا پیر غلام رسول قاسمی امرتسری نے عربی میں ایک کتاب لکھی جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے متعدد کتابیں لکھی۔ حضرت مولانا ضیاء الدین سیالوی نے "معیار المسیح" کی نام سے ایک لا جواب کتاب لکھی۔ مولانا حمید اللہ نقشبندی مجددی نے "درۃ الدیانی علی المرتد القادیانی" کے نام سے مفید کتاب لکھی۔ مرزا انہوں کے خلاف پہلی دفعہ 1953ء میں پھر پورٹر یک چلائی گئی جس کا مطالبہ یہ تھا کہ ظفر اللہ مرزا کی کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزا انہوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اس تحریک میں تمام مکاتیب فکر کے علماء شامل تھے۔ دوسری دفعہ 1974ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس کے تحت پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

### ﴿حوالہ جات﴾

1۔ The arrival of British empire in India  
2۔ دافع الہلامہ منہ رجہ روحانی خزائن ج: ۱۸ ص: ۲۳۱  
3۔ کتاب المناقب



میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ  
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر  
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے  
وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگ حشیش

مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام  
فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی قام  
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفی ماہ مقام  
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام



## عقیدہ ختم نبوت

### دین اسلام کی اساس

جلال داری  
حمید گل

جنرل (ر) حمید گل صاحب سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1958ء تا 1992ء فوج کے اعلیٰ عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں مجاہدانہ کردار ادا کیا اور افغانستان روس جنگ میں مرکزی کردار رہے ڈائریکٹر جنرل ملٹری انٹیلی جنس (DGMI) اور ڈائریکٹر جنرل انٹر سروسز انٹیلی جنس (DGISI) ایسے اعلیٰ ترین اور حساس عہدوں پر بھی تعینات رہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو ستارہ جرات اور ہلال امتیاز (ملٹری) سے نوازا۔ قائد قادیانیت و مرجعیت اور مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت و ذراکت کو حساس ترین عہدوں پر فائز جہانگیرہ شخص نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

الحمد للہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ جس کے آئین کے سیکشن 17 الف میں قرآن و سنت کی بالادستی کا اقرار کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی اساس ہے۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کی بدولت امت مسلمہ امتحان سے محفوظ ہے۔ یہی عقیدہ پوری امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی وحدت استحکام اور سالمیت کا آئینہ دار ہے۔

قادیانی جماعت اس عقیدہ کی منکر ہے۔ قادیانیوں کا اس عقیدے سے انکار امت مسلمہ کی یکجہتی اور استحکام کو نقصان پہنچانے اور انتشار و فتنہ پھیلانے کا باعث ہے لہذا مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایسی جماعت کی مذموم سرگرمیوں کے خلاف اپنا دفاع کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام اور قادیانیت دو الگ الگ مذہب ہیں۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت و رسالت حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہوگئی ہے جبکہ قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک غیر قادیانی یعنی مسلمان کا فر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ دراصل قادیانیت برطانوی سامراج کی بدترین یادگار ہے جو اس کی حمایت اور سرپرستی میں کام کر رہی ہے۔ قادیانیت ایک مذہب نہیں بلکہ ایک ایسی

تحریک بھی ہے جس کی اسلام اور پاکستان سے وفاداری مشکوک ہے۔ پاکستان کے مذہبی حلقوں کا ہمیشہ سے یہ تاثر رہا ہے کہ قادیانی امت مسلمہ کے ہر معاملے کی بھرپور مخالفت کرتے رہتے ہیں اور یہودیوں کے ہر اس منصوبے کی حمایت کرتے ہیں جس کا مقصد مسلمانوں یا اسلام کو نقصان پہنچانا ہو۔ ایسے شواہد بھی سامنے آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلام و جنس طاقتوں سے تعاون کرتے ہوئے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو سرخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے لیے ان کے ایجنٹ کے طور پر بھی کام کرتے رہے ہیں۔ یہ اطلاعات بھی ملتی رہی ہیں کہ قادیانی لابی غیر محسوس طریقے سے پاکستان کو اندر ہی اندر سے کمزور کرنے میں مصروف ہے۔ کراچی اور پنجاب میں جو خریب کاری و دہشت گردی اور قتل و غارت ہو رہی ہے قادیانی لابی کو بھی اس ضمن میں شک کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے بعض مذہبی حلقوں کا یہ خیال ہے کہ یہی وہ خفیہ ہاتھ ہے جو ملک کی معاشی ترقی اور استحکام کا دشمن ہے۔ خود علامہ اقبال نے بھی اس خطرناک گروہ کی نشاندہی پنڈت جواہر لعل کے نام اپنے تاریخی مکتوب میں یہ کہہ کر کردی تھی کہ ”قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے خدرا ہیں۔“

1974ء میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر دوسری آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر آئین کی آرٹیکل 106 اور آرٹیکل 260 کی ذیلی شق (3) کے تحت غیر مسلم قرار دیا۔ یہ ترمیم طویل صلاح مشورے، علمی بحث و مباحثہ اور مسئلے کی مکمل چھان بین کے بعد جمہوری پارلیمانی اور عدالتی طریقے پر کی گئی تھی۔ پارلیمنٹ میں انہیں غیر مسلم قرار دیے جانے والے اجلاس میں یہ قرار داد بھی پیش کی گئی کہ ”اچھی (قادیانی) اندرونی اور بیرونی سطح پر خریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، حکومت پاکستان اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ان سرگرمیوں کے سدباب کے لیے فوری اور فوری اقدامات کرے۔“ درج بالا حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گروہ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور مسلمانوں کو ان (مزدانیوں) قادیانیوں کی حقیقت اور مذموم عقائد و خزانم سے آگاہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے لیے جہاں عقیدہ ختم نبوت کی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے وہاں ان کے لیے قادیانیوں کے اصل چہرے سے شناسی بھی ضروری ہے۔



خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا  
مقام رنگ و بو کا راز پا جا



## شوکت ختم رسالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہی ہے دین کی عظمت، سعادت کی عبادت ہے  
 جو کہ ناموس پر مبنی عبادت ہے  
 شہ کوئین کی ہرگز نہ گنتی نہ ہے پائے  
 جو کہ مصطفیٰ ہے وہ مقدر اس کا جنت ہے  
 شہ کوئین کا ناموس ہی دین کی آگ ہے  
 رسالت اس سے ایمان ہے، یہی پیغامِ نعت ہے  
 سلام ان کو جو قرباں ہو گئے ہاں احمد پر  
 اکی کے عزم عالی سے مسلمان میں حرارت ہے  
 ہے موت اس کا مقدر، ہو وہ گستاخ شہ بظاہر  
 گواہی اس کی علم الدین کا ذوق شہادت ہے  
 وہ جو ناموس احمد کی حقیقت کو سمجھ جائے  
 بہک ہے اس کی سانسوں میں سراپا نور و کھیت ہے  
 جو گستاخ شہ دارین ہو اس پر دم فطرت میں  
 مثالِ بابلیہ وہ خوار ہے پیغامِ ذلت ہے  
 نبی کے چاہنے والا! خدا راج جاگ اٹھو  
 کہ اس ہنگامے ذلت میں تو نہ رہنا بھی ذلت ہے  
 ہمیشہ عروج پر دیکھا علم ختم رسالت کا  
 ہمیشہ روشنی پر نور محمد کی رسالت ہے  
 ہر نو شمع ناموس نبی ہی شوکتِ دیکھی  
 رشتا ختم رسالت کی یہی ذمہ حقیقت ہے

## ناموس رسالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین 5 جولائی 1971ء کو کراچی میں شہ لیاقت حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے تاتا سردار علی صابری نے بانی پاکستان محمد علی جناح کو "قائد اعظم" کا لقب دیا تھا۔ ڈاکٹر عامر لیاقت صاحب نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ MQM میں گزارا لیکن اب وہ اسی لسانی تنظیم سے بالکل کنارہ کش ہیں۔ مشرف دور میں آپ وزارتِ مذہبی امور اور ذکوہ و شہ کے وفاقی وزیر بھی رہے لیکن ملعون سلمان رشیدی کے خلاف پروگرام کرنے کی پاداش میں وزارت سے الگ کر دیا گئے۔ کافی عرصہ مشرف کی آنکھوں کا تارا اور پھر کاٹاٹا رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور عقیدہ قادیانیت کی تردید سے آپ کو قلمی و فطری لگاؤ ہے جس کا اظہار گاہے گاہے ہوتا رہا ہے۔ آپ کلامِ اعلیٰ حضرت جہومِ جہوم کہ بہت خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس وقت آپ روزنامہ جنگ کے کالم نگار اور جونیو وی کے پروگرام عالم آن لائن کے میزبان ہیں۔

عشق تو ایک کیفیت کا نام ہے جو کسی پہ طاری اور کسی پہ بھاری ہوتی ہے جنہوں نے اسے اپنے وجود پر طاری کیا ان کے فیض کے چشمے بج بھی جاری ہیں اور جن بد نصیبوں نے اسے بھاری محسوس کیا، رب نے اپنی رحمت سے انہیں ہمیشہ کے لیے مایوس کیا۔ کسی سرید نے اپنے مرشد سے پوچھا "حضرت یہ تو فرمائیے کہ ابلیس نے آخر جہد سے انکار کیوں کیا؟" مرشد نے مسکرا کر کہا "بہ زبانِ ایمان سننا چاہتا ہے تو جان لے کہ میرے رب کی یہی مشیت تھی اور اگر عقل کی جھٹوں میں گم ہے تو سن لے کہ ہزاروں برس کی عبادتوں کے باوجود اس کے پاس صرف تین ہی "عین" تھے چھوٹا ہوتا انکار نہ کرتا۔ مرید نے حیرانگی سے دریافت کیا "کون سے عین؟" مرشد نے استعجاب سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مسکان کی سلولوں کو کشتان سے تھک کر کے جواب دیا۔ وہ عارف تھا، عابد تھا، عالم بھی تھا مگر "عاشق" نہ تھا اگر عشق کرتا تو کچھ کہتا اور کچھ جانتا کہ خالق کے نزدیک انسان "محترم" کیوں ہے؟ عشق سے خالی تھا، اسی لیے احترام نہ کر سکا، ناموس کے معنی نہ جان سکا اور قیامت تک کے لیے بے عزت ہو گیا۔

عشق نے تو آکر ہی ادب کی آغوش میں کھلی ہے۔ بہت لگاؤ کی کارکاری نے بلند مرتبہ کو رقت و رات جان



کیا ہے۔ جھکاؤ نے اٹھان اور تواضع نے کلام میں رس کو یکساں کیا ہے مگر اسے عبادت ریاضت علم اور تحقیق پر غور تھا اس نے کبھی عشق کے سجدے ہی نہیں کیے تھے تو کیسے جانتا کہ سجدوں میں لذت تو آتی ہی اس وقت ہے جب وہ غم پر کیے جاتے ہیں۔ اوقات میں تو سب ہی کو سجدے مل جاتے ہیں مگر جنہیں ”سوغات“ میں ملتے ہیں وہ خود ہر دگی کے ذینے کی ہر ہر می پر ہونٹوں کے قدم رکھتے ہیں۔ عبادت کے شوق میں سب سے آگے نکلنے کی خواہش نے اسے ”خواہ“ اور ”ہش“ میں تقسیم کر دیا اور دربار سے آواز آئی ”خواہ“ تو ہو یا نہ ہو یہی ناعب ہے گا اور ”ہش“ کہ ہم نے تجھے دھکا کر کر جہم بنا دیا۔ اے ناموس کے دشمن! اور ہو جا ہماری بارگاہ سے اور بہکا جب تک ہم تجھے بہکانے کی مہلت دیتے ہیں تو آج عزت سے غریب ہو اور اب یقیناً عزتوں پر ہی ڈاکے ڈالے گا۔ خلیفہ تراشے کا بہانے بنائے گا؟ دوسرے ڈالے گا اور ابن آدم کے بدن پر پیرہن ناموس کو حاسدانہ ناخوشی سے تار تار کرے گا مگر مجھے اپنی ناموس کی قسم! تیرے بہکا دے میں صرف وہی آئیں گے جنہیں ہم نے مصعب نقذیر کے ہر سٹپے پر پہلے ہی سے بے آبرو قرار دے دیا ہے۔

بے شک ایسا ہی ہے شراب کی چمکیوں سے دانٹوں میں پھنسنے مگر ریٹوں کو خلق کی امانت بنانے والے کل بھی ناموس کے دشمن تھے اور آج بھی اس پر وار کرنے سے قلعہ نہیں چوکتے۔ دراصل ان کی اپنی ناموس تو ہے ہی نہیں گرم بستر میں شوہت کے قطرے سے حرام کی قطاریں لگانے والے کیا جائیں کہ عزت کے کہتے ہیں اور اس پر حرف آجائے تو کس قدر تکلیف ہوتی ہے؟ پھر اگر بات ”ناموس رسالت“ کے ہو تو تقویٰ و تقیر کے قرآنی حکم کی حفاظت کے لیے امتی کو بھی ”قانونی سہارے“ کی حاجت نہیں رہی۔ یعنی اگر قانون تو ہیں رسالت نہ ہوتا تو کیا ادب نہ ہوتا؟ آل رسول ﷺ کے دیوانے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پر دانے مخصوص دائرے میں سفر کرتے ہیں تا پرواز؟ ویسے بھی یہ قانون فطرت ہے کہ بدبو میں رہنے والے کو خوشبو میں بھی خوشبو نہیں آتی اور خوشبو میں رہنے والا بدبو کو ایک لکھ بھی برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ چمن میں کچھ دیر کے لیے قیام کرے۔ ہم اپنے آقا اور مولا ﷺ سے ساری دنیا سے بڑھ کر اور ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں کیونکہ اگر محبت میں ٹوٹے ہی نہیں تو جوڑے بنانے والا جوڑے گا کیسے؟

معاف کیجیے گا کہ عزت کا مطلب اور اس کی حد کیا ہے۔ وہ کیسے جانتے ہیں جنہوں نے اپنی عزتوں کی بین الاقوامی منڈیاں لکھ کر ہیں۔ کم از کم یہ طالعیہ تو دیکھ سکتے ہیں کہ ”ناموس رسالت“ کے قانون کو کیسے شتم کیا جائے۔ ”ناموس رسالت“ کے نامی تو کمال نے جس ”اٹھکھٹ“ کو شتم دیا ہے وہ ہاں آج بھی عزت صرف ”انوائس

نسل کی مشین“ کیوں بھی جاتی ہے؟ میں نہیں کہتا کہ برطانوی جریدے ٹیلی گراف کی سالانہ رپورٹ جی جی کر کہہ رہی ہے کہ برطانیہ میں ہر سال 46.5 فیصد خواتین ”بین بیانی ماں“ بن جاتی ہیں اور ان میں سے 9.5 فیصد وہ خواتین ہیں جن کی عمریں اٹھارہ سے پچیس برس کے لگ بھگ ہیں۔

آمنہ کے لال کی حرمت (معاذ اللہ) پامال ہونے پر ہمارے عشق کی بھڑکتی ہوئی آگ کو سرد کرنے کی تدبیروں کے بجائے پہلے اپنی محبتوں کو ”سیدہ مریم علیہا السلام“ کی وہ عظیم پاکیزگی یاد دلانے جن پر انگلیاں اٹھانے والے ہی ناخوار تھے۔ جنہیں قرآن نے ”انبیاء کا قاتل“ قرار دیا اور آپ کے ہاں Mel Gibson نے Passion of Christ بنا کر دنیا کی سب سے بڑی Blasphemy کرنے والوں سے اپنی نفرت کا اظہار کیا ہے۔ میں اور میرے ماں باپ مریم علیہا السلام کی عفت پر قربان کران کی عصمت کی گواہی تو پالنے میں لپٹے ہوئے تھے اللہ نے خدا کا کام سنا کر دی اور کیوں نہ دیتے کہ وہ اللہ کے سچے رسول تھے۔ مگر کج سے بولنے کا نئی سیکھ کر رسول اللہ سے محبت کی گواہی مسلمان گھرانوں کے وہ 6 سالہ بچے بھی دے دیتے ہیں جنہیں حفظ کی نقاد قرآن نے قرأت کے لاڈ سے پالا ہے۔

الہیان یورپ کا چونکہ اصول ہے کہ وہ ہر برائی کو علمی رنگ اور فلسفے کا جامہ پہنا کر اسے اعلیٰ ذوق کی علامت بنا دیتے ہیں چنانچہ جرمن یہودی فلسفی، ویکل، نے اور لاک نے ”آزادی“ کے خوبصورت نام سے تعبیر کر کے کمر کا رہا ہوا سہاگم مٹی کر دیا۔ لیکن ہم تو اپنے مافی کے ایسے غلام ہیں کہ ”زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ“ بن کر لائے اور اسلام میں اپنی آزادی بھی قربان کر دیتے ہیں یا پھر قربان بدلاں انس اور میرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ہر سرکار کے فلسفین مبارک تمام کر سب مصطفیٰ ﷺ کی طرح ان کے پیچھے چلے ہی کو زندگی بنا لیتے ہیں جہاں جہاں سماعت محمد ﷺ کو غلاموں کے عاجزانہ قدموں کی چاپ جنت میں بھی سنائی دیتی ہے۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اور کوپن ہیگن یونیورسٹی کے Gender Studies کے سربراہ ڈاکٹر ڈنمارک ناروے، سوئیڈن، جرمنی اور فرانس، دنیا میں ولد الحرام بچوں کا ہر سال 76 لاکھ پیدا ہوتے ہیں۔ گویا اپنی ان حرام حرکتوں کو درست کرنے کے بجائے اللہ نے جسے حرام قرار دیا ہے اسے حلال کر کے لیے انسانی حقوق آزادی اظہار اور جنسی تفریق کے خاتمے کے نام پر فحشاء و دلائل کے نام پر جنسی مسائل کے خالص بیان کرنے والے ان ناموس کے دشمنوں کی زبانیں نہیں کھلتیں۔ یہ کیا جائیں کہ تقسیم مرد و عورت کا باعث نظر میں جھکاؤ آتماؤں کے پست کرنے، سوال کرنے سے ڈرنے، بستر نبوی پر مشرک ہونے اور اللہ کے نام پر



مجاہدے میں رسول اللہ کا لفظ مٹا دینے سے انکار کرنے والے سے ماں باپ آپ پر قربان جیسے الفاظ تکبر کا نام بنا لینے بے ادبی کے شاہے سے بھی گریز کر کے اس کے خیال کو بھی رد کیا جائے برابر کھڑے ہونے اور اگے پیٹنے کو گستاخی سمجھنے آپ کی رہائش کے اوپر اپنی رہائش کو قائم جانے، حضور ﷺ کے لیے گئے عہد کو پورا نہ کرنے پر درخ میں جھڑپا رہنے، حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرنے میں سخت ناراضگی کا اظہار کرنے، مسجد نبوی میں بلند آواز میں سمجھہ کرنے، موقع مہارگ سے برکت حاصل کرنے، حضور ﷺ کے شوق کا پانی جسموں پر ملنے اور جد الطہر کے پیسنے سے گلاب کا پودا اگانے جیسے مشق کے ان مظاہر میں کیا مزا ہے؟

انہوں نے تو عمر بھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بدکاری کی، مگر اللہ سے جب نرمی کی اور محمد رسول اللہ ﷺ سے درگزر کی، کاش یہ موسیٰ علیہ السلام کے "میم" پر مقرر ہونے کے بجائے محمد ﷺ کے "میم" کی اتباع کر کے ختم نبوت کی گروہ کے ساتھ اس طرح اور مہدی کے "میم" کے منتظر رہتے تو شاید فلاح پا جاتے .....!!!



## گزشتہ شمارے کے جوابات

① امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ مدعی نبوت سے اس کے دعوے کی دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔

۲) دجال قادیان، مرزا قادیانی نے عمر بھر ایک بھی حج اور عمرہ نہیں کیا۔

۹) غازی عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ 3 مئی 2006ء کو شہید ہوئے۔



# گستاخ رسول کی شرعی سزا

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی 13 مارچ 1913ء کو امرودہ ضلع مراد آباد یو پی میں سید محمد رحمتی کاظمی کے ہاں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والد گرامی کے وصال کے بعد آپ کی جگہداشت برادر اکبر جی طریقت سید محمد خلیل کاظمی نے فرمائی۔ 1929ء میں فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے کچھ عرصہ دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں تدریس فرمائی اور پھر 1931ء میں امرودہ واپس چلے گئے۔ چار سال وہاں تدریس فرمانے کے بعد 1935ء میں ملتان تشریف لائے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ اس وقت آپ کا قائم کردہ مدرسہ پاکستان کے مرکزی اسلامی مدارس میں سے ایک ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے سرگرم عمل رہے۔ قیام پاکستان کے ایک سال بعد 1948ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے قیام کے لیے مہمان میں کنوینشن طلب کیا۔ اس کنوینشن میں جمعیت علماء پاکستان کی صدارت کے لیے غلامدین علی حضرت مولانا ابوالحسن قادری صدر اور آپ باغی اعلیٰ منتخب ہوئے۔

1953ء، 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپ نے قائدانہ کردار ادا فرمایا۔ 1963ء، 1975ء کے عرصہ میں آپ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ بہر کیف آپ مستحق، مقرب، مدبر اور شریعت و طریقت کے جامع الکمال حامل شخصیت کے مالک تھے۔ ہزاروں لاکھوں افراد نے آپ سے علمی و روحانی فیضان حاصل کیا۔ 25 رمضان المبارک 1406ھ / 4 جون 1986ء بروز بدھ آپ اس دار بقاٰ کی جانب کوچ فرما گئے۔ آپ کا مزار اقدس آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

کتاب وسنت اجماع امت اور تصریحات انجمن دین کے مطابق تو ہیں رسول کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول کی  
سزایں مخالفت تو ہیں رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بنا پر کافروں سے قتال کا حکم دیا  
گیا۔ ﴿قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلِّ مَوْضِعٍ يُحْكَمُ فِيهِ الْحُكْمُ﴾



لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ ۲

● توین رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیات قرآنیہ شہادیں مثلاً ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَفُتِحَتْ الْبَابُ لِقَوْمِكُمْ هَٰذَا لَمَّا ظَلَمُوا وَرَبُّكَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ﴾ (نحسوز وللعجب قل ابالله وايجه ورسوله كنتم تستهزون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم) (سجہ: ٢٠) اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہیں گے ہم تو صرف فی مذاق کرتے تھے۔ آپ (ان سے) کہیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ فی مذاق کرتے ہو۔ کوئی عذر نہ کرو۔ بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

● مسلمان کھانا کے بعد کھڑے رہنا اور اللہ سے دعا کرنا صرف اسی قوم کا امتیاز ہے۔

تو انی نے فرمایا: قُلْ لِلْمُخْلِفينِ مِنَ الْاَعْرَابِ مَسْعُونِ الٰى قَوْمِ بَاسٍ شَدِيدٍ يُقَاتِلُوهُمْ او يَمْلِكُونَ بِهِمْ ترجمہ "اے رسول! پیچھے رہ جانے والے ادھیڑ پیتائیں سے فرما دیجئے، مغرب پہنچتا ہی تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے قتال کرتے ہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔"

یہ آیت مرتدین اہل ایمان کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء نے اس مقام پر فارسی و روم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے لیکن حضرت رافع بن خدیج کی حسب ذیل روایت نے اس کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل ایمان) کے حق میں متعین کر دیا۔ ﴿عن رافع بن خدیج اننا لقراء هذه الآية فيما معني ولا نعلم من هم حتى دعا ابو بكر الى قتال بني حنيفة فعلمنا انهم اريدوا بها كفه ترجمہ: ”حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مرتدین بنی حنیفہ) (اہل ایمان) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس وقت ہم سمجھ گئے کہ اس آیت کا یہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔“ :- ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔

● قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ "اتنی علی بن زیادۃ فاحرقہم (وفی روایۃ ابی داؤد) ان علیا احرقوا ناسا ارتد عن الاسلام فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت انما لم احرقہم لہی رسول اللہ ﷺ لا تعدوا بوابعداب اللہ ولقتلہم لقول رسول اللہ ﷺ من بدل دینہ فانیلہ ۱۰۰۰۰ مرتۃ" (حضرت علی کے پاس (مرتد ہو جانے والے) نے اہل حق لوگ لائے مجھ کو آپ نے انہیں جلایا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس کو پہنچی تو انہیں

نے فرمایا: ”اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو۔“

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرزِ عمل

● سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھے ہی جس شدت سے مرتد بن گئیں کیا حیا نہ نکلیں۔ صحابہ کرام علیہم السلام ان کے لیے مرتد کو زندہ دیکھنا قابلِ برداشت تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے آئے۔ ایک بندے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا یہ کیوں ہے؟ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسان یہودیہا فاسلم ثم یہود قال اجلس قال لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل کچے ترجمہ: ”یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہو کر مرتد) ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو چھینے کے لیے کہا۔ انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے“ میں نہیں بیچوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔“

گستاخ رسول کا قتل:

● خلافِ کعبہ سے پہلے ہوئے تو بینِ رسول کے مرتب مرتبہ کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرغ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور ﷺ! آپ کی شان میں تو بین کرنے والا (ابنِ خطل) کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **الغلوہ** ہے اسے قتل کرو۔ ۵۔

یہ عبد اللہ ابن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ مہینے قبل کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور ﷺ کی شان میں توہین و تنقیض کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لوطیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گار کرے۔ جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے خلاف کتبہ سے باہر لاکر



باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔ ۹

یہ سچ ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے جرم بکر کو حضور ﷺ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بد حال ہے۔

اجتماع امت:

۱ ﴿قال محمد بن سنان اجمع العلماء ان شاتم النبي ﷺ المتقص له كافر والبوعید جار عليه بعد اب الله له وحكمه عند الامه القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر﴾ ۱۰ ترجمہ: ”محمد بن سنان نے فرمایا: علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے کافر ہے۔“

۲ ﴿وقال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا كان مسلماً﴾ ۱۱ ترجمہ: ”امام ابوسلمان الخطابی نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب کا مرتکب ہو تو میرے علم میں ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔“

۳ ﴿واجمعت الامه على قتل متقصه من المسلمين وساب﴾ ۱۲ ترجمہ: اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور ﷺ کی شان میں سب اور متقص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔“

۴ ﴿قال ابو بكر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي ﷺ يقتل قال ذلك مالک بن انس والليث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعي قال القاضي ابو الفضل وهو مقتضى قول ابی بکر الصديق ولا تقبل توبته عند هؤلاء وبمطلة قال ابو حنيفة واصحابه والنعوري واهل الكوفة والاوزاعي في المسلمين لكنهم قالوا هي ردة﴾ ۱۳ ترجمہ: ”امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا: علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب کرے قتل کیا جائے۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی

جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ ان کے شاگردوں امام ثوریؒ کو فوف کے دوسرے علماء اور امام اوزاعیؒ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یرزت ہے۔“

۵ ﴿ان جميع من سب النبي ﷺ او عابه او الحق به نقصاً في نفسه او نسبه او دينه او خصله من خصاله او عرض به او شبهه بشئ على طریق السب له او لا زراء عليه او التصغير بشانه او الغض منه والغب له فهو ساب له والحكم فيه حكم الساب يقتل كما نبهه ولا نستثنى فصلاً من فصول هذا الباب على هذا المقصد ولا نمتري فيه تصريحاً كان او تلويحاً..... وهذا كله اجماع من العلماء وائمة الفتوى من لدن الصحابة رضوان الله عليهم الى هلم جوا﴾ ۱۴ ترجمہ: ”بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا حضور ﷺ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ آپ ﷺ کے سب وین یا آپ ﷺ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ ﷺ پر طعن زدنی کی یا جس نے بطریق سب اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور ﷺ کو صراحتہ گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحتہ توہین ہو یا اشارہ کنایہ..... اور یہ سب علماء امت اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک رضی اللہ عنہم۔“

۶ ﴿والحاصل انه لا شك ولا شبهة في كفر شاتم النبي ﷺ وفي استباحة قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة﴾ ۱۵ ترجمہ: ”خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (ابوحنیفہؒ، مالک شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ) سے یہی منقول ہے۔“

۷ ﴿كل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتداً فالسب بطريق اولي ثم يقتل حداً عندنا﴾ ۱۶ ترجمہ: ”جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ ﷺ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ (پھر سختی سے کہے) قتل ہمارے نزدیک واحد ہوگا۔“

۸ ﴿ايما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذبه او عابه او تنقيصه فقد كفر بالله وبآلته منه زوجته﴾ ۱۷ ترجمہ: ”جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا



آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی ذبیحہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

⑨ ﴿وَإِذَا عَابَ الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فِي شَيْءٍ كَانَ كَافِرًا وَكَذًا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَوْ قَالَ لَشَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ شَعِيرٍ لَفَقِدَ كُفْرًا وَعَنْ أَبِي حَفْصٍ الْكَبِيرِ مِنْ عَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِشَعْرَةٍ مِنْ شَعْرَاتِهِ الْكُزَيْمَةِ فَقَدْ كُفِرَ وَذَكَرَ فِي الْأَصْلِ أَنَّ شَعْرَ النَّبِيِّ كُفْرًا ۖ ۱۸ اترجمہ: "کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا: اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بسیحہ) قصیر "شعیر" کہہ دے (تو وہ کافر ہو جائے گا۔ امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔"

⑩ ﴿وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ مِنْ قَصْدِ النَّبِيِّ ﷺ بِذَلِكَ فَهُوَ مِمَّنْ يَنْتَحِلُ الْإِسْلَامَ أَنَّهُ مَرْتَدٌ يَسْتَحِقُّ الْقَتْلَ ۖ ۱۹ اترجمہ: "کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت و اذیت ارسائی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے وہ مرتد مستحق قتل ہے۔"

چند اہم امور کی وضاحت:

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتاب و سنت اجماع امت اور اقوال علماء دین کے مطابق گستاخ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

① بارگاہ نبوت کی توہین و تنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لیے یہ شرط صحیح نہیں کہ غتاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کی بھی منافی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ہم کہہ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل گلی کرتے تھے ہماری غرض تو تھی نہ تھی اور نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا ﴿لَا تَعْدُوا وَقَدْ كُفِرْتُمْ بَعْدَ إِيسَاءِكُمْ بِهِ ۖ اترجمہ: "بہانے

نہ جاذب ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔"

② مرتد تو ہیں منیت کا اعتبار نہیں۔ "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی سحابی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو "راعنا" کہتا تو وہ جہاد اسمعوا وللکافرین عذاب الیم کے قرائن و عید کا مستحق قرار پاتا جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور ﷺ کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خضائی مفتی ارقم فرماتے ہیں: ﴿المدار فی الحكم بالكفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله ۖ ۱۲ اترجمہ: "توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔" ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا لہذا ہر گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

③ یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو کفر مرتد نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں مرتد ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ لفظ مرتد میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض نے لکھا ﴿وقال حبیب ابن الربیع لان ادعاء التأویل فی لفظ صراح لا یقبل ۖ ۲۲ اترجمہ: "حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ مرتد میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔" ۲۲

کسی کلام کا توہین مرتد ہونا عرف و اتحاد دوسرے پہی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دلدار احرام کہا جائے اور کہتے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت الحرام" کی طرح معظم و محترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قائل قبول نہ ہوگی کیونکہ عرف و اتحاد دوسرے میں "ولد الحرام" کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف و اتحاد دوسرے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہوں توہین ہی قرار پائے گا خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف و اتحاد دوسرے کے خلاف تاویل مجتہد نہ ہوگی۔

④ یہاں اس شبہ کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا عدا قتل کرنا ہے تو کبھی منافقین نے حضور ﷺ کی مرتد توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ حضور ﷺ ہمیں اجازت دی کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔



ابن تیمیہ نے اس کی متعدد جوابات لکھی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(الف)..... اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات تو ہیں پر مہر کر لیا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب)..... منافقین اعلیٰ تو ہیں رسالت نہ کرتے تھے بلکہ آپس میں چھپ کر حضور ﷺ کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

(ج)..... منافقین کے ارتکاب تو ہیں کے موقع پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور ﷺ سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ گستاخانِ شانِ رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا معنی ہے۔

(د)..... رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرمادیں لیکن امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے گستاخ کو معاف کر دے۔ ۲۳

نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالانے کہ ”آپ معافی کا اختیار فرمائیں اور جابلوں سے مزہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں۔“ ۲۴

میں عرض کروں گا کہ گستاخ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور ﷺ کی امت کے لیے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے۔ اس طرح

اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جاسکتا ہے لیکن بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطہ ذات اقدس ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا حق کسی کو خود معاف فرمادیں۔ جیسا کہ بعض دیگر احکامِ شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور ﷺ کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً

● حضرت ابراہیم بن حازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: **وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ** (۵۵ ترجمہ: ”کہ (پھر قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔“

● اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے

حرم کی کہ گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی **«إِلَّا الْأَذْخَرَ»** یعنی ”اذخر“ گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا **«إِلَّا الْأَذْخَرَ»** یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرمادیا۔ ۲۵

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں: **«وہود مذہب یعنی آن است کہ احکام مفوض بود بولے»** ہرچہ خواہ وہ ہر ہر کہ خواہ حلال و حرام گردانہ و بعضے گویند یا

اجتہاد گفت۔ واول اصح اظہر است کہ۔ **«بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کر دیے گئے تھے۔ جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرمادیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اصح اور اظہر ہے۔“**

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لیے حضور ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں لیکن حضور ﷺ کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد جاری ہو سکے گی جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تو اگر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی

فحص توہین کے کلمات میں صریح بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھس پہنچاؤں۔ بہر حال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ حد اذہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن

سخون کا قول ہم شفاء کا ضعیف عیاش اور الصارم المسلول سے قتل کر چکے ہیں کہ **«وَمَنْ شَكَّ فَمَنْ كَفَرَهُ** وعلیہ کفرہ ۲۸



### ﴿حوالہ جات﴾



## گستاخی رسول پر اسلامی حکمرانوں کے فیصلے

اسلامی تاریخ کے سب سے پہلے حکمران کی صورت میں صاحب شرع حضرت محمد کریم ﷺ فتح مکہ کے روز تاریخ کے اقل پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے اور اپنے اصحاب اور اہل بیت کے دشمنوں کو عام معافی دینے کا اعلان کیا مگر منصب رسالت کی تنقیص کرنے والوں کے لیے خصوصی حکم ارشاد فرمایا کہ ”ابن حنظل کفر کیا جائے اگرچہ وہ خاندانہ کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہو۔“

ارشاد نبوی کی روشنی میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا اور دیگر بھرتیں کی سزا میں امتیاز اور استثناء اسلامی حکمرانوں کے لیے گستاخ رسول ﷺ کی معافی اور رعایت کے تمام دروازے کھینچا مسدود کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں کبھی بھی کسی گستاخ اور شاتم رسول ﷺ کے لیے نرم گوشہ نہیں رکھا اور گستاخان نبی ﷺ قتل کیے جاتے رہے یہاں خلفائے راشدین کے بعد آنے والے اسلامی حکمرانوں کے فیصلے جان کیے جائیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا موقف:

قاضی عیاض لکھتے ہیں: ”خلیفہ عادل جناب عمر بن عبدالعزیز نے عامل کوٹہ کے استفسار پر تحریر فرمایا تھا کہ ”اے اس شخص کے جوہر در عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو ان کے علاوہ کسی دوسرے کو گالی دینے کی حد سے قتل نہیں کیا جائے گا۔“

مائل خیر آبادی اس واقعہ کو یوں ذکر کرتے ہیں: ”ایک بار ان (حضرت عمر بن عبدالعزیز) کے ایک گورنر عبدالحمید بن عبدالرحمان نے لکھا کہ میرے سامنے ایک ایسا بخرم پیش کیا گیا جو آپ کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کو قتل کر دوں لیکن بخرم سوچا کہ آپ کی رائے لوں۔ چنانچہ آپ کا حکم آنے تک اسے قید کر دیا ہے۔ خلیفہ نے جواب لکھ بھیجا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو شتم سے قہاس لیتا۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر قتل

۳۱۱ سورة التوبہ: ۶۵-۶۶

۳۱۲ الحج: ۱۶

۳۱۳ روح البانی: جز: ۲ ص: ۲۶۰/۹۳ البحر المحیط: ج: ۸ ص: ۱۳۳

۳۱۴ صحیح بخاری: ج: ۲ ص: ۱۰۱۲/سنن ابی داؤد: ج: ۲ ص: ۱۳۸

۳۱۵ صحیح بخاری: ج: ۲ ص: ۱۰۲۳/سنن ابی داؤد: ج: ۲ ص: ۱۳۸

۳۱۶ صحیح بخاری: ج: ۱ ص: ۲۳۹

۳۱۷ فتح الباری: ج: ۸ ص: ۱۳

۳۱۸ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۹۰

۳۱۹ الصارم المسلول: ص: ۷/الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۹۰

۳۲۰ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۸۶

۳۲۱ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۸۹

۳۲۲ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۸۸

۳۲۳ فتاویٰ شامی: ج: ۳ ص: ۳۲۱

۳۲۴ فتح القدیر: ج: ۵ ص: ۳۳۴

۳۲۵ فتاویٰ قاضی خان: ج: ۳ ص: ۳۶۸

۳۲۶ سورة التوبہ: ۶۶

۳۲۷ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۹۱

۳۲۸ سورة الاعراف: ۱۹۹

۳۲۹ صحیح بخاری: ج: ۱ ص: ۲۱۶

۳۳۰ اشعة المبعات: ج: ۲ ص: ۲۰۸/مسک الختام: ج: ۲ ص: ۵۱۴

۳۳۱ الشفاء: ج: ۲ ص: ۱۹۰/الصارم المسلول: ص: ۷





کرنا جائز نہیں۔ ۲

خلیفہ ہارون الرشید کے جواب میں امام مالک کا فتویٰ:

”عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس کا ردو عالم کی شان میں گستاخی کرتا ہو۔ ہارون الرشید نے لکھا تھا کہ عراق کے علماء نے شاتم رسول ﷺ کے لیے کوڑوں کی سزا تجویز کی ہے؟ آپ کا اس سلسلے میں کیا فتویٰ ہے؟ امام مالک نے ہارون کو استفسار پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جو شخص حضور علیہ السلام کو گالی دے وہ ملت اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا“ ایسا شخص واجب القتل ہے اور جو کوئی شخص اصحاب رسول کو نہ اکتے اور گالیاں دے اس کو کوڑے مارے جائیں۔“ ۳

موسیٰ بن مہدی عباسی اور گستاخ رسول ﷺ:

”عباسی خلیفہ موسیٰ بن مہدی الملقب بہادی کے عہد میں ایک شخص نے قبیلہ قریش کو نہ اکتا دیا۔ اس سلسلے میں حضور نبی کریم ﷺ ذات پاک کے متعلق بھی گستاخی کی۔ وہ ہادی کے سامنے لایا گیا۔ اس نے علماء و فقہاء کو جمع کر کے اس کے متعلق فتویٰ لیا۔ انہوں نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ اس پر خلیفہ نے کہا کہ اس کی سزا کے لیے قریش ہی کی اہانت کافی تھی۔ (کیونکہ یہ سرکار مدینہ ﷺ کا خاندان ہے) اس دشمن خدا نے رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل کر لیا چنانچہ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔“ ۴

سلطان نور الدین زنگی اور گستاخان رسول ﷺ:

۵۷۷ھ ہجری میں سلطان نور الدین زنگی کے زمانہ میں روضہ پاک میں نقب زنی کی ناپاک جہارت کی گئی مگر اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے شر پسندوں کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ سلطان کو خواب میں حضور سرور کوئین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے ”دو ٹہلی اٹھکوں والے“ اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے میری حفاظت کرو۔ سلطان کو سخت تشویش ہوئی۔ اٹھ کر وضو کیا، نفل ادا کیے مگر جو بھی لینے پھرو وہی خواب دیکھا غرض شک میں نہ دھنسا ہوا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے وزیر جمال الدین کے مشورے پر فوراً مدینہ کی تیاری شروع کر دی۔ سولہویں دن مدینہ طیبہ پہنچے۔ ریاض الجنۃ میں حمیۃ السجدا کر کے کے بعد سوچنے لگے کہ حصول مقصد کے لیے کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ آخر وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہیں وہ اہل مدینہ کو انعامات سے نوازیں گے۔ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا حصہ لے لے۔ ایک ایک آدمی آگیا، بادشاہ انعامات تقسیم کرتا رہا۔ وہ ہر شخص کو بخور

دیکھتا اور خواب میں نظر آنے والی شکلوں کو تلاش کرتا، حتیٰ کہ مدینہ کے تمام لوگ گزر گئے مگر خبر میں نہ لگایا جا سکا۔ بادشاہ نے استفسار کیا کہ کوئی رہ گیا ہو تو حاضر کیا جائے۔ بڑی سوچ بچار کے بعد شاہ کو بتایا گیا کہ صرف دو مغربی باشندے ہیں جو نہایت متقی ہیں اور انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے۔ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ بادشاہ نے انہیں بھی طلب کر لیا اور انہیں ایک خطرو کی سی پچھان گیا۔ پوچھا کون ہو اور یہاں کیوں پڑے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم مغرب کے رہنے والے ہیں راج کے لیے آئے تھے روضہ انور کی زیارت کے لیے مدینہ آئے تو حضور ﷺ کے پڑوس میں رہنے کے شوق میں یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ بادشاہ ان دونوں کو ہیں چھوڑ کر ان کی رہائش گاہ پر پہنچا جو ایک قریبی سرائے میں تھی مگر وہاں کوئی ملکوک چیز نظر نہ آئی جس کی وجہ سے بادشاہ اور پریشان ہو گیا۔

مدینہ پاک کے لوگوں نے ان کی صفائی میں بہت کچھ کیا کہ یہ نہایت پرہیزگار ہیں ریاض الجنۃ میں نماز پڑھتے ہیں روزانہ جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں اور ہر شنبہ کو تھا میں نفل ادا کرتے ہیں۔ یہ قائم اللیل اور قیام النہار ہیں۔ اس سے بادشاہ کی تشویش میں اور اضافہ ہو گیا۔ دفعتاً بادشاہ کے دل میں کچھ خیال آیا اور اس نے ان آدمیوں کے مصلیٰ کو الٹ دیا۔ پوریا کا مصلیٰ ایک پتھر کے اوپر تھا۔ پتھر اٹھایا گیا تو نیچے سرنگ نمودار ہوئی جو دور تک روضہ انور ﷺ کے قریب پہنچ چکی تھی۔

بادشاہ نے اس کمینی حرکت کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ لہرائی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے انہیں بیش بہا دولت دے کر اس کام پر مامور کیا ہے کہ کسی طرح وہ حضور نبی کریم ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں داخل ہو کر آپ ﷺ کا جسم اطہر یہاں سے نکال کر لے جائیں۔ ان کا طریقہ واردات یہ تھا کہ رات بھر سرنگ کی کھدائی کرتے کرتے اور ٹھکانوں میں مٹی بھر کر بیچ کے مصفاقات میں ڈال آتے۔ سلطان نور الدین زنگی یہ بات سن کر اتل غضب سے بھڑک اٹھا ساتھ ہی رقت بھی طاری ہو گئی کہ اسے اس کام پر مامور کیا گیا ہے چنانچہ دونوں عیسائیوں کو جمع کر کے وقت قتل کر دیا اور شام کے وقت ان کی ناپاک نعشوں کو بڑا نفل کر کے خاکستر کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس بیدار بخت بادشاہ نے حجرہ پاک کے چاروں طرف اتنی گہری بنیادوں کو کھدوا دیں کہ بھر دیا گیا سمندر کی طہون کو بھی پاک ﷺ کی لحد مبارک کی تہوں کے قصد کا موقع نہ مل سکے۔ ۵

شاتم رسول ﷺ: دینی نااندر اور سلطان صلاح الدین ایوبی:

”شیطان مفت پرہس اطلاق والی کرک رہی، اللہ نے جزیرہ نماے عرب پر لشکر کشی کا قصد کیا تا کہ مدینہ منورہ



میں آنحضرت ﷺ کے ہزار مہاکرمہند اور مکہ معظمہ میں خاندک پر کوسا کر دے۔ جب وہ سفردری راستے سے حملہ آور ہوا تو مسلمان مقابلے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس کی فوج "اسلامی لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہ اپنے جہازوں کو چھوڑ کر پہاڑوں کی جانب بھاگے۔ مسلم سپاہ کے جہازوں نے انہیں پہاڑوں اور باغوں سے پکڑ کر ان کے ٹکڑے کر دیے۔ دینی خالد جیسا شام رسول ﷺ خود بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اہلس کافر نے اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور مسلمانوں کو دیکھ بھانپنا اور حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرنا اس کی فطرت کی جزو لا ینفک بن چکا تھا لیکن پول کا بیان ہے کہ دینی خالد نے 1179ء میں مسلمانوں کے ایک کاروان کو لوٹ لیا اور اس کے تمام آدمی گرفتار کر لیے۔ بادشاہ بروہلم نے اس پر اعتراض کیا اور کاروان کے لوگوں کی رہائی اور لوٹے ہوئے مال کی واپسی کے لیے سفیر بھیجے۔ دینی خالد نے ان کا مذاق اڑایا۔ 1183ء میں بھرہ کی حرکت کی۔ 1186ء میں مسلمان تاجروں کے ایک قافلہ کو لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ جب ان لوگوں نے اس سے رہائی کے لیے کہا تو اس نے یہ طعن آمیز جواب دیا کہ تم محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ اکرم کو چھڑائے۔ (استغفر اللہ) جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو دینی خالد کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس صلح جن کا فو کھڑا نہ چاہتا تو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

صلیبی لڑائیوں کے سلسلے میں ایک موقع پر فرنگیوں کو شکست ہو گئی۔ فرنگی بادشاہ اور شہزادے قید کر کے سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے لائے گئے۔ ان میں دینی خالد بھی شامل تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کو تمام بد اعمالیوں کو انکس اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں محمد رسول اللہ ﷺ سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے اس موذی کا سر قلم کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم مسلمانوں کا یہ دستور نہیں کہ لوگوں کو خواہ قتل کرتے رہیں۔ دینی خالد کو صرف حد سے بڑھی ہوئی بد اعمالیوں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔ ۱۔ فقہائے اندلس اور گستاخ رسول ﷺ:

امیر ابوجعفر فرازی ماہر علوم اور اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا۔ وہ قاضی ابوالحسن بن غالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ جب اس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ خداوند تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور استہزاء کے کلمات ادا کرتا ہے تو قاضی بن عمرہ اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت

میں طلب کیا اور اس کی کوتاہیوں کے ثبوت کے بعد اس کے قتل اور پھانسی کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلے اس کے پیٹ میں ہنسی ماری گئی اور اس کے بعد اس کو اٹھا کر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ بعد میں اس کی تشنہ سولی سے اتار کر جلا دی گئی۔ یہ پادری یولیو جنس کا قاتل:

اے ہنسی آف سین کے مصنف کیو ر مور لکھتے ہیں: "قرطبہ کے اس پادری (یولیو جنس) نے 850ء میں سر عام بغیر اسلام ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کی تحریک کا آغاز کیا۔" (اے ہنسی آف سین ص: ۷۷) لین پول "اسٹوری آف دی نیشز سریر" کے مصنف لکھتے ہیں: "یہ (پادری یولیو جنس) اپنی مجنونانہ حرکتوں سے باز نہ آیا اور امیر عبدالرحمان کے فرزند ارجمند (امیر محمد) کے ہاتھوں کیفر کا وار کو پہنچا۔ ۵۔ راجب اسحاق کا قتل:

اسحاق قرطبہ کے عیسائی ماں باپ کا بیٹا تھا۔ عربی زبان خوب جانتا تھا۔ ابھی نو عمری ہی تھا کہ امیر عبدالرحمان کے دربار میں اس کو کاتب کی جگہ مل گئی لیکن 24 برس کی عمر میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر مہالوس کی مسیحی خانہ میں گوشہ نشین ہو گیا جہاں متعصب پادریوں کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے اس کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ وہ اپنی جان دیکر بزرگی حاصل کرے۔ ایک دن وہ خانقاہ سے نکل کر قرطبہ پہنچا اور قاضی کے سامنے آکر کہا "میں آپ کا دین قبول کرنا چاہتا ہوں تمہاری کر کے آپ مجھے اس کی ہدایات کریں۔" قاضی اس سے خوش ہو کر اسے دین اسلام کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے برملا حضور ﷺ پر سب و شتم کیا۔ جب قاضی نے سمجھا تو اس کو بھی نرا اہلا کہا۔ قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔ امیر عبدالرحمان نے اس گستاخ رسول ﷺ کی بابت حکم جاری کیا کہ اسے پھانسی دی جائے اور اس کی لاش کو کئی دن تک پھانسی پر اس طرح لٹکا رہنے دیا جائے کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر ہوں۔ اس کے بعد لاش جلا کر اس کی راکھ دریا میں بہا دی جائے۔ چنانچہ جون 851ء میں ان احکام کی تعمیل ہوئی۔ ۹۔ پرنکیس کا قتل:

پرنکیس سنت انیس کلوں کے گر جا کا ایک پادری تھا عربی زبان پر مہارت رکھتا تھا۔ ایک دن بازار میں کچھ خریدنے نکلا وہاں چند مسلمانوں سے گفتگو کرنے لگا۔ معمولی بات چیت کے بعد مذہب کا ذکر چھڑا۔ مسلمانوں نے پادری سے کہا "تم ہمارے رسول قبول ﷺ اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ پادری نے کہا کہ میرا خدا ہے۔ تم اپنے پیغمبر ﷺ کی نسبت نہ پوچھو کہ ہم عیسائی ان کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں۔"

اس کا جواب دینا چاہتا تھا کہ وہ قاضی ابوالحسن بن غالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ جب اس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ خداوند تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور استہزاء کے کلمات ادا کرتا ہے تو قاضی بن عمرہ اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت



جب مسلمانوں نے قاضی کو اس کی گفتگو نہ بتانے کا یقین دلایا تو اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہے اور ان ﷺ پر سب وشم کیا۔ ایک دن جب وہ مڑک پر جا رہا تھا تو ان لوگوں نے جن کے سامنے اس نے بیہودہ الفاظ کہے تھے مسلمانوں کو اس کی نازیبا حرکت کی اطلاع دے دی۔ لوگ اسے پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور قاضی سے فریاد کی کہ اس پادری نے ہمارے نبی ﷺ کی شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ کہے ہیں۔ قاضی نے پادری سے پوچھا تو اس نے کانپتے ہوئے قلعہ انکار کر دیا۔ لیکن قاضی نے شرع کے مطابق اس کے قتل کا حکم سنایا اور اسے بیڑیاں پہنا کر قیل بھیج دیا۔ جہاں اس شاتم رسول ﷺ نے پھر اپنی سابقہ روش کا اعادہ کیا۔ چنانچہ مقررہ دن اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ ۱۱۔

ایک اور گستاخ کا قتل:

اسحاق کے قتل کے دو دن بعد ایک افریقی عیسائی نے جس کا نام "ساکو" تھا اور امیر عبدالرحمان کی فوج حافظ کا ایک سپاہی اور پادری پولوٹیس کا شاگرد تھا، پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دیں اور قتل ہو کر جہنم داخل ہوا۔ ۱۲۔  
"لین پول نے اس مردود کا نام "سانچو" لکھا ہے۔" ۱۳۔

عیسائی جنوں کا ایک اور مظاہرہ اور سزائے موت:

سانچو کے قتل کے بعد اتوار کے دن 7 جون 1851ء چھراہب، جن میں ایک اسحاق کا بچا جرماس اور دوسرا راہب جان ہوس تھا۔ وہ اپنے حجرے میں تھا پڑا ہوا تھا۔ قاضی کے سامنے آئے اور کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائیوں ساکوا اور اسحاق کے الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب وشم کرنے لگے۔ یہ چھ کے چل کر دیے گئے۔ ۱۴۔

آنزک کا قتل:

پرنکس کی طرح آنزک بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کیے گئے تو اس نے سب وشم شروع کر دیا۔ قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ اس نے اس کو قتل خچر سید کر کے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے۔ اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دینداری کے لیے مائے محبت آسمان کی بادشاہت انہی کے لیے ہے۔ اس شاتم رسول ﷺ کو قتل کر دیا گیا۔ ۱۵۔

جس بے باکی اور بد معاشری کا مظاہرہ مذکورہ گستاخان رسول ﷺ نے اس دور میں کیا اگر اس سے اسے فرش زمین کا سیاہ ترین دور تصور کر لیا جائے تو بے جا نہ ہو گا مگر جہاں اس سیاہ دور کی بدبختی کا قلع دامن گیر ہے وہاں اسلامی حکمرانوں کے جرأت مندانہ فیصلے سیاہ رات میں ستاروں کی مانند چمکتے نظر آتے ہیں اور ان ستاروں کی چمک ہی میں منزلوں کے آکار پنہاں ہیں۔

مغلیہ دور حکومت میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا:

علامہ القادر بدایونی لکھتے ہیں: "عبدالرحیم قاضی تھرانے شیخ (شیخ عبدالغنی چیف جسٹس) کے پاس ایک استاذ بیجا جس میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیے ہوئے ہیں لیکن ایک سرکش برہمن نے سارا عمارتی سامان اٹھوا لیا اور اسی سامان سے بت خانے کی تعمیر شروع کرادی ہے۔ میں نے جب اس کے خلاف تادیبی کارروائی کا اعادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی اس نے سخت توہین کی۔

شیخ عبدالغنی نے اس کو طلب کیا لیکن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ جس پر بادشاہ (اکبر) نے بیربل اور شیخ ابو الفضل کو بھجوا دیا اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابو الفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہوگئی کہ اس نے گالیاں بھیجیں۔ اس کی سزا کے معاملہ میں علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف "تقویر اور جرمانے پر زور دے رہا تھا۔ بادشاہ نے مراعتاً اس کے قتل کی اجازت نہ دی اور گول مول کہہ دیا کہ یہ شرعی مسئلہ ہے سزائے قتل کا تعین تم سے ہے۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن بدلتوں اس بھٹورے میں قید میں پڑا رہا شاہی محل کی بیگم اس کی رہائی کے لیے سفارشیں کرتی رہیں لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لیے اس نے رہائی کا حکم بھی نہ دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لیے اصرار کیا تو بادشاہ نے وہی جواب دیا کہ تم تو تم سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جانو کرو! اس کے بعد وراثی شیخ عبدالغنی نے اس برہمن (گستاخ رسول ﷺ) کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کی قتل میں اس کی گردن مادی گئی۔ ۱۶۔

1734ء میں ایک اور گستاخ کو قتل کیا گیا:

ایک ہندو مورخ اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: "حقیقت رائے باگھل پوری سیالکوٹ کے



جب مسلمانوں نے قاضی کو اس کی گفتگو نہ جانے کا یقین دلایا تو اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہے اور ان ﷺ پر سب و شتم کیا۔ ایک دن جب وہ مسرور پر جا رہا تھا تو ان لوگوں نے جن کے سامنے اس نے بیہودہ الفاظ کہے تھے مسلمانوں کو اس کی نازیبا حرکت کی اطلاع دے دی۔ لوگ اسے پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور قاضی نے فریاد کی کہ اس پادری نے ہمارے نبی ﷺ کی شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ کہے ہیں۔ قاضی نے پادری سے پوچھا تو اس نے کانپتے ہوئے قطعاً انکار کر دیا۔ لیکن قاضی نے شرع کے مطابق اس کے قتل کا حکم سنایا اور اسے بیڑیاں پہنا کر جیل بھیج دیا۔ جہاں اس شام رسول ﷺ نے پھر اپنی سابقہ روش کا اعادہ کیا۔ چنانچہ مقررہ دن اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ ۱۱۔

ایک اور گستاخ کا قتل:

اسحاق کے قتل کے دو دن بعد ایک افرنجی عیسائی نے جس کا نام "ساکو" تھا اور امیر عبدالرحمن کی فوج محافظ کا ایک سپاہی اور پادری یولوتس جس کا شاکر تھا، پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دیں اور قتل ہو کر جہنم واصل ہوا۔ ۱۲۔  
 "لیکن پول نے اس مردود کا نام "سانچہ" لکھا ہے۔" ۱۳۔  
 عیسائی جنوں کا ایک اور مظاہرہ اور سزا موت:

سانچے کے قتل کے بعد اتوار کے دن 7 جون 1851ء چدرابہ، جن میں ایک اسحاق کا بچا جرمیاس اور دوسرا رابہا جن ابوس تھا۔ وہ اپنے حجرے میں تھا پڑا رہتا تھا۔ قاضی کے سامنے آئے اور کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائیوں ساکو اور اسحاق کے الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب و شتم کرنے لگے۔ یہ چھ کے قتل کر دیے گئے۔ ۱۴۔  
 آنزک کا قتل:

پرنکلس کی طرح آنزک بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کیے گئے تو اس نے سب و شتم شروع کر دیا۔ قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ اس نے اس کو ٹھکرا کر پیغمبر کو کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے۔ اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ مہارک ہیں وہ لوگ جو بنداری کے لیے مانتے تھے۔ آسمان کی بادشاہت انہی کے لیے ہے۔ اس شام رسول ﷺ کو قتل کر دیا گیا۔ ۱۵۔

جس بے باکی اور بد معاشری کا مظاہرہ مذکورہ گستاخان رسول ﷺ نے اس دور میں کیا اگر اس سے اسے فرش زمین کا سیاہ ترین دور تصور کر لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا مگر جہاں اس سیاہ دور کی بدبختی کا حلق دامن گیر ہے وہاں اسلامی حکمرانوں کے جرأت مند فیصلے سیاہ رات میں ستاروں کی مانند چمکتے نظر آتے ہیں اور ان ستاروں کی چمک ہی میں منروں کے آثار پنہاں ہیں۔

مغل دور حکومت میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا:

ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں: "عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ (شیخ عبدالغنی چیف جسٹس) کے پاس ایک استغاثہ بھیجا جس میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیے ہوئے ہیں لیکن ایک سرسبز برہمن نے سارا عمارتی سامان اٹھوا لیا اور اسی سامان سے بت خانے کی تعمیر شروع کر دادی ہے۔ میں نے جب اس کے خلاف تادمی کاروائی کا اعادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی اس سخت توہین کی۔

شیخ عبدالغنی نے اس کو طلب کیا لیکن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ جس پر بادشاہ (اکبر) نے ہیرتل اور شیخ ابوالفضل کو بھیجا اور درود اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہوگئی کہ اس نے گالیاں بکی تھیں۔ اس کی سزا کے معاملہ میں علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف، تعزیر اور جرمانے پر زور دے رہا تھا۔ بادشاہ نے مصلحتاً اس کے قتل کی اجازت نہ دی اور گول مول کہہ دیا کہ یہ شرعی مسئلہ ہے سزاؤں کا تعلق تم سے ہے۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن مدقوں اس جھگڑے میں قید میں پڑا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لیے سفارشیں کرتی رہیں لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لیے اس نے رہائی کا حکم بھی نہ دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لیے اصرار کیا تو بادشاہ نے وہی جواب دیا کہ ہم تو تم سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جالو کرو! اس کے بعد فوراً ہی شیخ عبدالغنی نے اس برہمن (گستاخ رسول ﷺ) کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کی قیل میں اس کی گردن مار دی گئی۔ ۱۵۔

1734ء میں ایک اور گستاخ کو قتل کیا گیا:

ایک ہندو مورخ اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: "حقیقت رائے ہاتھل پوری سیا لکوت کے



کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا، جس کی شادی خالد کے کن کن گھم بھٹائی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ حقیقت رائے مسلمانوں کے سکول میں داخل کیا گیا جہاں ایک استاد نے ہندو پوتاؤں کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کہیں۔ حقیقت رائے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً مقبیر اسلام ﷺ اور بی بی فاطمہ کی شان میں تا زینہ الفاظ استعمال کیے۔ اس جرم میں حقیقت رائے کو گرفتار کر کے لاہور عدالتی کاروائی کے لیے بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا۔ کچھ ہندو افسر ذکریا خان کے پاس پہنچے (جو اس وقت کے گورنر لاہور تھا) کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے۔ لیکن ذکریا خان نے کوئی سفارش نہ کی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا۔ جس کے اجراء میں پہلے جرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ ۱۶

معلوم ہوتا ہے کہ ستون سے باندھ کر کوڑوں کی سزا اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی وجہ سے دی گئی تھی اور قتل کی سزا اسے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرنے کی وجہ سے دی گئی۔

وہی ہندو مورخ آگے لکھتے ہیں:

”مہنجا میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔“ بحالائے کاش! ازمدہ دوان لاہور“ بسنت کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں اور اس کردہ رسم پر لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کر کے لاشعوری طور پر بھی قہر خداوندی کو آواز دینے سے بچ جائیں۔

سلطنت مغلیہ کا سورج (1857ء میں) جب غروب ہو چکا اور انگریز شاطر ہندوستان کے طول و عرض پر براجمان ہو گیا تو وہ قانون جو مسلمانوں کے دشمنوں کا مرہم تھا اسے بیکسر ختم کر دیا۔

چنانچہ مسلمان سرفروشیوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گستاخان رسول ﷺ کو قتل کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔“

### ﴿حوالہ جات﴾

۱۔ الشفاء، جلد: ۲، ص: ۳۸۷

۲۔ عمر جانی عربین عبدالعزیز، ص: ۵۰

۳۔ الشفاء، جلد: ۲، ص: ۳۸۷-۳۸۸

۴۔ تاریخ خطیب، جلد: ۱۳، ص: ۲۳

۵۔ آئینہ ج، ص: ۱۷۴-۱۷۵

۶۔ ابن کثیر، جلد: ۱۱، ص: ۸۲/کتاب الوصی، جلد: ۲، ص: ۸

۷۔ الشفاء، جلد: دوم، ص: ۳۷۸

۸۔ اسٹوری آف دی نیشنل سیریز، جلد: ۲، ص: ۳۴

۹۔ عبرت نامہ اعلیٰ، ص: ۳۷۹

۱۰۔ عبرت نامہ اعلیٰ، جلد دوم، ص: ۳۷۹/۳۷۸/۳۷۷/۳۷۶/۳۷۵/۳۷۴/۳۷۳/۳۷۲/۳۷۱/۳۷۰/۳۶۹/۳۶۸/۳۶۷/۳۶۶/۳۶۵/۳۶۴/۳۶۳/۳۶۲/۳۶۱/۳۶۰/۳۵۹/۳۵۸/۳۵۷/۳۵۶/۳۵۵/۳۵۴/۳۵۳/۳۵۲/۳۵۱/۳۵۰/۳۴۹/۳۴۸/۳۴۷/۳۴۶/۳۴۵/۳۴۴/۳۴۳/۳۴۲/۳۴۱/۳۴۰/۳۳۹/۳۳۸/۳۳۷/۳۳۶/۳۳۵/۳۳۴/۳۳۳/۳۳۲/۳۳۱/۳۳۰/۳۲۹/۳۲۸/۳۲۷/۳۲۶/۳۲۵/۳۲۴/۳۲۳/۳۲۲/۳۲۱/۳۲۰/۳۱۹/۳۱۸/۳۱۷/۳۱۶/۳۱۵/۳۱۴/۳۱۳/۳۱۲/۳۱۱/۳۱۰/۳۰۹/۳۰۸/۳۰۷/۳۰۶/۳۰۵/۳۰۴/۳۰۳/۳۰۲/۳۰۱/۳۰۰/۲۹۹/۲۹۸/۲۹۷/۲۹۶/۲۹۵/۲۹۴/۲۹۳/۲۹۲/۲۹۱/۲۹۰/۲۸۹/۲۸۸/۲۸۷/۲۸۶/۲۸۵/۲۸۴/۲۸۳/۲۸۲/۲۸۱/۲۸۰/۲۷۹/۲۷۸/۲۷۷/۲۷۶/۲۷۵/۲۷۴/۲۷۳/۲۷۲/۲۷۱/۲۷۰/۲۶۹/۲۶۸/۲۶۷/۲۶۶/۲۶۵/۲۶۴/۲۶۳/۲۶۲/۲۶۱/۲۶۰/۲۵۹/۲۵۸/۲۵۷/۲۵۶/۲۵۵/۲۵۴/۲۵۳/۲۵۲/۲۵۱/۲۵۰/۲۴۹/۲۴۸/۲۴۷/۲۴۶/۲۴۵/۲۴۴/۲۴۳/۲۴۲/۲۴۱/۲۴۰/۲۳۹/۲۳۸/۲۳۷/۲۳۶/۲۳۵/۲۳۴/۲۳۳/۲۳۲/۲۳۱/۲۳۰/۲۲۹/۲۲۸/۲۲۷/۲۲۶/۲۲۵/۲۲۴/۲۲۳/۲۲۲/۲۲۱/۲۲۰/۲۱۹/۲۱۸/۲۱۷/۲۱۶/۲۱۵/۲۱۴/۲۱۳/۲۱۲/۲۱۱/۲۱۰/۲۰۹/۲۰۸/۲۰۷/۲۰۶/۲۰۵/۲۰۴/۲۰۳/۲۰۲/۲۰۱/۲۰۰/۱۹۹/۱۹۸/۱۹۷/۱۹۶/۱۹۵/۱۹۴/۱۹۳/۱۹۲/۱۹۱/۱۹۰/۱۸۹/۱۸۸/۱۸۷/۱۸۶/۱۸۵/۱۸۴/۱۸۳/۱۸۲/۱۸۱/۱۸۰/۱۷۹/۱۷۸/۱۷۷/۱۷۶/۱۷۵/۱۷۴/۱۷۳/۱۷۲/۱۷۱/۱۷۰/۱۶۹/۱۶۸/۱۶۷/۱۶۶/۱۶۵/۱۶۴/۱۶۳/۱۶۲/۱۶۱/۱۶۰/۱۵۹/۱۵۸/۱۵۷/۱۵۶/۱۵۵/۱۵۴/۱۵۳/۱۵۲/۱۵۱/۱۵۰/۱۴۹/۱۴۸/۱۴۷/۱۴۶/۱۴۵/۱۴۴/۱۴۳/۱۴۲/۱۴۱/۱۴۰/۱۳۹/۱۳۸/۱۳۷/۱۳۶/۱۳۵/۱۳۴/۱۳۳/۱۳۲/۱۳۱/۱۳۰/۱۲۹/۱۲۸/۱۲۷/۱۲۶/۱۲۵/۱۲۴/۱۲۳/۱۲۲/۱۲۱/۱۲۰/۱۱۹/۱۱۸/۱۱۷/۱۱۶/۱۱۵/۱۱۴/۱۱۳/۱۱۲/۱۱۱/۱۱۰/۱۰۹/۱۰۸/۱۰۷/۱۰۶/۱۰۵/۱۰۴/۱۰۳/۱۰۲/۱۰۱/۱۰۰/۹۹/۹۸/۹۷/۹۶/۹۵/۹۴/۹۳/۹۲/۹۱/۹۰/۸۹/۸۸/۸۷/۸۶/۸۵/۸۴/۸۳/۸۲/۸۱/۸۰/۷۹/۷۸/۷۷/۷۶/۷۵/۷۴/۷۳/۷۲/۷۱/۷۰/۶۹/۶۸/۶۷/۶۶/۶۵/۶۴/۶۳/۶۲/۶۱/۶۰/۵۹/۵۸/۵۷/۵۶/۵۵/۵۴/۵۳/۵۲/۵۱/۵۰/۴۹/۴۸/۴۷/۴۶/۴۵/۴۴/۴۳/۴۲/۴۱/۴۰/۳۹/۳۸/۳۷/۳۶/۳۵/۳۴/۳۳/۳۲/۳۱/۳۰/۲۹/۲۸/۲۷/۲۶/۲۵/۲۴/۲۳/۲۲/۲۱/۲۰/۱۹/۱۸/۱۷/۱۶/۱۵/۱۴/۱۳/۱۲/۱۱/۱۰/۹/۸/۷/۶/۵/۴/۳/۲/۱/۰

۱۱۔ عبرت نامہ اعلیٰ، جلد اول، ص: ۳۸۱

۱۲۔ مسلمان اعلیٰ میں ص: ۱۳۳

۱۳۔ عبرت نامہ اعلیٰ، جلد اول، ص: ۳۸۱

۱۴۔ تاریخ اعلیٰ، از سید ریاست علی ندوی

۱۵۔ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی

۱۶۔ پنجاب آخری مغل دور حکومت میں ص: ۱۲۲

۱۷۔ پنجاب آخری مغل دور حکومت میں ص: ۲۷۹



سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذہانت (امام ابن جوزی)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان نے کہا کہ تیرا عقیدہ ہے کہ تم کو وحی پیش آتا ہے جو خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے شک اس نے کہا اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو اگر خدا نے تیرے ساتھ سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر سلامتی ہی رہے گا۔ آپ نے فرمایا اے ملعون! اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے۔ بندے کو یہ نہیں کہہ خدا نے عزوجل کا امتحان لے۔ (کتاب الاذکیاء المعروف بالانکاف علیہ ص: ۵۶)



## تحفظ ناموس رسالت ایکٹ منزل بہ منزل

سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد جب ہندوستان میں برطانوی راج مسلط ہو گیا تو یہاں 1860ء میں گورنر جنرل ہند کی منظوری سے تعزیرات ہند (The Indian Penal Code) کو نافذ العمل کر دیا گیا۔ اس سے قبل سارے ملک میں اسلامی قانون جاری تھا۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے قرآن و سنت اور فقہی روشنی میں صادر ہوتے تھے۔ تعزیرات ہند کی تدوین لارڈ میکالے کی سربراہی میں تشکیل شدہ کمیشن نے پن لین کوڈ کو سامنے رکھ کر کی تھی اور اس سلسلہ میں انگلش قوانین اور خاص طور پر انتظامی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا گیا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انگلستان میں اس وقت بھی یعنی 1860ء میں قانون تو جین مسیح بطور کاسن لاء (Common Law) موجود تھا اور آج بھی بلاس فمسی ایکٹ (Blasphemy law) انگلینڈ کے مجموعہ قوانین میں شامل ہے۔ البتہ ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا تو جین حکومت یا حکومت کے خلاف اشتعال انگیزی کے جرم کی سزا کے لیے ایک دفعہ تعزیرات ہند میں شامل کی گئی جسے جرم بغاوت قرار دے کر اس کی سزا "سزائے عمر قید" کی گئی، جس کی جگہ 1898ء میں دفعہ 124۔ الف کو معمولی ترمیم کے ساتھ شامل تعزیرات کیا گیا مگر سزا اور نوعیت جرم وہی برقرار رہی۔

اسی سال 1898ء میں دفعہ 124۔ الف کے ساتھ ہی مزید ایک دفعہ 153۔ الف کا بھی اضافہ کیا گیا تاکہ فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی وجہ سے ملک میں جو فتنہ اور فسادات پیدا ہوں ان کا سد باب کیا جاسکے اور حکومت ان خطرات سے محفوظ رہ سکے۔

دفعہ 153۔ الف:

”جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر یا تحریر یا اشاروں سے یا کسی اور طریقہ سے ہندوستان میں برہمنی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارے یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے اسے دو سال قید تک سزا یا جمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔“

## آئین پاکستان میں قانون توہین رسالت کیا ہے؟

P.P.C (پاکستان پینل کوڈ) کے قانون 295 کے تین سیکشنز ہیں۔ A-B-C۔ اس میں سیکشن A کے مطابق: کسی مذہب یا مذہبی گروہ کے عقائد کو دانستہ برا بھلا کہنا جرم ہے۔ سیکشن B کے مطابق: قرآن پاک کی بے حرمتی یا شہید کرنا اس سیکشن میں شامل ہے۔ سیکشن C کے مطابق: حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی، یعنی توہین رسالت، اس میں گستاخی کی شان کے لیے تحریری، تقریری سمیت تمام انداز شامل ہیں۔

قانون میں ہر سیکشن کے حوالے سے باقاعدہ علیحدہ علیحدہ سزائیں مقرر ہیں۔ جیسے سیکشن A کے مطابق کسی کے مذہب یا مذہبی عقائد کو جان بوجھ کر برا بھلا کہنے اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کی سزا اس سال قید یا مشقت اور جرمانہ ہے۔ جس کا تین حالات اور دیگر شواہد کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کی بے حرمتی، شہید کرنا یعنی سیکشن B میں قرآن پاک کی بے حرمتی خواہ کسی بھی انداز سے کی گئی ہو اس کے لیے عمر قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ جبکہ سیکشن C کی کریم ﷺ کی شان میں کسی بھی انداز میں گستاخی پر بلوم کے لیے سزائے موت اور عمر قید کے علاوہ جرمانہ عائد کرنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔





## توضیح (Explanation)

”ایسا کوئی فعل جو بدعتی کے بغیر تکبیرتی کے ساتھ ان امور کی نشاندہی کرے جو ہر پنجٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں کے درمیان دشمنی یا منافرت کے جذبات یا رجحانات پیدا کرنے کا باعث ہوں، ختم کرنے کے لیے کیا گیا ہو، مذکورہ بالا جرم کی تعریف میں نہیں آئے گا۔“

## تشریحات (Commentary)

اس دفعہ کے اضافہ کا ایک مقصد یہ بھی بتایا گیا کہ ہر پنجٹی کی رعایا کے درمیان امن و امان قائم کرنا ہے۔ شامان رسول ﷺ کے خلاف بھی مقدمات اسی دفعہ 153- الف کے تحت قائم ہوئے۔ ان میں سب سے مشہور مقدمہ راج پال کے خلاف اسی جرم کے ارتکاب پر رجسٹر ہوا اور عدالت میٹن جج سے اسے سزا دی گئی جس کے خلاف اس نے لاہور ہائی کورٹ میں عمرانی دائر کی جو سماعت کے لیے دلیپ سنگھ جج کے سامنے لگوائی گئی، جس نے عمرانی منظور کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ مذہبی رہنماؤں پر تنقید یا طنز خواہ کتنا ہی غیر شرائستہ یا ناپسندیدہ کیوں نہ ہو وہ 153- الف کے تحت قابل تعزیر جرم نہیں بنتا۔ اس فیصلہ کی رو سے طرم راج پال ایک دفعہ پھر ناقص تعزیرات کے تحت جس کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال ہو سکتی تھی، سزا پا کر نہ ہو سکا، جس سے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ یہ فیصلہ آل انڈیا رپورٹر 1927ء میں 250 صفحہ پر چھپ چکا ہے۔ اس فیصلہ کے خلاف اور تعزیرات ہند میں توہین رسالت کے جرم پر کوئی سزا نہ ہونے کی وجہ سے سارے ملک میں مسلمانوں نے ہر پلیٹ فارم سے اس پر سخت احتجاج کیا اور بالآخر غازی علی محمد نے گستاخ رسول ﷺ راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے ناقصوں سے اسے توہین رسالت کی سزا دی اور خود جام شہادت نوش کر کے زندہ جاوید بن گیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پیش جج نے اختلاف کرتے ہوئے ”رسالہ درجمن“ کہیں کے ملزم کو جس نے رسول پاک ﷺ کی زندگی پر بالواسطہ طور پر طنز کیا تھا“ اسی دفعہ 153- الف کے تحت سزا دی اور قرار دیا تھا کہ اس کا بچہ کی تحریر توہین آئین ہے۔

برٹش گورنمنٹ نے جب دیکھا کہ دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ میں دفعہ 153- الف کی غلط تعبیر اور تخریج کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو رہے ہیں تو ان کی اشک شوئی کے لیے دفعہ 295- الف کو قانون فوجداری کے ترمیمی ایکٹ مجریہ سال 1927ء کے ذریعہ تعزیرات ہند میں شامل کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

## 295- الف:

”جو کوئی عداوت اور بدعتی سے تحریری یا تقریری یا اعلانیہ طور پر ہر پنجٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس جماعت کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔“

دفعہ 295- الف میں 23 مارچ 1956ء سے صرف ”ہر پنجٹی کی رعایا“ کے الفاظ کو ”پاکستان کے شہریوں“ کے الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس طرح اس دفعہ میں سال 1961ء کے ترمیمی آرڈیننس جس کو سال 1956ء سے موثر بہامشی کیا گیا تھا کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔

سال 1980ء میں دوسرے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ دفعہ 298- الف کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے:

## 298- الف:

”جو کوئی تحریری یا تقریری یا اعلانیہ یا اشاریاتی یا کتابی یا بالواسطہ یا بلاواسطہ ”امہات المؤمنین“ یا کسی ”اہل بیت“ یا ”خلفائے راشدین“ میں سے کسی ”خليفة راشد“ یا اصحاب رسول ﷺ کی بے حرمتی کرے ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے اسے تین سال تک کی سزا یا سزائے تازیانہ دی جائے گی یا وہ ان دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔“

اس دفعہ 298- الف تعزیرات پاکستان کے اضافہ سے صرف امہات المؤمنین، اہل بیت، خلفائے راشدین یا اصحاب رسول ﷺ کی بے حرمتی اور ان کی شان میں گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا لیکن خود اس مقدس ترین اہلیٰ جن سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ مرتبہ حاصل ہوا ان کی شان میں گستاخی ”اہانت“ توہین، تنقیص، طعنہ زنی، بہتان تراشی جیسے عقین اور ناقابل معافی جرم کے بارے میں کوئی سزا جو نہیں ہوئی۔ اس لیے اس کو تعزیرات کی (Omission) کو پورا کرنے کے لیے سال 1984ء میں راقم کی طرف سے شریعت کمیشن نمبر 1 سال 1984ء ذیل شریعت کورٹ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں صدر پاکستان اور گورنر ہائے صوبہ جات پاکستان کے خلاف دائر کی گئی اس شریعت کمیشن کا فیصلہ بھی محفوظ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں عاصہ جگتیکر نامی خاتون نے بالواسطہ گستاخی کی، جس پر مجتہد آپا شاہ قاضی نے راقم کے مشورہ سے توہین رسالت کے جرم کی سزا ”سزائے موت“ کا قابل قوی آسلی میں پیش کیا، جو فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور ہوا، جس کی رو سے تعزیرات پاکستان میں 295- الف کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے:



دفعہ 295-سی:

”جو کوئی عداوت یا نفرت کی طور پر یا بطور عدوت یا یا بہتان تراشی یا بالواسطہ یا بلا واسطہ اشارہ کرے یا کتا بیا یا کتا بیا محمد ﷺ کی توہین و تشنیع میں یا بے حرمتی کرے وہ مزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے مزائے جرم مانا بھی دی جائے گی۔“

چونکہ توہین رسالت کے متذکرہ بالا اہل میں اہانت رسول ﷺ کی سزا بطور حد کے مزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں مزائے موت کی متبادل سزا سزائے عمر قید جو دفعہ 295-سی میں رکھی گئی وہ قرآن و سنت کے منافی تھی۔ اس لیے راقم نے دوبارہ اس دفعہ سے ”عمر قید“ حذف کرنے کا مطالبہ بذریعہ پیش کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور ”حد“ صرف مزائے موت مقرر ہے اور حد میں کسی قسم کی کی یا پیشی نہیں کی جاسکتی۔ یہ شریعت پیشین فی ذل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ 30 اکتوبر 1990ء کے ذریعہ منظور کر لی اور قرار دیا کہ اہانت رسول ﷺ کی سزا بطور حد صرف مزائے موت ہے۔

فی ذل شریعت کورٹ نے قانون توہین رسالت کا یہ فیصلہ صدر پاکستان کو ارسال کر دیا تھا کہ 295-سی تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر کے ”عمر قید“ کے الفاظ 130 اپریل 1991ء تک حذف کر دیے جائیں ورنہ اس تاریخ سے ”عمر قید“ کے الفاظ اس دفعہ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔ اس فیصلہ میں حکومت پاکستان کو بھی ہدایت کی گئی کہ اس دفعہ میں ایک اور شق کا اضافہ کیا جائے جس کی رو سے دوسرے متغیروں کی اہانت کی سزا بھی مزائے موت مقرر کی جائے۔ اس فیصلہ کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی جو ہمارے مطالبہ پر واپس کر لی گئی۔ اس طرح فی ذل شریعت کورٹ کا فیصلہ بحال رہا جس کی وجہ سے ”عمر قید“ کی سزا غیر موثر ہو چکی ہے اور اب پاکستان میں اہانت رسول مقبول ﷺ کی سزا بجز اللہ تعالیٰ بطور حد ”مزائے موت“ مقرر ہو کر نافذ العمل ہے۔

دفعہ 295-سی سے ”عمر قید“ کے الفاظ حذف ہو جانے کے بعد حکومت اور قانون ساز اسمبلی نے اس دفعہ کو مکمل طور پر قرآن و سنت کے احکام سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مزید کاروائی نہیں کی۔ اس مرحلہ پر ایک اہم شرعی اور قانونی نکتہ کی نشان دہی کو پیش اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتا ہوں جو ہماری قانون ساز اسمبلی کی فوری توجہ کا مستحق ہے۔

میری رائے میں اس دفعہ 295-سی میں مزید ترمیم کر کے اسے قرآن و سنت کے مطابق بنانا نہایت ضروری ہے ورنہ اگر یہ دفعہ موجود صورت ہی میں برقرار رہے تو اس کی وجہ سے ”اہپام“ اور قانونی پیچیدگیوں کے پیدا ہو

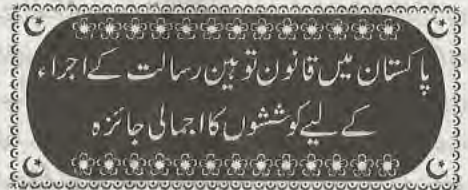
جانے کا اندیشہ ہے۔ قرآن و سنت میں ”حد“ اور تعزیری سزائوں کے لیے چند شرائط مقرر کی گئی ہیں۔

اسلام ہی نے دنیا میں سب سے پہلے ”نیت“ ”ارادے“ اور قصد (Intention) کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ اس سے قبل روغن لاء یا ہندوستان میں لاگو ایکو سکس لاء جس کا ماخذ بھی یہی روغن لاء ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی تک یورپ کے ان قوانین میں ”ارادہ“ یا ”قصد“ یا ”نیت“ کو جرم کا بنیادی رکن یا اسے جرم سے متعلق جو نہیں سمجھا جاتا تھا مگر آج سے جوہر سوسال قبل شارع اسلام علیہ اخیارہ السلام نے ارادہ اور نیت کو جرم اور عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا جو دنیا کے قانون و عدل میں سب سے پہلا انقلابی قدم تھا۔ چونکہ ساری دنیا نے اس کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ جزو قانون بن چکا ہے اس لیے اس کی تاریخی حقیقت کو دنیا نے فراموش کر دیا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی یہ مشہور حدیث ”انما الاعمال بالنیات“ کے یعنی ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہے کی روشنی میں 295-سی کو قرآن و سنت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ہمیں اسے دو حصوں میں منقسم کرنا پڑے گا۔ ایک تو بالارادہ جرم توہین رسالت یعنی وہ عمل جو قصد اور عمدہ اہانت رسول ﷺ اور انبیاء و کرام علیہم السلام کے لیے کیا جائے تو اس کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر کی جائے جس میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ دوسرا جرم جو بلا ارادہ ہو جس میں اہانت اور گستاخی کے کسی پہلو کی نیت یا ارادہ کسی صورت ظاہر نہ ہو یا اس میں ایسی کوئی بات نہ ہو جس پر طرم کی مجرمانہ ذہنیت مستدل لایا جاسکے تو ایسے جرم کو مستوجب حد کی بجائے لائق تعزیر بنایا جائے جس کی سزا بھی غیر معمولی مقرر کی جائے اس لیے کہ مجرم نے بال قصد اور ارادہ ہوا گستاخی کر کے حرم و احتیاط کو ٹوٹا نہیں رکھا جس کی ہر عاقل بالغ شخص سے توقع کی جاتی ہے۔ البتہ جرم کارہاء میں طرم مستوجب سزائیں ہے مگر جو شخص جرم کارہاء کا مرتکب ہو وہ مزائے موت کا مستحق قرار پائے گا کیونکہ جیسے سنگین جرم میں قتل بالارادہ ہو تو قتل محمولہ لگائے گا جس کی سزا بطور حد سزائے موت ہے لیکن اگر وہ قتل بالارادہ نہ ہو تو اسے قتل خطا مانا جائے گا۔ اس کی سزا حد کی طرح قتل نہیں بلکہ اس سے کم تر ہے البتہ جرم کارہاء کا مرتکب شخص مستوجب سزائے موت قرار پائے گا۔

ایک اور بات بھی واضعاً قانون کے ذہن نشین ہونا چاہیے کہ حدود کے نفاذ کے لیے نصاب شہادت اور تہذیبی اشد کو ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے بغیر زنا جیسے سنگین جرم میں بھی حد جاری نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اگر توہین رسالت کے جرم میں شرائط حد پوری نہ ہوں تو ایسی صورت میں اسے قابل تعزیر جرم قرار دے کر اس کے لیے قرار واقعی سزائیں میں مزائے تازیانہ اور جرمانہ بھی شامل ہو مقرر کر جائے۔





مسلم دل آزادی بیسائیوں کی میلی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں پے درپے شکستوں کی وجہ سے ہزیمت خوردہ ذہنیت کی غلامی میں پڑے۔ یہی ایک اندھا عنایت حقیقت ہے کہ لاہور کے ایک اشتراکیت زدہ ایجوکیٹ مشتاق راج نے 1983ء میں "آفاقی اشتیائیت" نامی ایک کتاب لکھی جس کا انگریزی میں ترجمہ (Heavenly Communism) کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ کتاب راقم الحروف کو جنس میاں صادق اکرام نے لاکروی اور فرمایا کہ اس کا جواب دینا چاہیے مگر یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کتاب میں کیونکر کامدہی نقطہ نظر سے کسی طرح جائزہ لیا گیا ہے، میں نے کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔

جیسے جیسے میں کتاب کو پڑھتا گیا، میری قوت برداشت جواب دہی چلی گئی اور کتاب پڑھنے کے بعد مجھ پر غم و غصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ کتاب میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ شتم کر دیا گیا تھا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ دینی پیشواؤں کو "دہی شیطان" کہا گیا۔ انبیاء کرام پر نہایت ٹھکانا اور سو قند حملے کیے گئے اور انتہا پر کہ حضور رسالت آپ ﷺ کی جناب میں بھی گستاخی کی جاسکتی تھی۔ میں نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان) کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ حسن اتفاق سے اس وقت عالم اسلام کے دو ممتاز سرکارڈ کنزرویٹو راج المدی علی اور جناب سعید صالح پروفیسر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ بھی پاکستان میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی ہماری دعوت پر اس اجلاس میں شرکت کی۔ ان سب کی یہ رائے تھی کہ یہ انتہائی دل آزار کتاب ہے۔ میں نے اس اجلاس میں کتاب اور اس کے مصنف کے خلاف قرارداد مذمت پیش کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ کتاب کی ساری کاپیاں ضبط کر لی جائیں اور گستاخ رسول ﷺ کو سزائے موت دی جائے۔ اس قرارداد کو منظور طور پر منظور کیا گیا۔

اس کے بعد راقم الحروف نے ایک قرارداد لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن میں بھی پیش کی کہ مشتاق راج کی بار ایسوسی ایشن سے رکنیت فوری ختم کر دی جائے اور اس کی پرنٹس کالاشنس ضبط کرنے کے لیے بار کونسل کو تحریک

کی جائے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے عبرت کا سزا دی جائے جس کو پاکستان کی مقننہ بار ایسوسی ایشن اپنے ہنگامی اجلاس میں جس میں پانچ سو سے زائد اراکین موجود تھے منظور کر لیا اور اسے بار ایسوسی ایشن سے خارج کر دیا گیا جس پر مشتاق راج چراغ پا ہو کر دھام طرازیوں پر اتر آیا اور اس نے پریس کو ایک بیان جاری کیا جس میں عذر گناہ پیش کرتے ہوئے مجھے اور ان تمام ساتھیوں اور معزز اراکین بار کونجیوں نے منظور طور پر اس قرار داد کو منظور کیا تھا "بہت جلد جذبات کے علم بردار اور" موروثی جہالت کے وارث" کے خطابات سے قوازا جس سے اس کی یوکلٹ صاف ظاہر ہوتی تھی اور اس طرح مخاطب سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصنف کو گالیاں دینے کا سلیقہ بھی نہیں۔

ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس اور لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے بعد حکومت نے یہ کارروائی کی کہ مشتاق راج کی کتاب "آفاقی اشتیائیت" کو ضبط کر لیا۔ ہم نے مصنف کے خلاف قانونی کارروائی کے لیے انارکلی پولیس اسٹیشن لاہور میں رپٹ درج کرائی جس پر پولیس نے مشتاق راج کے خلاف "توہین مذہب" کے جرم میں ذریعہ 295 الف تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کر لیا۔ کیونکہ تعزیرات پاکستان میں "توہین رسالت" جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی، ابتدائی رپورٹ کے باوجود مشتاق راج کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی تحریک پر تمام مذاکب فکر کے معتدبر علماء اور ممتاز قانون دانوں کی کانفرنس اسی سال 1983ء میں منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس میں علمائے دین، قانون دان حضرات اور شرکائے کانفرنس نے حکومت سے منظور طور پر مطالبہ کیا کہ اسلام میں توہین رسالت کی سزائے موت ہے۔ اس لیے گستاخ رسول ﷺ کو سزائے موت دی جائے۔ پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب انوار الحق لاہور ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج جناب ذکی الدین پال نے بھی اس مطالبہ کی تائید اور حمایت کی۔ پاکستان کے قومی اخبارات جن میں روزنامہ "جنگ"، "نوائے وقت"، "شرقی" اور "امرو" قابل ذکر ہیں نے نہ صرف اس مطالبہ کے حق میں مقالات شائع کیے بلکہ ادارے بھی کھلے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے ہماری قرارداد اور اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا۔ شیخ غیاث محمد سابق عدالتی جزی کی تحریک پر کونسل نے حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت اور ارتداد جیسے جرائم کی سزائے موت مقرر کی جائے اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو سخت توجہ نہ سمجھا جس کی وجہ سے دھکاء اور بالخصوص نوجوانوں میں اضطراب اور بے چارگی بڑھنے لگا۔ لاہور کے نوجوانوں کا ایک گروہ انتہائی مشتعل حالت میں میرے پاس پہنچا۔ ان میں سے دو نوجوانوں کے نام جوہد جن میں محفوظ گروہ گئے تھے ہیں: طارق فضل اور محمد ظلیل بھٹی۔ ان



سب نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس ملعون شخص کی نشاندہی کروں جس نے ان کے آقا و مولا کی شان میں ایسی گستاخی کی جسارت کی ہے۔ وہ ایسے شخص کے وجود کو ایک لمحے کے لیے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ میں نے انہیں سمجھانے بھانے کی کوشش کی لیکن ان کے اصرار اور اضطراب کو دیکھ کر غالب کی ہم نوائی پر مجبور ہو گیا۔

”یہ جنون عشق کے انداز چھت جائیں گے کیا؟“

مجھ سے کوئی تسلی بخش جواب نہ پا کر سر فرخوشوں کا یہ گروہ مشتاق راج کی تلاش میں نکل پڑا۔ حکومت کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تھی اس لیے اس خطرہ کے پیش نظر پولیس نے مشتاق راج کو گرفتار کر لیا۔ جب ان کو جواو کو یہ معلوم ہوا کہ مشتاق راج کو کراچی میں لے لیا گیا ہے تو پھر پھر میرے پاس واپس آئے اور دھڑکیں مار کر رونے لگے کہ وہ شہادت جیسی نعمت ظلمی سے محروم ہو گئے۔

مشتاق راج کی گرفتاری کے بعد ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ مشتاق راج کے چند ساتھیوں نے لاہور ہائی کورٹ میں اس کی ضمانت کے لیے درخواست پیش کی جس کی وجہ سے وکلاء سخت برہم ہو گئے۔ رشید مرتضیٰ قریشی، محمد شاہ نواز خان اور محمد عبدالعزیز قریشی ایڈووکیٹ اسٹے بے قابو ہو گئے کہ ایک مرحلہ پر وہ مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وکلاء کے ایک کثیر تعداد درخواست ضمانت کی مخالفت کے لیے مسٹر جسٹس میاں اسلم کی عدالت میں پیش ہوئی۔ ہم نے قانونی دلائل پیش کرتے ہوئے درخواست ضمانت کو مسترد کرنے پر زور دیا۔ ابھی یہ بحث جاری تھی کہ اسٹے میں شیر پیشہ قانون رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ روسٹرم کی طرف بڑھے۔ ان کی گھن گرج سے سارا کمرہ عدالت گونج اٹھا اور دفعتاً ایسا جوش اور جذبہ بے اختیار طوفان کا انداز آیا جس نے ایک بار پھر مولا نامہ علی جوہری خاں دینا ہال کراچی والے مقدمہ بغاوت کی یاد آرزو تازہ کر دی۔ شاید حالات کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جاتا لیکن اس وقت کے ایڈووکیٹ جنرل (اور بعد میں لاہور ہائی کورٹ کے جج) مراد شہ عزیز خان نے ہائی کورٹ کو بتلایا کہ حکومت پنجاب نے مشتاق راج کا مقدمہ عام فوجداری عدالت سے واپس لے کر ملٹری کورٹ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مشتاق راج کے وکلاء نے بھی عافیت اسی میں سمجھی کہ اس کی درخواست ضمانت واپس لے لی جائے اس لیے موصوف جیل سے باہر نہ آ سکے۔ جیل کے اندر جب قیدیوں کو یہ معلوم ہوا کہ ان میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس نے سرکار رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تو وہ بھی اسے مارنے کے لیے دوڑے۔ اس لیے وہاں پر بھی اسے قیدیوں سے علیحدہ وٹھرنی میں رکھا گیا۔

مسلمانوں کے ان مشتعل جذبات اور احساسات کے باوجود حکومت وقت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اگرچہ اس

وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے علماء کو نوٹس منعقدہ 21 اگست 1981ء میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ اور ان کے صحابہ کرام یا دیگر مذہبی اکابرین کے متعلق جبکہ آمیز گستاخیہ تحریر و تقریر کی حوصلہ شکنی کے لیے جلد ہی ضروری قانون بنایا جائے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سخت سزا مقرر کی جائے گی۔ اس یقین دہانی کے باوجود اس سلسلہ میں کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔ بالآخر قاتم الحروف نے وفاقی شرعی عدالت میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کو گورنروں کے خلاف پٹیشن دائر کی جس میں کہا گیا کہ تعزیرات پاکستان میں پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی اہانت تو ہیں انہیں جیسے سنگین اور ناقابل معافی جرم کے بارے میں کوئی سزا مقرر نہیں اس لیے توہین رسالت اور توہین مذہب کے جرائم کی سزا قرآن اور سنت کی روشنی میں سزائے موت مقرر کی جائے۔ یہ درخواست ایک سو پندرہ سو ستر ہزار و دو مسلمان شہریوں کی جانب سے دائر ہوئی جن میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان سابق و زائرانے قانون سابق انٹاری جنرل ایڈووکیٹ جنرل اور ممتاز قانون دان شامل تھے۔

یہ پٹیشن وفاقی شرعی عدالت کی فل شیج کے سامنے جو چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین، جسٹس فخر عالم، جسٹس چودھری محمد صدیق، جسٹس ملک غلام علی اور جسٹس عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل تھا۔ 18 جولائی 1983ء کو پیش ہوئی۔ فاضل عدالت نے ابتدائی بحث کی سماعت کے بعد انٹاری جنرل پاکستان اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلوں کے نام نوٹس جاری کر دیے اور پٹیشن برائے سماعت منظور کر لی۔ اس کے بعد پھر پٹیشن کی باقاعدہ سماعت اسی فیڈرل شریعت کورٹ کی فل شیج نے کی جو چیف جسٹس جناب گل محمد خان، جسٹس جناب فخر عالم، جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی، جسٹس مفتی شجاع علی قادری اور جسٹس جناب فخر الدین ایچ شیخ پر مشتمل تھا۔ اس کی سماعت 13 نومبر کو شروع ہوئی اور 21 نومبر 1985ء تک مسلسل روزانہ جاری رہی، پٹیشن پر بحث کا آغاز قاتم الحروف کے دلائل سے شروع ہوا۔ اس پٹیشن کی تائید میں تمام مکاتب فکر کے علماء، معروف قانون دان اور یونیورسٹی، کالجوں، دینی درس گاہوں کے اساتذہ کی کثیر تعداد عدالت میں آتی رہی۔

فیڈرل گورنمنٹ کی جانب سے ڈاکٹر سید ریاض الحسن و پٹی انٹاری جنرل حکومت پنجاب کی جانب سے جناب غلیل رمدے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب (موجودہ جج سپریم کورٹ)، حکومت سرحد کی جانب سے میاں اجمل اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور صوبہ سندھ کے ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی اپنی حکومتوں کا موقف پیش کیا۔ تمام علمائے کرام جنہوں نے بحث میں حصہ لیا اپنے اپنے تحریری دلائل بھی عدالت میں داخل کیے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں



کے نمائندوں نے بھی بیک زبان اس کی تائید کی کہ شام رسول کی سزا قرآن اور سنت کی روشنی میں سزائے موت مقرر ہے لیکن دورانِ بحث ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل سید ریاض الحسن گیلانی نے یہ موقف اختیار کیا کہ گستاخ رسول کو پولیس یا عدالت سے رجوع کیے بغیر موقع پر قتل کر دیا جائے۔ پھر یہ عجیب نکتہ اٹھایا کہ تعزیرات پاکستان میں تو بین رسالت کی سرے سے کوئی سزا ہی موجود نہیں جسے قرآن و سنت کے منافی قرار دیا جائے۔ اس لیے وفاقی شرعی عدالت کو اس پیشینگی کی ساحت کا اختیار ہی نہیں۔ راقم الحروف اور صوبائی حکومتوں کے تمام نمائندوں نے وفاقی حکومت کے دوسرے موقف کی تردید میں اپنے دلائل پیش کیے کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو تو بین مذہب کے بارے میں جو سزا مقرر ہے اس کے قانونی سقم کو جو قرآن و سنت سے متصادم ہے دور کر کے تو بین رسالت کی سزا کو بطلور حد جاری کرنے کے لیے حکومت کو یہ حکم دینے کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ عدالت نے فریقین اور معاونین علماء کے مبسوط دلائل کے سننے کے بعد اپنا فیصلہ محفوظ رکھا۔

اس کے بعد ماہ جولائی 1986ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بارے میں ناخواندہ اور تعلیم سے نااہل جیسے نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے جو سامعین اور تمام امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے۔ اس پر واٹلینڈی بار ایسوسی ایشن کے محضر اراکین میں سے عہدار الرکن لودی اور ظہیر احمد قادری ایڈووکیٹ نے سخت احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان توہین آمیز الفاظ کو واپس لے کر اس گستاخی پر معافی مانگے لیکن اس کے انکار پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع تو راقم الحروف کی تجویز پر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیوسٹش کا ایک غیر معمولی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر پر اپنی اپنی غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فوری طور پر توہین رسالت کی سزائے حد کو پاکستان میں نافذ کرے اور اس جرم کے مرتکب افراد کو فوری وفاق سزا دے ورنہ اس کے سنگین نتائج کی تمام ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ راقم الحروف کی درخواست پر لاہور میں وکلاء اور علماء کا ایک مشترکہ اجلاس ماہ جون 1986ء میں منعقد ہوا جس میں تمام مذاہب فکر کے سربراہان و دروہ علماء اور ممتاز قانون دان حضرات نے شرکت کی اور متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

”ہم دین اور قانون سے وابستہ لوگ برطانیہ کا اعلان کرتے ہیں کہ سرزمین پاکستان کا کوئی مسلمان ان ملک میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں کسی قسم کی اہانت آمیز بات کو کسی نوع میں برداشت نہیں کر سکتا اور نہ

ہی سیکولر ذہن رکھنے والے عناصر کو یہ اجازت دینے کے لیے تیار ہے کہ وہ یہاں اپنی مرام اور شرابگیز سرگرمیوں کو جاری رکھے اور فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کرے۔ ہم واضح الفاظ میں ان عناصر کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے سے باز آجائیں ورنہ اس کے نہایت سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔

عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر کا نوٹس سب سے پہلے قومی اسمبلی میں اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون ایم۔ این۔ اے محترمہ ثار فاطمہ نے لیا اور انہوں نے وہاں پوری قوت کے ساتھ آواز اٹھائی کہ عاصمہ جہانگیر کے ان توہین آمیز الفاظ کے خلاف حکومت فوری کارروائی کرے لیکن چونکہ اس وقت قانون میں توہین رسالت کے جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی اس لیے اس کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہ ہو سکی۔

اس بندہ عاجز کے مشورے سے قومی اسمبلی میں اسی مجاہدہ خاتون ثار فاطمہ نے ایک بل پیش کیا جس میں توہین رسالت کی اسلامی سزا سزائے موت تجویز کی گئی لیکن اس وقت کے وزیر انصاف جناب اقبال احمد خان نے جن سے ہمارے پیشہ وکالت کے تعلق سے دیرینہ مراسم تھے اس تجویز سے اختلاف کیا۔ ان کے خیال میں اس جرم کی کوئی سزا قرآن میں مقرر نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس بل کی حمایت میں محضرت کا اظہار کیا۔

حیرت اس بات پر ہوئی کہ وزیر موصوف علامہ اقبال جیسے عاشق رسول ﷺ کے نام سے منسوب مجلس اقبال کے رکن رکیں بھی تھے۔ یہ معلوم کر کے اور بھی حیرت ہوئی کہ ان موصوف کے علاوہ مولانا دسی مظہر ندوی جناب لیاقت بلوچ، شاہ بلخ الدین اور کچھ اسلامی ذہن رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اس تجویز سے پوری طرح متفق نہیں۔ وہ حضرات جو بدعہ صرف عمر قید کی سزا کو کافی سمجھتے تھے جس پر محترمہ ثار فاطمہ اور اس فقیر نے فرادادہم خیال اراکین اسمبلی سے مل کر ان کے سامنے قرآن وحدیث ائمہ کرام اور اجماع امت کے فیصلے پیش کیے اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس بل کی حمایت کر کے اسے قومی اسمبلی سے منظور کرانیں۔ پھر ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے محترمہ ثار فاطمہ نے جب یہ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا تو اراکین کی اکثریت کو اس کی حمایت میں دیکھ کر کسی اس بل کی مخالفت کی جرأت نہ ہو سکی اور بالآخر 12 ستمبر 1986ء کو پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر اس بل کو منظور کر لیا۔ اس طرح رسول پاک ﷺ کے لیے اسلامیان پاکستان کا جذبہ محبت وعقیدت اور احترام غالب آ کر رہا۔

حق سبحان وقضائی کا فضل بے پایاں اور نبی کریم ﷺ کا کرم خاص تھا کہ پاکستان میں پہلی مرتبہ توہین رسالت کے جرم کی سزا ”سزائے موت“ مقرر ہوئی اور تعزیرات پاکستان میں دفعہ 295 سی کا اضافہ کیا گیا لیکن اس دفعہ میں پھر بھی ایک ستم رانی نہ گیا۔ دفعہ مذکورہ میں توہین رسالت کی سزا موت یا اس کے متبادل سزا عمر قید رکھی



گئی۔ حالانکہ اہانت رسول اکرم ﷺ کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور کسی کو حد کی سزا میں کسی پیشی یا اس کی متبادل سزا مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لیے میں نے پھر فیڈرل شریعت کورٹ میں صدر پاکستان اور حکومت پاکستان کے خلاف مقدمہ دائر کروایا اور دفعہ 295-سی کی اس شق کو چیلنج کیا جس کی رو سے عدالت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا بھی دینے کی مجاز ہے۔ اس پیشکش میں وفاقی شرعی عدالت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ سزائے عمر قید کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے صدر پاکستان کو یہ ہدایت جاری کی جائے کہ وہ توہین رسالت کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر کریں کیونکہ سزائے حد میں صدر گورنر پارلیمنٹ بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی کسی قسم کی تہدیبی یا تحقیف کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ پیشکش فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے سامنے یکم اپریل 1987ء کو پیش ہوئی۔ فاضل عدالت نے ابتدائی سماعت کے بعد وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے نام نوٹس جاری کر دیے۔ اس کے بعد اسلام آباد پھر لاہور میں اس مقدمہ کی سماعت ہوئی رہی۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ڈپٹی انٹرنی جنرل عبدالستار رحمہ اور صوبائی حکومت پنجاب کی جانب سے عزیز ان گرامی نذیر غازی اور جلال الدین غلہ پیش ہوئے۔ حکومت سرحد کی نمائندگی میاں محمد اجمل نے کی۔

جسٹس کی سماعت لاہور میں ماہ مارچ 1990ء کے پہلے ہفتہ میں فل فیصلے کے سامنے ہوئی جو چیف جسٹس جناب گل محمد خان، جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس ڈاکٹر ذوالحمید خان اور جناب جسٹس عبدالرزاق قصیم پر مشتمل تھا۔ وفاقی حکومت کا موقف تھا کہ توہین رسالت کی سزا "سزائے موت" کی بجائے صرف عمر قید کافی ہے کیونکہ اس جرم کی سزا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اس لیے یہ سزا بطور حد نہیں دی جا سکتی۔ اس کے علاوہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر توہین رسالت کا الزام کا نہ کہ سزائے موت کا مطالبہ کرے گا۔ مولانا مفتی غلام سرور قادری کی رائے میں حقیقی نقطہ نظر سے توہین رسالت کے جرم کی سزا "موت" "بیحد ارتدادی" جانے کی لیکن ارتداد کا قائل معافی جرم ہے۔ اہل حدیث کے سب فکر کے اس کا حافظہ صلاح الدین یوسف نے بھی متفق صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ توہین سزا موقوف ہو جائے گی لیکن باقی اور سرحد کوہجروں کی توہین قابل قبول نہ ہوگی۔

راقم الحروف نے ڈپٹی انٹرنی جنرل اور ان علماء معززات کے دلائل کی سختی سے تردید کی۔ قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کے حوالہ سے بتایا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت دی جائے گی۔ خود سرکار رسالت مآب ﷺ کے حکم سے سزائے موت ان لوگوں کو بھی دی گئی جو یہودی اور غیر مسلم تھے اور جنہوں نے

حضور کی اہانت کر کے آپ ﷺ کو ایذا دی تھی۔ اس لیے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تیز نہیں۔ اگر مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد ہونے کی بجائے سزائے موت کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور دیگر ائمہ حدیث و فقہ ابن حزم، ابن تیمیہ کے فتاویٰ کے مطابق توہین رسالت کے جرم کی سزا بطور حد سزائے موت ہے اور یہ ناقابل معافی جرم ہے جس کے مرتکب کی توبہ بھی قابل قبول نہیں۔ خود فقہ حنفی کی مشہور کتب البحر الرائق شرح کنز الدقائق، رد المحتار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار اور فتح القدیر سے بھی یہ ثابت ہے کہ شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔ ہمارے اس موقف کی تائید صوبہ پنجاب کے نمائندے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل صاحبان نے کی۔ اس کے بعد فیڈرل شریعت کورٹ نے اس مقدمہ کا تاریخی فیصلہ 30 اکتوبر 1990ء کو سنایا۔

اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جوفاذ اسلام اور قرآن و سنت کے قانون کی بالادستی کا منشور دے کر سربراہ اقتدار آئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور راقم الحروف کے نام وفاقی حکومت کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ چودھری اختر علی کا نوٹس بھی موصول ہو گیا۔ جس پر راقم نے اس وقت کے وزیراعظم کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر سپریم کورٹ سے واپس لے ورنہ مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف بھی مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی وہی انجام ہوگا جو اس کی پیش رو حکومت کا ہو چکا ہے۔ جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں خالصانہ اور فرسودہ قرار دے کر قانون قصاص و دیت کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کاروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانون قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل کو مسترد کر دیا اور پھر یہ حکومت غضب الہی کا شکار ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ نواز شریف نے اس انتخاب پر برسرعام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی حکم نہیں تھا ورنہ اس غلطی بھی سرزد نہ ہوتی اور اس جرم کی سزائے موت بھی کم تر سزا ہے۔ اس لیے یہ اپیل سپریم کورٹ سے فوری طور پر واپس لے لی گئی جس کے بعد فیصلہ تعالیٰ اب پاکستان میں توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت حتیٰ اور قطعی طور پر جاری ہو چکی ہے اس قانون کی بدولت اب کوئی شخص شاتم رسول ﷺ کو خود کیفر کرنا دیکھ سکتا ہے جس نے اس کے بجائے عدالت سے رجوع کر کے گناہاں فریقین سے شہادت لی جانے کی۔ لازم کو صفا کی کا موقع دیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر جرم ثابت ہوگا پھر مجرم کو سزا دی جائے گی۔



## قانون تحفظ ناموس رسالت کی ضرورت و اہمیت

مولانا شاہ احمد نورانی  
رحمۃ اللہ علیہ

کوچہ سیاست کی چکا چوند میں بے داغ کردار کا نام شاہ احمد نورانی ہے۔ حضرت نورانی میاں خلیفہ اہل حضرت  
حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمہ اللہ کی نور نظر تھے۔ بے داغ کردار، پختہ استدلال، جمہالیہ، بیضا و کش اعدا و بیاں،  
ذہانت، دیانت اور ممانت یہ نورانی میاں کی ایسی خوبیاں تھیں جو کم ہی کسی کو عطا ہوتی ہیں۔ صاحب طرز خلیفہ تھے اور  
جب دورِ پانچویں آیا تو اہل کی عداوت فرماتے تو سائل باندھ دیتے۔ عشق رسالت مآب ﷺ آپ کا طرہ اختیار تھا۔  
مستقل مزاجی اور ذرہ نوازی آپ کی فطرت میں ایسی ودیعت کر گئیں کہ دنیا پرستی، دولت اندوزی اور زرگری  
کے دور میں بھی جس جگر سے نکل کر وادی سیاست میں آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب پر چھا گئے اسی جگر سے  
اپنی حیات مستعار کے شب و روز بسر کر دیے۔ جس مسجد میں نماز تراویح میں قرآن حکیم کی عداوت شروع کی آخری  
سال تک اس مسجد کے منبر و محراب کو رونق بخشی۔ کئی باز بچہ اطفال کو آپ نے اہل بچہ کر سیاست کے میدان میں چلنا  
سکھایا اور وہ کچھ چلنا سیکھ گئے تو خود ہی راہبر بن گئے۔ خدا کی قدرت ان گمشدہ بچوں کے سامنے اس وقت  
نورانی جیسا ”کوہِ عالیہ“ بھی نہیں۔ راستہ بالکل صاف ہے تو پھر ان بلند و بانگ وجودوں کے ساتھ میدانِ عمل  
میں کیوں نہیں اترتے جن کا ذکر ”حیاتِ نورانی“ میں بڑے عمدے انداز میں ہوتا تھا۔

حضرت نورانی صاحب کسی طور پر طرینہ کی جانب سے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں  
سے تھے۔ خونِ صدیقی ہی کا اثر تھا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی تحفظ ناموس رسالت اور نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے  
لئے وقف کر دی۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں کراچی کی سطح تک خدمات سر انجام دیں اور تحریک ختم نبوت  
1974ء میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ اسی تحریک میں آپ نے قومی اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی جانب سے قادیانوں کو  
غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار  
دے گئے تحریک ختم نبوت 1984ء میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس تحریک کے نتیجے میں ”انتخاب  
قادیانیت آرڈیننس“ جاری ہوا جس کی بدولت قادیانوں کی طرف سے شہائز اسلام کے استعمال پر پابندی عائد کی

مئی 1999ء میں پرویز مشرف کی جانب سے منتخب حکومت پر شبِ سخن مارنے کے بعد ”دور پرویز“ میں  
قادیانیوں کو نوازنے کی پالیسی تیار ہوئی۔ حضرت نورانی صاحب کے دور میں نگاہوں نے محاملات کی نزاکت کو  
سمجھتے ہوئے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ قادیانی نواز ”پرویز ٹولہ“ قادیانی دفتر فارم کی علیحدہ تیاری اور ختم نبوت  
کے حلقہ نامہ کی بحالی پر مجبور ہو گیا۔

نصفِ صدی سے زائد آپ نے آقا ﷺ کی عظمت و رفعت اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے علم کو  
اٹھائے رکھا۔ ان گنت قادیانی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے آغوشِ امن میں آئے۔ آج جمعیتِ علمائے  
پاکستان، ورلڈ اسلامک مشن، فدائیانِ ختم نبوت اور دیگر کی ادارے اپنے محبوب حق کو اور بے لوث قائد کی راہ دیکھ  
رہی ہیں لیکن صدیقی شہزادہ ان سے بہت دور عالمِ ارواح میں خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا بے انتہا احسان ہے کہ ہم اور آپ اسلام اور دین حق کی رحمت سے  
سرفراز ہیں اور اس کا احسان ہے کہ ہم اور آپ اللہ کے گھر میں اللہ عزوجل کے حضور میں سرِ مجہد ہونے کے لیے  
حاضر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ کناہ گار کی اور آپ سب کی حاضری قبول فرمائے اور جو کچھ بیان کیا جائے اس کو  
شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے لیے کفارہ دینا بتائے۔

اللہ جل جلالہ نے حضور پُر نور ﷺ کی ذات القدس کو بابرکت اور رحمتہ للعالمین بنا کر تمام عالم کی ہدایت  
ورہنمائی کے لیے بھیجا۔ نبوت و رسالت ایک عظیم منصب ہوتا ہے ایک اعلیٰ مقام ہوتا ہے۔ اس کی بلندی و عظمت کو  
اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات میں بیان فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث  
فرمایا تو اس کے تقدس اس کی عظمت و حرمت کے تمام پہلوؤں کا گرافر فرمائے۔ جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف  
لائے ان میں خواہ کوئی نبی صاحبِ شریعت ہو یا صاحبِ شریعت نہ ہو صاحبِ کتاب ہو یا صاحبِ کتاب نہ ہو  
(یعنی تشریف نبی ہو یا غیر تشریف نبی) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی عزت و حرمت اور ان کی شان و عظمت  
کے حفظ کا سامان فراہم کیا۔ عزت و حرمت اور مرتبے کے اعتبار سے ہم کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ لا نفروق بین  
احد من وصلہ و احدهم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ یعنی نفس رسالت و نبوت میں کسی  
قسم کا کوئی فرق نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پر نور شافعِ یوم النحر ﷺ کے اسی اقرارِ غلام ہیں ان کے چاہنے والے ہیں ان سے محبت کرنے



پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے ہیں مکمل ان کا بیان ملک کے اخبارات میں چھپا۔ میں ملک سے باہر استین فرانس پر نکال بیچویم، ہالینڈ وغیرہ کے تبلیغی دورے پر تھا، دو مہینوں کا وہاں افتتاح کرتا تھا۔ وہاں سے واپس آیا اور دو روز غنیمت کر سکا پور چلا گیا۔ سکا پور میں کانفرنس تھی اور وہ کانفرنس ختم کر کے کل جب میں وطن واپس آیا تو اخبار میں یہ بیان پڑھا کہ آرج بپ آف کٹر بری چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ نے اسلام آباد میں اپنی تقریر میں یہ مطالبہ کیا ہے کہ Law of Blasphemy میں سزائے موت دی گئی ہے اس سزائے موت میں تخفیف کی جائے۔

Law of Blasphemy کیا ہے؟ اس میں سزائے موت کیوں مقرر کی گئی ہے؟ اس کی تفصیل آپ کو ملنا چاہتا ہوں اور یہ آپ کے علم میں رہنی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ عیسائیوں کا ایک رہنما آرج بپ پاکستان میں جو ایک اسلامی ملک ہے جس میں بڑی جدوجہد کے بعد اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا ہے۔ 1973ء سے پہلے جتنے بھی آئین تھے ان میں اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب نہیں تھا۔ تو ام اسلامی جمہوریہ پاکستان تھا اور اس نام کی وجہ سے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا لیکن یہ بالکل ایسا بات تھی کہ جسے بعض لوگ اپنے نئے کا نام اقبال رکھتے ہیں یا جاوید اختر رکھتے ہیں نام تو ہے جاوید اختر چنانچہ یہ نام سر کر آپ شہر میں پڑ جاتے ہیں کہ مسلمان ہوگا لیکن جب آپ اس سے اس کا مذہب پوچھیں گے تو وہ بتائے گا کہ وہ کرچن (عیسائی) ہے۔

اس زمانے (1973ء) میں تو قومی اسمبلی میں جب یہ دلائل زیر بحث تھے۔ میں نے قومی اسمبلی میں مطالبہ کیا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہونا چاہیے تو اس زمانے کے وزیر اعظم اور ان کی پارٹی والے جن کی حکومت تھی وہ میرے اس مطالبے پر بڑے پریشان ہوئے مجھ سے بار بار یہ کہتے تھے نہ مولانا آپ اپنا یہ مطالبہ واپس لیں۔ میں نے کہا نہیں اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہی ہوگا۔ اس پر سربراہ اقتدار پارٹی نے یہ جواب دیا کہ پاکستان کی تاریخ میں اسلام کبھی بھی سرکاری مذہب نہیں ہوا اور آپ جو مطالبہ کرتے ہیں تو اس کے لیے ملک کا ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ نام ہونا ہی بس کافی ہے تو میں نے اپنی تقریر میں یہی مثال دی کہ سچے کا نام آپ جو چاہیں رکھ دیں لیکن اس کی شناخت بھی ضروری ہے۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے کہ امریکہ میں اس کے اپنے منافقین کو ساتھ ملا کر 1991ء میں عراق پر حملہ کیا تھا اور عراق کو لاپرواہت ہوئی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو بہت سے بے وقوف اور احمق کو بیٹوں نے اپنے بچوں کا نام

والے ہیں ان پر ایمان لانے والے ہیں ان کی عظمت و شان پر مہینے والے اور حضور ﷺ کے مقام اور عزت و حرمت کے قائم رکھنے والے ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی دوسرے نبی کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کی عزت و حرمت اور شان و عظمت قائم کرنے کے لیے نہیں ہیں کہ ہم نے اس نبی کی بے حرمتی کر دی۔ (معاذ اللہ) کسی بھی پیغمبر برحق کی توہین و تشقیص ہو جائے تو یہ کفر ہے۔ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اہل سنت کا یہ عقیدہ عین قرآنی ہے۔ اللہ رب العالمین جل جلالہ و دہم لو ان ارشاد فرماتا ہے ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا نَزَّلَ الْوَحْيَ مِنْ رَبِّهِمْ لَأُكْفِرَنَّ عَنْهُمْ قُلُوبُ وَتَرْجُمُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينِ لَمَّا عَلِمُوا لِسَانَ رَبِّهِمْ فِي مَا هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ لَمَّا كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ اور ایمان لائیں اس پر جو اسے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔“

اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہوا کہ حضور ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے بغیر عقیدہ کو حید کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آدمی مومن و مسلمان ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ پر بھی ایمان لانا ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ جتنے بھی انبیاء و مرسلین علیہم السلام حضور ﷺ سے پہلے تشریف لائے ہیں ان پر بھی ایمان لانا ہے۔ ان کی عزت و حرمت کو بھی قائم رکھنا ہے۔ کسی ایک نبی کی توہین بھی اسلام میں ناقابل معافی جرم ہے اور اپنے ایمان کو غارت کرنا ہے۔ نبی کی توہین پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ نبی کی توہین کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کو تین دن دیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرے اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو شرعی قانون کے تحت واجب القتل ہے۔ اسلامی حکومت اس کو قتل کر سکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ یا کسی اور نبی کی توہین کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مصعب نبوت کی خود حفاظت فرمائی ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی کوئی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔

آج کل انگلستان کے سب سے بڑے لارڈ پارڈی صاحب پاکستان آئے ہوئے ہیں اس کو آرج بپ آف کٹر بری بھی کہتے ہیں۔ یہ انگلستان میں سب سے بڑا پارڈی اور عیسائیوں کا سب سے بڑا نمائندہ ہوتا ہے۔ انگلستان کا جو بادشاہ ہے اس کے حلف میں یہ بات شامل ہے کہ I will defend the faith (یعنی میں عقیدہ کا تحفظ کروں گا) اس لیے انگلستان کے بادشاہ کو کہتے ہیں Defender of the faith (یعنی عقیدہ کا تحفظ کرنے والا) میں ذرا اس بات کی وضاحت کر دوں کہ چرچ آف انگلینڈ کا ایک علیحدہ مستقل نظام ہے جو دوسرے کیسٹونگ اور پروٹسٹنٹ سے ہٹ کر ہے اور شاہ برطانیہ اس کا محافظ ہے۔ آرج بپ جو بدعنوانی سے



”بش“ رکھ دیا۔ غور کیجئے کہ مسلمان کو بیٹوں نے اپنے بچوں کا نام ”بش“ رکھ دیا۔ اس وقت کے اخبارات میں یہ افسوسناک خبریں آئیں اور ہم نے ان پر آپ نے پڑھیں۔ اسی طرح ہمارے بہت سے لوگ بے معنی نام رکھ دیتے ہیں جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ حالانکہ نام تو اچھے رکھنے چاہئیں۔ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے نام رکھو کیونکہ اس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ لہذا بے معنی اور لغو ناموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اپنی مسجد کے خطیب یا عالم یا کسی بزرگ سے پوچھ لیا کریں تاکہ وہ کوئی اچھا نام تجویز کریں جو بے معنی بھی ہو تاکہ بچے پر اس کے اچھے اثرات قائم ہوں۔

بہر حال میں نے اس وقت قوی اسٹیبلٹی میں کہا کہ محض ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ نام رکھنے سے کچھ نہیں ہوتا ملک کا مذہب کیا ہے وہ بتائیے؟ اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب ہوتا چاہیے اور یہ باقاعدہ دستور میں لکھا ہونا چاہیے کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے، حکومت کا مذہب اسلام ہے اور پاکستان کا مذہب اسلام ہے۔ الحمد للہ ہمارا یہ مطالبہ منظور ہو گیا۔

میں آپ کو بتا رہا تھا کہ Law of Blasphemy کا ترجمہ ہوا قانون تحفظ ناموس و رسالت۔ اس پر کیا مزاد دی جائے؟ تقریباً پانچ چھ سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد 1990ء کی پارلیمنٹ سے یہ پاس ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس یا دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی توہین کا مرتکب ہو تو اس کو سزائے موت ہونی چاہیے۔ اس قانون کا نام ہوا Law of Blasphemy تو According to the act of the Parliament یعنی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت ”قانون تحفظ ناموس و رسالت“ نافذ ہوا۔

اب قانون بالکل واضح ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اگر اس نے کسی نبی یا نبی کی جگہ پرستی کی تو اس کے لیے سزائے موت ہے۔ آپ نے غور فرمایا کہ مسلمانوں نے جو قانون تحفظ ناموس و رسالت کا بنایا اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تحفظ دیا گیا ہے تاکہ یہ نہ ہو کہ کوئی عیسائی شکیات کرے کہ آپ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور اپنے نبی محترم ﷺ کے لیے تحفظ ناموس و رسالت کا قانون بنادیا اب یہ شکیات نہیں ہو سکتی۔

لیکن بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آج بپش عیسائیوں کے نمائندے ہیں ان کو تو اس قانون سے خوش ہونا چاہیے تھا کہ عیسائی علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی ہو تو اس کے لیے بھی یہی قانون ہے مگر انہوں نے

کل ان کا ایک طویل دہائی کا بیان نشر ہوا۔ انگریزی اخبارات میں نے پڑھا اور اس کے علاوہ اسلام آباد اور کراچی سے جو اخبار نکلتے ہیں اس میں بھی میں نے پڑھا ہے۔ ٹیکہ انگریزی میں ان کی تقریر تھی لہذا انگریزی اخبارات میں زیادہ تفصیل آئی ہے۔ مجھے اس بیان پر بڑی حیرت ہے کہ ایک عیسائی ایسا مطالبہ کر رہا ہے بلکہ ان کو تو خوش ہونا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک مسلمان ملک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و حرمت کو اس طرح تحفظ دیا گیا کہ ہم عیسائی بھی اتنا تحفظ نہیں کر سکتے۔ انگلستان میں کوئی تحفظ نہیں ہے مگر پاکستان میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی عزت و حرمت کے تحفظ کا قانون ہے اسی قانون کے ذریعے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی عزت و حرمت کا تحفظ بھی موجود ہے۔ عیسائیوں کے ساتھ یہودیوں کو بھی اس قانون پر خوش ہونا چاہیے کہ مسلمانوں نے جو قانون بنایا ہے اس سے اپنے پیغمبر کی عزت و حرمت کے ساتھ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عزت و حرمت کا تحفظ بھی کیا گیا ہے لیکن عیسائیوں کے بڑے رہنما مطالبہ کر رہے ہیں کہ نہیں! اس قانون میں جو سزائے موت دی گئی ہے اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ The death sentence should be abolished یہ ان کا مطالبہ اور یہ فقرہ تمام اخبارات میں شائع ہوا کہ سزائے موت کو ختم کر دینا چاہیے۔

اب ذرا غور فرمائیں کہ اگر نبی کی عزت و حرمت نہ رہے تو پھر نبی کی کسی بات کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ اس لیے اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں خاص طور سے ہدایت فرمائی۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَوَاسِيًّٰ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے نبی کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے نبی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آہردوالا ہے۔

تم ایسے مت ہو جانا جیسے حضرت موسیٰ کی امت میں لوگوں نے حضرت موسیٰ کو اذیت دی۔ تم نبی کو اذیت مت دینا ورنہ تم بھی وہی رسوائی اور وہی ذلت مسلط ہو جائے گی جو یہودیوں پر اس زمانے میں مسلط کی گئی تھی۔ یعنی تم حضور اکرم ﷺ کو اذیت مت دینا جس طرح یہودی اپنے پیغمبر کو اذیت دیتے تھے۔

اس اذیت کا بھی بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ یہودیوں (قانون اور اس کے ساتھی) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ کے جسم پر داغ ہیں! آپ کا جسم برص اور کوڑھی ہے جبکہ نبی کا جسم پاک صاف ہوتا ہے۔ نبی کے جسم پر اللہ کی لور کی بارش ہوتی ہے، نبی کے جسم سے خوشبو آتی ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضور اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ بارش کرتا ہے۔ آپ کے جسم اقدس سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ آپ جس کو چاہتے تھے بازار یا گلی سے گزر جاتے تھے



کئی روز تک لوگ اس خوشبو کو سونگ کر کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ یہاں سے گزرے ہیں کیونکہ نبی کا جسم انوار الہی سے معطر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا جو پینہ شریف لکھا تھا اس اپنے کو امین اور دوسرے بہت سے صحابہ اور صحابیات کی خاص برقع یا بول میں جمع کر کے رکھ لیتے تھے اور پھر کسی خاص موقع پر پینہ مبارک کو اپنے جسم پر ملنے دیتے تو ان کے جسم اور کپڑوں سے مشک و عنبر سے بھی چیز خوشبو آتی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ ان کے جسم اقدس سے کوئی چیز مس ہو جائے تو وہ بھی بابرکت ہو جاتی تھی۔ ہر نبی معظم ہے، محترم ہے۔ جلد انبیاء و مرسلین میں حضور پر نور ﷺ کا مقام و وقار بہت ہی بلند والا ہے۔ آپ نبیوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اور رسولوں میں سب سے بالا ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے تکلیف دی خبردار! تم تکلیف نہ دینا۔ یہودیوں کی بد بخت بد نصیب قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر معاذ اللہ ذاتی جہت بھی لگائی جیسا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی تفصیل بیان فرمائی۔ سورہ احزاب میں یہ واقعہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ مفسرین نے اور واقعات بھی لکھے ہیں ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ قارون نے ایک عورت کو پیسے دیے اور اس کو سکھایا کہ بیچ میں لوگوں کے سامنے یہ کیوں کہ میری گود میں جو بچہ ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ شرمناک جہت اس عورت نے اس وقت لگائی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے تھے اور لوگوں کو اللہ کے احکام سے آگاہ کر رہے تھے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ نماز پڑھو اور اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو تا قارون کو زکوٰۃ ادا کرنی نہیں تھی۔ وہ سونے اور چاندی جمع کرنا چاہتا تھا زمین کے اندر اس کے خزانے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ منکر تھا، زکوٰۃ نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اس نے یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا۔ وہ عورت آپ پر تہمت لگانے کے لیے کھڑی ہو گئی کہ میری گود میں یہ بچہ حرام کا ہے اور اس کے مرتکب معاذ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ حرام ہے بچہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو اس کے احکام پر عمل کرو اور وہ عورت بار بار لوگوں کو متوجہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کر رہی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ صورتحال دیکھی تو اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ نبی تھے چنانچہ نبی جلیل آواز میں عورت سے کہا کہ بیچ بتا یہ کس کا بیٹا ہے؟ وہ عورت فوراً بول پڑی کہ یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے میں نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا ہے اس کام کے لیے قارون نے مجھے پیسے دیے تھے میں آپ سے معافی چاہتی ہوں بلاشبہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اس کے بعد قارون پر جو اللہ کا درد ناک

عذاب آیا وہ سب کو معلوم ہے۔ میں اس کی تفصیل میں زیادہ جانا نہیں چاہتا ہوں۔ الغرض اس کا خزانہ زمین میں چھپ چکا تھا اور وہ خوشی زمین میں چھپ گیا، وہ خود بھی ختم ہووا اور اس کے محلات بھی ختم ہوئے۔ قرآن مجید میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ﴿فَخَصَفْنَاهُ وَبَدَّلَ الْأَرْضَ خُفًا﴾ تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غیر برحق پر جھوٹا الزام لگانے کی سزا ضرور ملتی ہے۔ کسی بھی کی کواذبیت دینے کی سزا انتہائی عبرت ناک ہوتی ہے۔ ہر نبی اپنے بلند مرتبہ و مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ہماری بارگاہ میں یہ مقام ہے ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهاً﴾ اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی عزت والے اور بڑی وجاہت والے۔ نبی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین اور ان کو اذیت دینے کی دردناک سزا ملی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری تنبیہ کے لیے یہ واقعات بیان فرمائے تاکہ ہم اس سے عبرت اور سبق حاصل کریں۔

اسی طرح عیسائیوں کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بڑا شرمناک نظریہ ہے اور ان کی بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) طوائفوں سے سر میل چل لواتے تھے (استغفر اللہ العظیم) کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے لیکن ہر حال عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں اس لکھا ہے۔ عیسائی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام طوائفوں کی اصلاح کے لیے بلواتے تھے (معاذ اللہ) تو یہ، انوہ، استغفر اللہ) کسی بھی نبی کے بارے میں مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا کہ غیر محرم عورت نبی کے جسم کو ہاتھ لگائے۔ اللہ کے محبوب حضور اکرم ﷺ کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا ﴿مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ الْخَبْرُ تَجْرُ﴾ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی بھی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ گویا غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا بھی حرام ہے۔ آج کل یہ جاہلانہ رواج عام ہو گیا ہے کہ غیر محرم عورتوں سے بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور فعل حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا جسم سے جسم ملنا حرام ہے اور مسلمانوں کو اس فعل حرام سے بچنا چاہیے۔

یورپ اور افریقہ وغیرہ میں یہ رواج عام ہے۔ میں ایک تقریب میں انہیں مسائل پر روشنی ڈال رہا تھا اور اس کی خرابیاں بھی بیان کر رہا تھا، تقریب کے بعد سوال و جواب کا تھوڑا سا وقت دیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو کسی مسئلہ کی وضاحت چاہے تو سوال کرے۔ اس تقریب میں ایک انگریز کمزور ہوا انہوں نے کہا کہ میں سوال پر چھٹنا چاہتا ہوں میں نے کہا نہ، یہ نہیں My pleasure کی خوشی کی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی



عورت بھی مرد سے ہاتھ ملانے تو کیا فرق پڑتا ہے تاکہ یہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھیں عورت اور مرد میں فرق ہے اور جب عورت اور مرد میں فرق ہے تو مرد سے مصافحہ کرنے میں جذبات انگ ہوتے ہیں اور عورت کے ساتھ ہاتھ ملانے میں جذبات مختلف ہوتے ہیں۔ اس انگریز نے کہا کہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر میں نے کہا کہ اس کو یوں سمجھئے۔ اگر میں کہوں کہ لیوں کا ڈالٹھ کیا ہوتا ہے تو آپ کیا محسوس کریں گے؟ What do you feel about it? اب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے کہا کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لیوں کا ڈالٹھ کیا ہوتا ہے تو آپ کے منہ میں پانی آیا کہ نہیں؟ وہ کہنے لگے کہ پانی تو آ گیا۔ میں نے کہا کہ اگر میں آپ کے سامنے نماز کا نام لوں تو منہ میں پانی نہیں آئے گا لیکن لیوں کا نام لیتے ہی پانی پھر آئے گا اور جب کوئی آپ سے یہ کہے کہ فلاں عورت بہت خوبصورت ہے اور اس کا خوبصورت جسم بہت نرم و نازک ہے تو آپ کی خواہشات ابھریں گی یا نہیں؟ جب انہوں نے اعتراف کیا۔

بات اصل میں یہی ہے عورت کا تصور آتے ہیں شیطان شہوانی جذبات کو بھڑکاتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے حبیب ﷺ نے مردوں کو غیر محرم عورتوں سے دور رہنے حتیٰ کہ ان کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے چونکہ یہی راستہ ہے جس سے انسان بے حیائی، فحاشی اور زنا کاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسلام نے زنا کو حرام کیا اور اس کے تمام راستوں کو بھی بند کر دیا۔ بشری تقاضوں کے مطابق نکاح کا حکم دیا جس کے بعد اپنی منکوحہ سے یہ تمام چیزیں جائز ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی شخص عدل و انصاف کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ دو یا تین حتیٰ کہ چار نکاح بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال یہ بات تو درمیان میں آگئی جس کی میں نے مختصر وضاحت کر دی۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی ذات کی حفاظت فرمائی اور ان کی بارگاہ میں آنے اور بیٹھنے کے آداب بھی مقرر فرمائے۔ ذرا غور فرمائیں کہ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کے رسول تمہیں کھانا کھانے لیے بلائیں تو جیسے ہی کھانا ختم ہو جائے باہر آ جاؤ زیادہ دیر مت ٹھہرو کیونکہ ہمارے نبی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَكِنْ إِذَا دَعَيْتُمْ فِئَاسًا فَاسْأَلُوهُمَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مَسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ﴾ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھنے باتوں میں دل بہلاؤ۔“

گویا قرآن ہمیں دربار مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھا رہا ہے۔ گھر میں داخل ہونے، بیٹھنے اور منہ پر ہاتھ کے آداب بتا رہا ہے تاکہ قیامت تک استہزاء و تمسخر نہ ہو اور اپنی رکھے کہ رسول کا مقام تنکابانہ ہے۔ نبی ﷺ کے

گھر میں اتنا نہ بٹھو کہ ان کو تکلیف ہو اگر یہ باتیں حضور ﷺ خود بیان فرماتے اہل ایمان تو بہر حال اس کا انکار نہیں کرتے لیکن بعض بد عقیدہ لوگ یہ کہتے کہ ہاں یہ حدیث میں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا آج کل روانہ ہو گیا ہے فوراً کہہ دیجئے ہیں صاحب بخاری میں تو نہیں ہے اس لیے کہ ترجمے چھپ گئے ہیں۔ بخاری بغل میں دبا ہے پھرتے ہیں کوئی حدیث ان کے سامنے بیان کی جائے تو کہہ دیں گے بخاری میں نہیں کیونکہ اپنی کم علمی کی بنیاد پر وہ حضرات ہر مرض کی دوا بخاری میں تلاش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ

سب عشق محمد ﷺ کے جو پڑھتے ہیں بخاری

آتا ہے بخار ان کو، نہیں آتی ہے بخاری

شاید بے چارے یہ سمجھتے ہوں گے کہ بخاری شریف کے علاوہ حدیث کی کوئی کتاب نہیں ہے جبکہ بخاری شریف کے علاوہ بے شمار احادیث صحیحہ کی کتابیں موجود ہیں۔ صحیح مسلم، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف وغیرہ۔ امام نسائی بھی اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے اور بھی بڑے جلیل القدر محدثین کرام گزرے ہیں اور احادیث کے بے شمار شارحین گزرے ہیں جنہوں نے بڑی ایمان افروز شرحیں کی ہیں۔ بعض محدثین نے احادیث کی اقسام کو بھی بیان کر دیا۔ ضعیف، قوی، حسن، غریب، مرسل، مشہور، متواتر اور اس کے لیے باقاعدہ اسامہ الرجال کا پورا فن ایجاد ہو گیا جو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ وہ طبقہ جنہوں نے باقاعدہ محدثین کے حالات تحقیق انداز میں بیان فرمائے کہ یہ کون تھے، کیسے تھے جو بولنے والے تھے یا نہیں اور اس کی تمام مضامین اسامہ الرجال کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اس ضمن میں امام بخاری علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک محدث کی خدمت میں پہنچے ان سے ایک حدیث معلوم کرنی تھی اور اس کے لیے ایک طویل سفر کی تکلیف برداشت کی کیونکہ اس زمانے میں ریل و ہوائی جہاز کا ریس وغیرہ تو تھیں نہیں۔ آپ انداز کر سکتے ہیں کس زمانہ کا سفر تنگ مشکل تھا۔ بہر حال امام صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ امام صاحب نے عرض کیا کہ میں آپ سے فلاں مسئلے کے سلسلہ میں ایک حدیث سننے کے لیے آیا ہوں آپ کے پاس اس مسئلے میں کوئی حدیث ہے تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں موجود ہے۔ اس وقت وہ صاحب کھوڑے کو گھاس کھلانے کے بجائے اس کو گھاسا دے کر بلا رہے تھے۔

امام صاحب نے جب یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ حضور گھاس تو ہے نہیں اور آپ اس کو اس طرح بلا رہے ہیں کہ جیسے آپ گھاس یا چارہ کھلائیں گے تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں اس کو ایسے ہی بلا رہا ہوں گھاس وغیرہ اس کو نہیں دیتی۔ امام صاحب نے کہا حضور میں اجازت چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا آپ تو حدیث سننے آئے تھے لیکن آپ وہاں سے



چلے آئے اور حدیث نہیں تھی۔ بعد میں لوگوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اناطولی میں سفر کیا اور حدیث سے بغیر واپس آ گئے تو آپ نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ وہ صاحب جالور کو دھوکہ دے رہے تھے اور جالور کو دھوکہ دینے والے سے حدیث نہیں چنانچا چتا اور بنی ایسے آدمی کی حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فوراً کیجیے کہ محدثین کرام کی جماعت کتنی محتاط تھی اور جب امام بخاری علیہ الرحمۃ حدیث شریف لکھنے بیٹھتے تو وضو کرتے پھر دو رکعت نفل ادا فرماتے اور پھر حدیث لکھتے اور بیان فرماتے۔ یہ امام صاحب کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

آج کل لوگوں نے معمول بنالیا ہے کہ جس حدیث کو چاہے ہیں بے وضو رک اٹھا کر دیتے ہیں۔ نہیں جی ایہ بخاری میں نہیں ہے، مسلم میں نہیں ہے، ابوداؤد میں نہیں ہے۔ لاپرواہی اور بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے حدیث کا انکار کر دیتا ہے۔ اللہ رب العالمین، جل جلالہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اپنے حبیب ﷺ کے آداب کو بیان کر دیا تاکہ کسی انکاری کی محاش نہ رہے۔ حدیث کے سلسلے میں تو وہ کہہ سکتا تھا کہ ضعیف ہوگی لیکن جو کچھ قرآن میں ہے اس کا انکار کیسے کرے گا؟ قرآن کا انکار کفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے خائفین کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی اور اہل ایمان کو یہ بتا دیا کہ قریش زمین پر میرے محبوب کا وہ دربار ہے جس کے آداب خود میں نے بنائے ہیں۔

قرآن عظیم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم اور ان کے آداب کا بیان فرمایا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جب تم حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچو آواز مت دو۔ اللہ اکبر! کیا ادب ہے۔ یعنی اگر آواز نہیں دی تو چلو کلک کریں ظاہر ہے اس زمانے میں آواز دیتے تھے یا کلک کیا کرتے تھے اور کیونکہ آواز یا کلکے سے آرام میں خلل پڑ سکتا ہے لہذا فرمایا خاموش رہو اور انتظار کرو۔ رسول اللہ ﷺ جب کرم فرمائیں گے تو شریف لے آئیں گے۔ اللہ رب العالمین، جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَإِذَا دُعِيتُمْ إِلَى مَائِدَةٍ فَخُذُوا مِنْهَا وَلَا تَمْنَعُوا﴾ اور نہ ہی آپ یہ کہیں گے کہ بے وقوف ہو آواز کیوں دیتے ہو۔ لیکن مقام ادب رسول ﷺ دیکھیے افرمایا خبردار آواز مت دینا اس لیے کہ آواز دینے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آ سکتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا قلب الطہر ہمہ وقت اللہ رب العزت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

حضور پور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ میرا وقت ہے وہ وقت خاص اللہ کے ساتھ میرا ایسا ہے کہ اس وقت میں کسی نبی و رسول اور فرشتے کے وہاں آنے کی محاش نہیں ہوتی۔“ ایسے خاص وقت میں کسی نے آواز دی تو بے ادبی ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچی لہذا خبردار آواز مت دینا خاموش بیٹھ رہو۔ یہ بھی نہ سمجھنا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے آنے سے خبر نہیں۔ ارے بے وقوف جو اللہ سے ہر وقت باخبر ہے وہ تم سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہے۔ اس لیے آواز دینے کی ضرورت نہیں۔ بس ادب سے بیٹھ رہو انتظار کرو جب بھی سرکار ﷺ کرم فرمائیں گے تشریف لے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دربار میں حاضر کی آداب قرآن میں بیان کر دیے۔ اب قرآن کا کیسے انکار کرو گے؟ جو کہے گا ”وہ بے وقوف ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور قیامت میں بحر میں کی صف میں شامل ہوگا۔ اللہ رب العالمین نے حضور ﷺ کے مرتبہ کو محفوظ دے دیا۔ خبردار! اللہ تبارک و تعالیٰ کی شیطان پر لعنت ہے اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دی اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ دیکھیے قرآن میں ارشاد فرمایا ﴿وَمَنْ دَخَلَ بُيُوتًا مِنْ بُيُوتِهِمْ﴾ امنا ہے ”جو بیت اللہ شریف میں داخل ہو گیا اس کو امن مل گیا“ یعنی بیت اللہ شریف امن کی جگہ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ﴾ اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن بنایا۔“ مسجد حرام امن کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہو گیا اس کو امن مل گیا یعنی اس کو ہماری نیک نیتی سے اگر کوئی جرم کرنے کے بعد کعبہ اللہ شریف میں گھسا تو اب انتظار کریں گے کہ وہ باہر آئے۔ ظاہر ہے باہر تو اس کو ایک نہ ایک دن آنا ہی پڑے گا جب باہر آئے گا تو کچھ لوگوں کو داخل ہو گیا اس کو امن مل گیا۔

اب دیکھیے رمضان المبارک میں حضور پور ﷺ کے عہد میں مکہ فتح ہو گیا۔ آپ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ شریف میں اس طرح داخل ہوئے کہ آؤنی مبارکہ پر سوار تھے اور گردن شریف جھکی ہوئی تھی۔ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ حضور ﷺ مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے حضور ﷺ نے داخل ہوتے ہیں ارشاد فرمایا خبردار! جو شخص بھی اپنے گھر میں ہے اس کو امن ہے، ابوسفیان کے گھر میں جو چلا گیا اس کو بھی امن ہے۔ آج جن لوگوں کو امن دی جا رہی ہے وہ مکہ شریف کے رہنے والے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو بوی اذیتیں دی تھیں اور بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں صحابہ کرام عظیم الرضوان کو بہت تک کیا تھا لیکن فرمایا خبردار! انتقام نہیں لینا، مسلمان انتقام نہیں لیتا بلکہ مسلمان رحم دل ہوتا ہے۔



شفاء شریف میں یہ واقعہ ہے کہ حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ مجلس جو آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا کھلی شہر میں موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تلاش کرو۔ بتایا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے کچھ اللہ شریف کے خلاف کے اندر چاہا۔ لے رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کرو۔ چھوڑو نہیں گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہیں ہے یعنی حضور پر نور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے مرتد ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی وہ واجب اقل ہے۔ یہ قانون یعنی Law of Blasphemy یہاں موجود ہے اور آرج بپ صاحب نے اس کو ختم کرنے کا مطالبہ کر کے بہت غلط بیان دیا ہے۔ اس قانون سے تو جہاں حضور پر نور ﷺ کے مرتد کا تحفظ ہے وہاں دیگر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عزت و حرمت کا تحفظ بھی کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ہم مسلمان تمام انبیاء و مرسلین کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ اس قانون کو کیا اس قانون کے تحت مقرر کردہ سزائے موت کو ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کی عزت نہ ہو جبکہ اصل میں یہ ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے دشمنی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کے سلسلہ میں اگر قانون تحفظ ناموس رسالت میں سزائے موت ختم ہو جائے یا کم ہو جائے تو ان کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا موقع مل جائے اور یہ ان کو معلوم ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی نہیں کرے گا۔ اصل میں آرج بپ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

آرج بپ نے جو یہ مطالبہ کیا ہے ہم مسلمان اس کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے بھی کہتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں بہت ہو شیار رہے اور عیسائیوں کی اس سازش کو ناکام بنائے اور اگر حکومت عیسائیوں کے ہاتھوں میں کھلی اور اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم کی کوشش کی تو خود مسلمان دین اور مذہب کے مطابق اس سزا کو نافذ کر دیں گے۔ اگر حکومت اس کو چھوڑ دے گی تو ظاہر ہے مسلمان تو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے حکومتیں جو ہیں زیادہ تر ان کی خواہش یہ رہی ہے کسی طرح عیسائیوں کو خوش کرو یا یہودیوں کو خوش کرو مغرب کو خوش کرو یا ان کی بات ایسی نہ کر دو کہ جس سے عیسائی یہودی اور مغربی اقوام ناراض ہو جائیں۔ اس کی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ اگر ایمان مضبوط ہو حکومت کا اور وہ یہ کہے کہ عیسائی ناراض ہو رہے ہیں تو ہو جائیں یہودی ناراض ہو رہے ہیں تو ہو جائیں ہنس اللہ ناراض نہ ہو۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ جتنے بھی حکمران اب تک آئے ہیں ان میں زیادہ تر حکمرانوں کی یہ خواہش رہی کہ امریکہ خوش ہو جائے اور ہمارے متعلق یہ تصور کریں کہ ہم لبرل ہیں۔ لبرل کا مطلب ہے کچھوڑی یعنی آدمے مسلمان آدمے یہودی یا آدمے مسلمان آدمے ہندو سکھ عیسائی وغیرہ۔ ان حکمرانوں نے نام مسلمانوں کا رکھا ہوا ہے باقی سب کام غیروں ہی کے کرتے ہیں تاکہ حکمرانوں کی نظروں میں مقبولیت ہو اور انگریزوں کہہ سکیں کہ ہم Fundamantalism نہیں ہیں یعنی بنیاد پرست نہیں۔ گویا اسلام کی بنیادوں پر کوئی خاص یقین نہیں رکھتے بس جیسا دلیس ویسا بھیجیں بنا لیتے ہیں۔ قوم کی بیو بیٹیوں کوئی وی پر بچوانے والے اور ان کو مغربی تہذیب میں ڈھال کر Prostitute بنانے والے اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پر نور ﷺ کی عزت و حرمت کا محافظ ہے۔ اگر کسی نے رسول اللہ کے دامن اطہر کو داغدار کرنے کی کوشش کی تو دنیا میں بھی اس کا انجام برا ہے اور آخرت میں بھی عذاب الیم اس کا مقدر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو حضور پر نور ﷺ کی عزت اور ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿وَرَكْعَتَا رَجُلٍ﴾ (المعمر لہ رب الغالبین)



### میاں محمد نواز شریف (سابق وزیر اعظم و صدر مسلم لیگ (ن))

اگر توہین رسالت کی سزا موت سے بھی زیادہ سخت ہوتی تو اس پر بھی عمل درآمد کیا جاتا۔ یہ قانون کسی اقلیت کے خلاف نہیں بلکہ صرف گستاخان رسول ﷺ کے خلاف بنایا گیا ہے خواہ ان کا تعلق اسلام ہی سے کیوں نہ ہو۔ اس لیے اقلیتوں کو اس سے خوف زدہ ہونے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اس قانون سے اقلیتوں کے جان و مال اور تمام شہری حقوق کی حفاظت ہوگی۔ ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت ص: 453

### مینیٹر ایس ایم ظفر علیہ الصلوٰۃ والسلام (سابق وزیر قانون، سابق وزیر بین الاقوامی تعلقات)

قانون توہین رسالت ﷺ جیسے سنگین جرم کے لیے بھی اسلام میں وہی معیار شہادت ہے جو دوسرے جرائم کے لیے مقرر ہے اور یہ قانون انسانی حقوق کے معنائی نہیں بلکہ ان حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

﴿اینا ص: 454﴾



## یورپ کے قانون توہین انبیاء

پاپائے روم یا چرچ کے اقتدار میں آنے سے قبل یورپ میں رومن لا (Roman law) کی عمل داری تھی چونکہ انجیل میں کوئی قانونی احکام موجود نہ تھے لیکن جب کلیسا نے اسٹیٹ (State) پر غلبہ واقعہ حاصل کر لیا تو پاپ کے مندر سے نکلے ہوئے ہر حکم کو قانون کی بالادستی حاصل ہو گئی۔ تو رات کے برعکس انجیل صرف چند نصائح کا مجموعہ تھا اس لیے یورپ اور ایشیا میں جہاں جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں وہاں کاروبار حکومت چلانے کے لیے اہل کلیسا کو روٹی قانون اور یہودیوں کے تالمودی قانون ہی پر انحصار کرنا پڑا۔

موسوی قانون کے تحت قبل مسیح علیہ السلام کے انبیاء کی اہانت اور تواریات کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی۔ رومن امپائر کے شہنشاہ جسطین (Justinian) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528ء تا 565ء صدی عیسوی پر محیط ہے۔ رومن لاکہ تدرین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل و انصاف کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے جب دین مسیحی قبول کر لیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی بجائے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزا سے موت مقرر کی گئی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزا سے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔

روس میں بالٹوئیک انقلاب کے بعد جب کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی تو سب سے پہلے اس نے دین و مذہب کو سیاست اور ریاست سے کلیتہً خارج کر دیا۔ اس کے بعد یہاں سزا سزا سے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کے جرم کی پاداش میں نہیں بلکہ مسیح کی جگہ اشتراکی امپیریلزم کے سربراہ نے لے لی۔ اسٹالن جو رشین امپائر کا سربراہ بن بیٹھا تھا اس کی اہانت تو ہیڈی وڈر بات تھی اس سے اختلاف رائے رکھتا بھی ممالک محروسہ روس کا عقیدیں جرم بن گیا۔ ایسے سربراہوں کو لوگوں کے یا تو سر کھل دیے جاتے تھے جس کی مثال لینن کے ساتھی ٹراٹسکی کی خونچکان موت کی صورت میں موجود ہے جو اپنی جان بچانے کی خاطر روس سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزین تھا یا پھر ایسے

مجرموں کو سائبیریا کے بیکار کیمپوں میں موت کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایسی اذیت ناک سزاؤں اور موت کی گم بازاری نے زار روس کے دور سیاہ کی عقوبتوں کو بھی بھلا دیا۔

برطانیہ میں بھی اگرچہ توہین مسیح کی جسمانی سزا سے موت موقوف کر دی گئی تھی، لیکن وہاں بھی اس جرم کی سزا کا قانون کا سن لاء کے علاوہ بلاس فنی ایکٹ (B blasphemy Act) کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ حساب ہوگا کہ یہاں بلاس فنی کے معنی کے ساتھ اس کی تعریف (Definition) کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ اس کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو سکے۔

بلاس فنی لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اہانت کے ہیں۔ لاطینی اصطلاح میں خدا کے وجود اور دین مسیح کی صداقت سے انکار یا نجات دہندہ عالم یسوع مسیح کی شان میں اہانت اور انجیل مقدس کی تحقیر اور تشکیک کو بلاس فنیو کہا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کی مستند قانونی لغت بلیکلو لائسنسری (Black's Law Dictionary) کی رو سے بلاس فنی ایسی تحریر یا تقریر ہے جو خدا، یسوع مسیح، انجیل یا دعائے عام کے خلاف ہو اور جس سے انسانی جذبات مجروح ہوں یا اس کے ذریعہ قانون کے تحت قائم شدہ چرچ کے خلاف جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس سے بد کرداری کو فروغ حاصل ہو۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں بلاس فنی کی تعریف ذرا کچھ مختلف ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مسیحی مذہب کی رو سے بلاس فنی گناہ ہے اور علانیہ اغلاقیات بھی اس کی تائید کرتے ہیں جبکہ اسلام میں نہ صرف خدا کی شان میں بلکہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی بھی بلاس فنی کی تعریف میں آتی ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا، ج ۲: ص ۷۰۰)

برطانیہ میں توہین مسیح (B blasphemy) کا سن لاء کے تحت قابل تعزیر جرم ہے جبکہ بلاس فنی ایکٹ میں مجرم کے لیے جسمانی موت کی بجائے شہری موت (Civil Death) کی سزا مقرر ہے جس کی رو سے حکومت ایسے مجرم کے سارے شہری حقوق سلب کرنے کی مجاز ہے۔ بلاس فنی اگر تقریری ہو تو دعویت گواہوں کی شہادت لازمی ہوگی اور اگر تحریری ہو تو ایسی تحریر شہوت جرم میں پیش کی جائے گی۔

معروف جج پولاک کے خیال میں بلاس فنی ایکٹ کے تحت کسی شخص کو تادیبی موت (Civil Death) کی سزائیں دی گئی مگر برطانیہ ہی کے ایک دوسرے ممتاز جج برام ویل نے صحیح طور پر جج پولاک (Pollock) کی تردید کی ہے۔ ہم برام ویل جج کی تائید میں ڈینس لی مون (Denis Lemon) ایڈیٹر کے نیوز (Gay News) کے ایک اہم مقدمہ کا حوالہ دیں گے۔ لی مون پر 1978ء میں توہین مسیح کے الزام میں برطانیہ کی



عدالت میں کیس دائر ہوا۔ ایڈیٹر لی مون پر الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح پر ایک مزاحیہ فلم لکھی ہے۔ جس میں اس نے ان کو ہم جنس پرستی کی طرف مائل دکھایا تھا۔ اس مقدمہ کی اہم ترین بات یہ ہے کہ صفائی کے دکھانے میں طرم کی طرف سے دفاع میں یہ نکتہ اٹھایا کہ طرم نے بلاس فیسی کا ارتکاب ارادہ (Wilfully) یا قصداً (Motive) نہیں کیا تھا۔ یہ بات اس نے بطور تفریح لکھی ہے جس سے اہانت یا توہین مقصود نہیں۔ یہ وہی مدد ہے جو گستاخان رسالت شروع سے کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کا ذکر کام الہی میں آج سے چودہ سو سال سے قبل ہی کر دیا تھا اور انہیں یہ بھی بتایا تھا کہ یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ دیکھئے قرآن حکیم کا یہ ارشاد: قُلْ اِذَا قُلْتُ اَنْ اِلهًا اِلَّا اللّٰهُ وَابِلَہٗ وَاَسْلَمَ وَاَسْلَمَ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ لَا تَعْلَمُوْنَ اَلَا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ بِہٖ (التوبہ: 65) ”تم اللہ کے ساتھ اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء (لمنی مذاق) کرتے ہو۔ تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا“ بلاشبہ تم نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔“

لی مون (Lemon) کے مقدمہ میں صفائی کے دکھانے کا تمام تر زور اسی نکتہ پر تھا کہ گے نیوز (Gay News) میں طرم نے مسیح کے بارے میں ایسی بات تقریباً یاد لگی کے طور پر کی ہے جس میں اس کی نیت یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات بدعتی سے کہی گئی ہے لیکن جیوری نے متفقہ طور پر قرآن مجید کے بیان کردہ فیصلہ کے مطابق طرم کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور یہ قرار دیا کہ بلاس فیسی یا توہین مسیح کے کیس میں ”نیت“ یا ”ارادہ“ غیر متعلق ہیں کیونکہ جو بات جناب مسیح کے بارے میں کہی گئی ہے اس کا براہ راست تعلق ایک واضح حقیقت سے ہے جس کی وجہ سے ہر وہاں مسیح کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ ہر وہ بات اور ہر وہ چیز جو خدا یسوع مسیح اور بائبل کی تفہیم ”استہزاء“ توہین اور تنقیص کا باعث ہو وہ بلاس فیسی یا قانون توہین مسیح کے تحت لائق تعزیر جرم ہے۔ اس لیے لی مون کو بلاس فیسی لاکے تحت جیوری نے سزا سنائی۔ فیصلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ برطانیہ میں قانون توہین بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذہب کا انکار کر دیا جائے وہ قابل گرفت جرم نہیں لیکن مذہب کے خلاف ناشائستہ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اس طرح اہانت رسول ﷺ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ وید کہ استہزاء کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ یسوی عہدی میں خود مکرر ہی کے ذریعہ پوری کر کے دکھلا دی گئی۔ فیصلہ کا اقتباس برطانیہ کے کثیر الاشاعت روزنامہ THE TIMES London میں 27 اگست 1998ء کو پڑھاؤ (David Hollow) نے رپورٹ کیا ہے جو درج ذیل ہے:

## BLASPHEMY AND BIGOTORY

“Sincerity” and an “atmosphere of reverence” are not a sufficient defence against blasphemy. The 1978 conviction of Denis Lemon, editor of “Gay News” for publishing a poem suggesting that Jesus was a promiscuous homosexual established that the intention, or motive, of an artist is irrelevant. It is a question of fact: Is Christian religious feeling “outraged and insulted”?

The law is clear: “Every publication is said to be blasphemous which contains any contemptuous, reviling, scurrilous or ludicrous matter relating to God, Jesus Christ, or the Bible” The law allows you to attack & subvert or deny the Christian religion, but not in a way that is “indecent” or “intemperate”.

امریکہ اور اس کی اکثر سیکولر ریاستوں میں قانون توہین مسیح کو امریکی آئین کے بنیادی انسانی حقوق کے متافی نہیں قرار دیا گیا۔ اس سلسلہ میں امریکہ کی ہریم کورٹ نے بڑے دور رس فیصلے دیے ہیں جو ملک عزیز کے معروضی حالات میں نہایت اہم ہیں۔ یہاں ہم امریکی سپریم کورٹ کے ایک معرکہ الاراء فیصلے سٹیٹ ماکس (State Vs. Mokas) سے ضروری اقتباس پیش کریں گے جس میں آزادی مذہب اور آزادی پریس کے بنیادی حقوق سے بحث کرتے ہوئے قاضی عدالت عظمیٰ نے جو متفقہ فیصلہ دیا ہے اس کی تفسیر حسب ذیل ہے۔

”اگرچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں چرچ اور اسٹیٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ان میں باہمی کوئی رابطہ اور تعلق نہیں لیکن اسلام بدھ مت اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں عہد و ان مسیح کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کی کامیابی ان ہی کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں ان کا اثر و رسوخ ہے اور یہ سائنسیت ریاست



اور ملک کی غالب اکثریت کا مذہب ہے۔ فاضل عدالت نے اپنے بصیرت افروز فیصلہ میں تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے: ”اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں تہذیب و تمدن کے آغاز ہی سے کسی ملک کے طرز حکومت کی تشکیل میں دین و مذہب کا نہایت اہم رول رہا ہے اور اس ملک کے استحکام اور بقاء کا انحصار بڑی حد تک اس مذہب کے احترام اور بحران سے وابستہ ہے جو وہاں کی غالب اکثریت کے دینی شعائر سے علیحدہ نہ ہونے والا لازمی حصہ ہے۔“

فاضل عدالت نے اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”صدر امریکہ کی تقریب حلف و فاداری اس کے علاوہ کا ٹگریس اور معتقد کی اختتامی تقاریر اور عدالتوں کی کاروائی شہادت کا انجیل مقدس پر حلف سے آغاز سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ مملکت کے نیکون یعنی عدلیہ، معتقد اور انتظامیہ کا بھی مذہب سے یک گوند بالواسطہ تعلق ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے ریلیفز کا جواب دیتے ہوئے حتی طور پر یہ قرار دیا ہے کہ آزادی مذہب اور آزادی پریس کے ایسی مختلفات اور بنیادی حقوق تو ہیں جس کے قانون اور اس کی بابت قانون سازی کی راہ میں مزاحمت نہیں ہیں۔“

یورپ کے قانون داں بلاس فیسی کے قانون کی توجیہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ اس قانون کا محرک بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب پر حملہ دراصل ریاست پر حملہ کے مترادف ہے۔ ان کی رائے میں اسی وجہ سے اکثر سیکولر ریاستوں میں بھی بلاس فیسی کو قابل تقریر جرم بنادیا گیا۔

معتقدین کی اس منطقی توجیہ اور امریکہ کی سپریم کورٹ کے ناقابل تردید دلائل کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ مملکت خدا داد پاکستان جسے غلامانِ محمد عربی ﷺ نے علیحدہ قومیت کی بنیاد پر حاصل کیا تھا، جہاں ریاست کا سرکار مذہب اسلام ہے، جہاں پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ صادر نہ کرے اور نہ ہی انتظامیہ کو شرع پیغمبر ﷺ سے سرواخلاصہ کی جسارت ہو سکتی ہے۔ ایسے میں کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہر کسی کو یہ کھلی اجازت ہے کہ وہ مسلمانوں کے آقا و مولا سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ جن کے نام و ناموس پر مسلمان اپنی جان و مال اور ہر چیز قربان کرنے کو حاصل حیات سمجھتا ہے، کی شان میں گستاخی کرے اور قانون کی گرفت سے آزاد رہے۔

تاریخ کی یہ ایک معروضی حقیقت ہے کہ ماضی میں برطانیہ امریکہ، روس اور یورپ کے کسی ملک میں بھی جب تک چرچ اور سنسٹ، دین اور ریاست ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے اس وقت تک سارے ملکوں میں چرچ اور مملکت پر ہر کسی حاصل تھی اور وہاں یسوع مسیح کی پرستش ہوئی دینی راس کے درجہ و گلیا کو ملک کے پاد

وسفید پر اقتدار کی حامل تھا، جس نے نظریاتِ ارسطو میں بدست ہو کر انسانیت پر لرزہ خیز مظالم کیے جس کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں چرچ اور مملکت، دین اور ریاست کی تفریق میں آئی۔ اس لیے ان ملکوں نے سیکولر یعنی لا دینی طرز حکومت کو اپنا لیا۔ اس کے باوجود وقتی پرستش ختم نہ ہو سکا اور اس نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ اب یسوع مسیح کی بجائے ریاست کو فیش (Fetish) یعنی پوجتھان بنے دنیا گیا اس لیے دنیا میں جہاں جہاں بھی سیکولر حکومتیں قائم ہوئیں وہاں ریاست کی مخالفت کو سنگین جرم بغاوت اور غداری قرار دیا گیا۔

آج دنیا کے تمام ملکوں میں خواہ وہ سیکولر ہوں یا غیر سیکولر جرم بغاوت کا قانون موجود ہے جس کی سزا سزائے موت مقرر ہے۔ جو لوگ اس جرم کے الزام میں مامور ہوں انہیں گولیاں سے اڑا دیا جاتا ہے یا پھر انہیں تختہ دار پر کھینچا جاتا ہے۔ امریکہ جیسے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں انہیں گیس چیمبرز یا الیکٹرک چیئر میں بٹھا کر ذیت ناک طریقہ سے مار دیا جاتا ہے اور جس ملک میں اس جرم کی سزا عقیدہ وہاں ایسے ظلموں کو عقوبت خانوں میں تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے بند کر دیا جاتا ہے۔ اس قانون کے خلاف آج تک کسی نے لب کشائی نہیں کی تو پھر کیا پاکستان میں ہی جو اس محسنِ انسانیت ﷺ کی نسبت غلامی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا اور جن کا نام نامی ہی اس ملک کے قیام اور بقاء کا ضامن ہے، ان کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کے خلاف قانون توہینِ رسالت، قابل اعتراض قانون ہے؟؟؟ قانون توہینِ رسالت پر اعتراض دراصل دین و مذہب بلکہ خود اپنی عقل و دانش اور ہم فطرت سے یکسر انکار ہے۔



## ائمہ و خطباء سے اپیل

تمام آئمہ و خطباء سے پرزور اپیل ہے کہ اپنے خطبہ جمعہ اور دروس میں مسئلہ نبوت اور ردِ قادیانیت کو زیادہ سے زیادہ موضوع بنائیں۔



## زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی

سید عرفان محمد چوراشوی

یہ جان ہے کیا چیز ہر اک جان ہے قربان  
تا قہلِ حسین ہے توہینِ رسالت  
جو عقل کے اس کو بس پختِ ہی ڈالو  
ناموسِ رسالت ﷺ پہ کوئی دوسری رائے؟  
ناموسِ رسالت ﷺ ہے نہیں عام کوئی بات  
کس کام کی ہیں اس کی عبادت و ریاضات  
نذرانہ جاں لے کے بھلی پہ ہیں بھرتے  
تخلیق ہوئے جن کے لیے دونوں جہاں ہیں  
اسے پاک نبی ﷺ آپ کی ناموس سے بڑھ کر  
معور نہیں یاد سے جو ان کی وہ دل کیا؟  
محبوب ہے ہر وصفِ فطرت آپ ﷺ کے دم سے  
ہیں آپ ﷺ کے کردار کی عکاسِ احادیث  
کہتا ہے بعد آہ یہ غیرت کا تقاضا  
آؤ کہ ہے اب وقت کریں پورے وہ سارے  
زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی  
سرکار ﷺ کی نسبت سے غلامی کا شرف ہی

سرکار ﷺ کی ناموس کی حرمت کا تحفظ

مہر ہے ذہنیت کا تازیانہ ہی عنوان

## قادیانیت کا اصل چہرہ

مجدد نظامی

محترم مجدد نظامی 13 اپریل 1928ء کو سائنکھیل ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے آپ نے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا۔ آپ کی انہی خدمات کی بدولت پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہید لیاقت علی خاں نے آپ کو ”مجاہد تحریک پاکستان“ کا خطاب دیا۔ محترم مجدد نظامی نے اپنے برادر اکبر حمید نظامی مرحوم کے بعد ادارہ نوائے وقت کی نگہداشت کی۔ اس وقت آپ نوائے وقت گروپ (روزنامہ وقت) دی نیشن، نمائے ملت، فیملی سیکرین، پھول، وقت نی دی کے چیف ایگزیکٹو ہیں۔ محترم نظامی صاحب نے درج ذیل مضمون میں قادیانیت کے غلط چہرے سے نقاب کشائی کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کا سرکاری مذہب اس کے آئین کی رو سے اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عقیدہ توحید اور عقیدہ شتم نبوت بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ شتم نبوت کا یہ عقیدہ تاریخ کے ہر دور میں ہر ملک کے مسلمانوں کے درمیان محفوظ رہا ہے۔ ابتداء امت کے حامل مسلمانوں کے اس عقیدے سے انحراف نہ صرف قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ یہ اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش کے مترادف بھی ہے۔ اس عقیدہ کا تحفظ وطن عزیز کے جغرافیائی حدود کی حفاظت سے بھی زیادہ لازمی ہے۔ یوں تو اتحاد مسلمانوں نے تحفظ شتم نبوت کی ترجمانی کا فریضہ سر انجام دیا ہے۔ مگر میں یہاں مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال کے ان کلمات کا ذکر کرتا ہوں گا جو انہوں نے پندرہ جولائی 1919ء سے بحث کے دوران ادا کئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ”حضور ﷺ کی شتم نبوت پر ایمان لانے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور اب جو کوئی کسی بھی قسم کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا“ کاؤب کا ”افراد مرتد ہے۔“ یہ وہاں حضور ﷺ کے بجائے نقوہ باللہ مرزا صاحب کی شتم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب وہ (قادیانی، مرتد) یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی شتم نبوت کے قائل ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب



کے بعد کوئی نئی نہیں آئے گا اور یہی وجہ ہے کہ پہلے قادیان (بھارت میں) اور اب ربوہ (چٹا بنگلہ پاکستان) میں صرف ”خلفہ“ آرہے ہیں کوئی نئی نہیں آیا۔ لاہوری حضرات مرزا صاحب کو نبی نہیں صرف ”مصلح“ قرار دیتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور ان کی جھوٹی نبوت کے دعویدار کو ”مصلح“ ماننے والے بھی انہی کے بھائی بند ہو سکتے ہیں اور انہی کی حلف میں شامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ درغلائی کی یادگار ہے۔ اگر ہم غلام نہ ہوتے تو یہ مسئلہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ گزشتہ تیرہ سو سال میں کسی بھی آزاد اسلامی یا مسلمان ملک میں یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ کسی اسلامی یا مسلمان ملک میں کسی دیوانے یا پاگل نے بھی دعویٰ نبوت کی جرأت نہیں کی۔ ایمان میں بھائی مذہب کے بانی کا جو حشر ہوا اس سے کون ناواقف ہے؟ بھاء اللہ نے خود ہی اپنے آپ کا اسلام سے خارج کر لیا۔ مسلمان کہلانے کی اسے بھی جرأت نہ ہوئی لیکن ایران نے اس کے باوجود اسے اور اس کے مقلدین کو برداشت نہ کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ آزادی کے بعد 27، 26 سال تک ہم نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ کی، حالانکہ ہم نے یہ ملک اللہ اس کے رسول ﷺ اور اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اگر ختم نبوت ہمارا جزو ایمان ہے تو رسول کریم کو خاتم النبیین ماننے کے بعد ختم نبوت کی مختلف تاویلیں کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کرنے والے اور اس جھوٹے نبی کی امت کے لیے پاکستان میں کیا جگہ رہ جاتی ہے؟ یہ پنجاب کی کابینہ قحقی کہیہ (قادیانی) کو دلا اس سرزمین میں ہی لگ سکا اور اس نے یہیں نشوونما پائی۔ یہ پنجابیوں کی مذہب کے معاملے میں سادہ لوحی اور اسلام کے معاملے میں فراغ دلی کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ یہ خود کا شہ پودا تیار و درخت بن گیا۔

قادیانیوں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز قادیان ہے جو بھارت میں واقع ہے۔ یہ قصوربان (قادیانیوں) کا جزو ایمان ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور واپس قادیان (بھارت) جائیں گے۔ ان کے قادیان جانے کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قادیانی حضرات مشرقی پنجاب کو بزدل بازو فتح کر کے قادیانی بن جائیں، یہ بڑی ناقابل عمل سی بات ہے ویسے بھی قادیانی حضرات جہاد پر یقین نہیں رکھتے اور ان سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ لڑکر مشرقی پنجاب فتح کر لیں۔ دوسرا ذریعہ اٹھند بھارت کا ہے یعنی مغربی پاکستان بھی خدا نخواستہ بھارت کا حصہ بن جائے یا پنجاب اور تین پاکستانوں میں تقسیم ہو جائے، جنہیں بھارت کی زیر سرپرستی جگہ ویش جیسا درجہ حاصل ہو جائے۔ ہمارے خیال میں یہ صورت کسی بھی باغیرت پاکستانی کو پسند نہیں ہوگی۔

قادیانیت کی تاریخ سے شناسا لوگوں کو علم ہوگا کہ قادیانیت کی تحریک کا واحد مقصد دھماکے مسلمانوں کو احمدی

(قادیانی) مرزائی بنانا تھا۔ وہ ہندوستان کو اس لیے اکٹھا رکھنا چاہتے تھے کہ ”وسیع میں“ سے اس مقصد کے لیے کام کیا جائے۔ وہ برصغیر کی تقسیم کو عارضی سمجھتے تھے۔ ان کے ان غرض انہی کی تقدیر قادیانیوں کے ترجمان روزنامہ ”الفضل“ قادیان کے 15 اپریل 1947ء کے اس شمارے سے بخوبی ہو جاتی ہے جس میں قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین کا سر ظفر اللہ چوہدری کے جھگڑے کے موقع پر خطبہ شائع ہوا تھا۔ اس خطبہ میں قادیانی جماعت کے سربراہ نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ ”ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔۔۔۔۔ ممکن ہے عارضی طور پر کچھ افتراق پیدا ہو اور دونوں قومیں جدار ہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکٹھا ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر رہیں“۔

سامانی اور سیاسی اعتبار سے یہ فرقہ خود کو سوادِ اعظم سے الگ تصور کرتا ہے۔ واقعات کے لحاظ سے یہ گروہ برطانیہ، اسرائیل اور بھارت کے فقیہ کالمسٹ کی حیثیت رکھتا ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل ہے اور اس کی وقاداری بھی مشکوک ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند کے بعد سے جان بوجھ کر اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر ان سے کام لیا جائے۔ قادیانی حضرات خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اپنے میں سے نہیں سمجھتے، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہیں کرتے، ان کی نماز اور جنازے میں شرکت نہیں کرتے، ان کی دعا میں ان کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر شال ہونا پسند نہیں کرتے۔ ایسے طریقے ان کے بعد انہیں بطور مسلمان وہ تمام مراعات حاصل کرنے کا حق نہیں ہونا چاہیے جو انہیں دفاعی اور بول ملازمتوں میں میسر ہیں یا بینکنگ، صنعت اور زندگی کے دیگر تمام دوسرے شعبوں میں حاصل ہیں۔

قادیانی جماعت میں سے زیادہ بڑھا لکھا اور روشن خیال سر ظفر اللہ چوہدری تھے، لیکن انہوں نے بھی باطنی پاکستان بابائے قوم حضرت قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی بجائے غیر مسلم شعروں کے ساتھ زمین پر بیٹھنا پسند کیا تھا اور جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ وزیر خارجہ ہیں لیکن جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس پر ظفر اللہ خان نے کہا کہ ”مجھے کافی حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ“ عقیدہ کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کسی کی پختہ زبانی اور دیکھا ہو سکتی ہے؟ اس طرح انہوں نے تاریخ میں یہ شہادت ریکارڈ کرائی کہ مسلمانوں کا مذہب الگ ہے اور قادیانی ان سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں۔

علامہ اقبال اس گروہ کو یہودیت کا چہرہ قرار دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں ”کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک



دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی 'اچھی طرح ظاہر ہونے کے لیے برسوں چاہیے۔ تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی؟ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت..... بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت..... کا دعویٰ کیا گیا۔ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پچھتا جاتا ہے۔

(”اسٹینسمن کے جواب میں“ حرف اقبال اللطیف شیروانی)

علامہ صاحب مزید فرماتے ہیں: ”ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دینائے اسلام سے متعلق ان کے رد و کفر اموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو بڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دئی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار اپنی جماعت کا بنیاد نام مسلمانوں کے قیام نماز سے قطع تعلق، لٹاک وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دینائے اسلام کافر ہے یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر وال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ (قادیانی) اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں جتنے سکھ ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں اگرچہ وہ ہندوؤں میں پوجائیں کرتے۔“ (ایضاً)

بھون حکومت کے دور میں ستمبر 1974ء میں پارلیمنٹ میں بڑی مفصل بحث کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے بیروکاروں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔ بھون حکومت نے اس طرح نوے سالہ پرانا مسئلہ حل کرنے کی سعادت حاصل ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ یہ دعویٰ بے جا بھی نہیں تھا لیکن اس آئینی ترمیم کے بعد مزید تجویرات میں ترمیم کے لیے جن قانونی اقدامات کی ضرورت تھی ان کے اہتمام کو بوجہ موخر کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس زمانے میں قومی اسمبلی میں ایک نئی مسودہ قانون بھی پیش کیا گیا تھا لیکن اسے دبا دیا گیا تھا اور اس طرح مسلمانوں کے اس ضمن میں یہ مطالبات پورے نہ ہو سکے اور دس سال تک وجہ اضطراب بنے رہے بعد ازاں حکومت پاکستان کی طرف سے امتناع قادیانیت کے نام سے نافذ کئے جانے والے آرڈیننس سے قانونی اقدامات پورے ہو گئے۔ اس آرڈیننس کے خلاف نے مسلمانوں کے مطالبہ توقع اور خواہش پور کرنے والے قانونی اور منطقی اقدام کا اہتمام کیا۔

(اسی آرڈیننس کے تحت قادیانیوں پر شعائر اسلام کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔) ☆☆☆☆☆

## قادیانیت 'مرزائیت' مشاہیر کی نظر میں

قائد اعظم محمد علی جناح

قادیانی پاکستان گورنر جنرل

جب کشمیر سے واپسی پر قائد اعظم سے سوال کیا گیا کہ آپ قادیانیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ”میری رائے وہی ہے جو علماء کرام اور پوری امت کی رائے ہے۔“ (لولاک دسمبر 1971ء)

علامہ محمد اقبال

مصور پاکستان شاعر شرق

میرے نزدیک بہانیت قادیانیت سے کہیں زیادہ قلع سے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کا ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے ہلک ہے۔

حکومت قادیانیوں کو (مسلمانوں سے) ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسی وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔

(حرف اقبال ص: ۱۹۹)

ابوالاثر حفیظ جالندھری

خاقانی قادیان

مرزائے قادیان اور ان کے ایجنٹوں کی تحریروں میں تقریریں اور تبلیغیں تہذیبیت ہیں۔ ان تہذیبوں کا مقصد دینائے اسلام پر یہودی حکومت قائم کرنا ہے۔



### ذوالفقار علی بھٹو

﴿بانی بینظیر پارٹی و سابق وزیراعظم﴾

جو شخص سرور عالم ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا میرے نزدیک وہ کافر ہے۔

(ماہنامہ فیاہ خرم جولائی 1974ء)

مسلمان وہ ہے جو ختم نبوت کا قائل ہے اور جو ختم نبوت کا قائل نہیں وہ مسلمان نہیں۔

(روزنامہ جسارت کراچی 15 جون 1974ء)

جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ میں مسلمان ہوں مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا ہوں اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔ ختم نبوت پر میرا کامل ایمان ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں نے ملک کو جو دستور دیا ہے اس میں ختم نبوت کی اتنی خوبصورت ضمانت نہ دی ہوتی۔

(13 جون 1974ء، قوم سے خطاب)

### جنرل ضیاء الحق

﴿سابق چیف آف آرمی سابق صدر﴾

قادیانیت کا وجود عالم اسلام کے لیے سرطان کی حیثیت رکھتا ہے۔

(روزنامہ مشرق کوئٹہ 10 اگست 1985ء)

### جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ

﴿سابق صدر پاکستان و چیف سپریم کورٹ﴾

مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب خودکاشت پودا ہے جسے برطانوی سامراج نے پیدا کیا تھا۔

(روزنامہ جنگ لاہور 12 جولائی 1987ء)

### محمد خان جوینیو

﴿سابق وزیراعظم پاکستان﴾

ختم نبوت کے منکرین (قادیانیوں) کے خلاف پوری قوت سے کارروائی کرنے کی ضرورت ہے۔ تو بین ختم

نبوت کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی۔

(روزنامہ جنگ لاہور 28 نومبر 1985ء)

### محترمہ بے نظیر بھٹو

﴿سابق وزیراعظم﴾

قادیانیوں (کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے) کے بارے میں آئینی ترمیم ملک کی منتخب اسمبلی میں اتفاق رائے سے منظور ہوئی تھی۔ اس لیے وہ ترمیم درست ہے اور اسے ختم نہیں کیا جائے گا۔

(روزنامہ جنگ لاہور جون 1987ء)

### ڈاکٹر عبدالقدیر خاں

﴿محسن پاکستان بانی اسلامی ایٹمی بم﴾

اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ عرصہ دراز سے قادیانی ملک کے اندر اور باہر یہودی لابی سے مل کر پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف بین الاقوامی سطح پر بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے پاکستان کو بدنام کرنے کی کوشش میں سرگرم عمل ہیں۔

(ہفت روزہ چٹان 31 اگست 1986ء)

وہ (ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوٹیل انعام) بھی نظریات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام 1957ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوٹیل انعام ملے اور آخر کار آئن سٹائن کی صد سالہ وفات پر ان کا مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کر رہا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن سٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کر دیا جائے سو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بھی اس انعام سے نوازا گیا۔

(اتر و بھارت ہفت روزہ چٹان 6 فروری 1984ء)

### ڈاکٹر تنزیل الرحمن

﴿سابق چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل﴾

اسلامی کونسل نے حکومت کو یہ سفارش کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے شخص



## جسٹس (ر) میاں نذیر اختر

﴿سابق جج لاہور ہائیکورٹ﴾

مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور ایک جداگانہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ امت مسلمہ کا جز نہیں۔

## جسٹس (ر) جاوید اقبال

﴿فرزند اقبال و سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ﴾

مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔

## جسٹس (ر) ڈاکٹر ذوالحمزہ

﴿سابق جج وفاقی شرعی عدالت﴾

تاریخ شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نے بھی اپنے خون رشتے داروں کے ضمن میں چشم پوشی یا غنودہ گزر سے تو کام لیا ہوگا مگر ختم المرحبت، رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں کبھی بھی وہ رورعایت کا روادار نہیں ہوا۔ اس لیے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون میں جہاں حدود و قصاص اور تعزیرات کے ضمن میں جرائم کی مختلف اقسام کے لیے سزائیں موجد ہیں ان میں سنگسار، رسالت مآب ﷺ کے لیے قرار واقعی سزا موجود ہوتا کہ نہ امان کا کوئی مسئلہ کھڑا ہو اور نہ زندانیان رسول ﷺ کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔

## جسٹس (ر) ملک غلام علی

﴿سابق جج وفاقی شرعی عدالت﴾

قادیانیت ایک بارہوی سرگت ہے جسے اسلام دشمن طاقتوں نے بڑی ہنرمندی کے ساتھ اس کی دیواروں کے نیچے بچھا رکھا ہے۔ (ترجمان القرآن لاہور جولائی 1974ء)

## جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

﴿سابق جج لاہور ہائیکورٹ﴾

قادیانیوں کی جانب سے کلہا طبع کا بیج لگانا توہین رسالت کے ذمے میں آتا ہے اور توہین رسالت کے جرم

کومت کی سزا دی جائے۔ کونسل نے مزید سفارش کی ہے کہ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو مسجد اور عبادت کی ادائیگی کے لیے دی جانے والی "کال" کو اذان کہنے سے روک دیا جائے کیونکہ یہ مسلمانوں کے "شعار" ہیں۔

(جج کراچی 6 جنوری 1984ء)

## جسٹس غلیل الرحمن ریدے

﴿جج سپریم کورٹ آف پاکستان﴾

قادیانی ایک منصوبے کے تحت مسلمانوں کے جذبات مشتعل کر کے قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے کے مطابق بار بار جرم کرنے والے فرد کی ضمانت منظور نہیں کی جاسکتی۔ قادیانیوں کی جانب سے سینے پر کلہ طبع کا بیج لگانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنا چاہتے ہیں اور اس میں اہانت رسول کا پہلا بھی موجود ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب خود کاشیتہ پودا ہے جو برطانوی سامراج کا پیدا کردہ تھا۔ اس لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے جو بیروکار مرزا غلام احمد کے لیے "محمد رسول اللہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں ایک غلطی کا ازالہ آئین کمالات اسلام اور تبلیغ رسالت میں "محمد رسول اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنی نبوت کے دعوے کے سلسلہ میں انتہائی غلیظ زبان استعمال کی ہے۔ جب کہ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ خود مرزا قادیانی انگریز کی پیداوار تھا۔

(نوائے وقت 12 جولائی 1987ء)

## جسٹس (ر) میاں محبوب احمد

﴿سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ﴾

اوائل اسلام ہی سے اہانت رسول کے جرم قبیح کا ارتکاب کرنے والوں کو موت کی سزا دی جاتی رہی ہے۔ کہہ ارض پر جہاں بھی اسلامی حکومت قائم ہوئی وہاں شاتم رسول ﷺ کے لیے سزائے موت کا قانون رائج رہا۔ محمد رسالت ﷺ دور خلافت اور بعد میں مشرق و مغرب کی تمام اسلامی سلطنتوں میں گستاخی کرنے والوں کو ہمیشہ موت کی سزا دی جاتی رہی ہے۔



کی سزا موت ہے۔

(نوائے وقت 12 اپریل 1990ء)

اگر قادیانیوں کو ان کے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے دی جائے تو اس سے نہ صرف معاشرے میں بیچان پیدا ہوگا بلکہ اخلاقیات بھی تباہ ہو جائیں گی۔  
(روزنامہ نوائے وقت 23 مئی 1991ء)

### سید ریاض الحسن گیلانی

﴿سابق اٹارنی جنرل پاکستان﴾

عقیدہ فتنہ نبوت پر ایمان نہ رکھنے کی سزا موت ہے اور اسلامی مملکت میں یہ عقین ترین جرم ہے۔ اس لیے اس جرم کے مرتکب کو سزا دینے کے لیے صرف حکومت کی مشینری کے حرکت میں آنے کا انتظار کرنا ضروری نہیں بلکہ کوئی مسلمان بھی اس سلسلے میں قانون کو ہاتھ میں لے سکتا ہے کیونکہ یہی شریعت کا حکم ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت کراچی 19 نومبر 1985ء)

### محمد اکرم شیخ ایڈووکیٹ

﴿سابق صدر پریم کورٹ بار ایسی ایشن﴾

جنوبی افریقہ کے یہودی جج کا فیصلہ اس امر کی شہادت مہیا کرتا ہے کہ قادیانی مذہب اسلام دشمن قوتوں کی سرپرستی سے پھیل چھل رہا ہے۔ یہودی جج کو اس بات کا کوئی اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی شخص کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا فتویٰ صادر کرے کیونکہ یہ مسئلہ صرف کوئی غیر متصب عدالت ہی طے کر سکتی ہے۔ اس معاملہ پر اجماع امت ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا جبکہ اس عقیدہ سے انحراف کرنے والا دائرہ اسلام سے واضح طور پر خارج ہے۔ قادیانی نہ صرف یہ کہ غیر مسلم ہیں بلکہ وہ پوری امت مسلمہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انہیں اپنے سے علیحدہ قرار دیں۔

(لولاک 27 دسمبر 1985ء)

### حمید نظامی

﴿چیف ایگزیکٹو نوائے وقت گروپ﴾

غیر ممالک میں پاکستان کے سفارت خانے تبلیغ مرزا نیت کے ذریعے اور ان کے جماعتی دفاتر معلوم ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ مسرت الاسلام حیدرآباد 1985ء)

### مجیب الرحمن شامی

﴿چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان﴾

مرزا نیت کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ بد قسمتی سے ہمارے ہاں اسے محض ایک مذہبی تولد سمجھا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ ایک سیاسی تحریک ہے۔ ایسی تحریک جس کا مقصد کھنڈ بھارت کا قیام اور برصغیر میں سامراجی مفادات کی نگہداشت ہے۔  
(ہفت روزہ نیل ونہار 28 جون 1974ء)

بعض افراد مجھے مل کر یہ کہتے ہیں کہ جناب دنگ فساد ہو رہا ہے قادیانیوں کے گھرا جاؤے جارہے ہیں۔ اس سلسلے میں امریکہ تک قادیانیوں کے دفاع کے لیے کمپین قائم ہو رہی ہیں۔

میں نے اس نکتے پر بہت غور کیا کہ یہ محض افساد کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ قادیانی حضرات پاکستان کے آئین کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ پاکستان کے آئین میں تمام سیاسی جماعتوں پینچلز پارٹی سے مسلم لیگ تک، جمیعت علمائے اسلام لے کر جماعت اسلامی تک اور نیپ سے پی ڈی ایم تک تمام سیاسی جماعتوں نے اتفاق رائے سے یہ تسلیم کیا کہ قادیانی ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں بلکہ غیر مسلم ہیں۔ اب قادیانی حضرات آئین کی اس شق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ان کا دعوٰی یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور درحقیقت ان کا یہ دعوٰی ہی فساد کا باعث بنا اور فتنے کے دروازے کھولتا ہے۔  
(خطاب ننگاڑ جولائی 1989ء)

### پروفیسر مغیث الدین شیخ

﴿صدر شعبہ اہل اغیات پنجاب یونیورسٹی﴾

ملت اسلامیہ سے جھجک دیے جانے کے باوجود قادیانیت ایک ایسا ناسور ہے جو اپنے غلیظ عقائد و نظریات کے ماتھے پر اسلام کا لیلل چپکائے رکھنے پر اصرار کرتا ہے۔ حالی مصوبی کی تحریک کا آلہ کار یورپ کا تربیت یافتہ اور اسرائیل نوازیہ گروہ دراصل اپنے مغربی آقاؤں کے مخصوص مقاصد و مفادات کی خاطر امت مسلمہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے مسلمانوں سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتا۔  
(ہفت روزہ لولاک 14 اگست 1989ء)







نہیں خوش بخت محتاجان عالم میں کوئی ہم سا  
 ملا تقدیر سے حاجت روا فاروق اعظم سا  
 ترا رشتہ بنا شیرازہ تعینت خاطر  
 پڑا تھا دفتر دین کتاب اللہ برہم سا  
 مراد آئی مرادیں ملنے کی چاری گھڑی آئی  
 ملا حاجت روا ہم کو در سلطانِ دلم سا  
 ترے جود و کرم کا کوئی اعزاء کرے کیونکر  
 ترا اک اک گمراہ فتن و سخاوت میں ہے حاتم سا  
 خدا را مہر کر اے ذہ پرور مہر نورانی  
 یہ بختی سے ہے روز یہ میرا شب نم سا  
 تمہارے در سے بھولی بھر مرادیں لے کر اٹھیں گے  
 نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بے توا ہم سا  
 خدا اے ام کلثوم آپ کی تقدیر یاد کے  
 علی بابا ہوا دولہا ہوا فاروق اکرم سا  
 غضب میں دشمنوں کی جان ہے شق سرنگن سے  
 خروج و رقص کے گھر میں نہ کیوں برپا ہو ماتم سا  
 شیطاں مشعل ہیں تیرے نام پاک کے ڈر سے  
 نکل جائے نہ کیوں رفاض بد اطوار کا دم سا  
 مٹائیں حید جو ذی الحجہ میں تیری شہادت کی  
 الٹی روز و ماہ و سن آئیں گزرے محرم سا  
 حسن در عالم پہنچی سرِ رفعت اگر داری  
 چا فرق ارادت سے در لادق اعظم سا



محترم میر فکیل الرحمن ابنِ خلیل الرحمن پاکستان کے سب سے بڑے نیوزیٹ ورک "جنگ گروپ" کے چف  
 انگریز یکنو ہیں۔ اس گروپ کے زیر انتظام روزنامہ جنگ روزنامہ عام 'The News' اور Daily News اور  
 اخبار جہاں وغیرہ شائع ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ نیوزیٹ ورک کے تمام تنظیمیں بھی اس گروپ کے زیر انتظام کام  
 کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ آپ آل پاکستان نیوز ہیپو سوسائٹی (APNS) اور پاکستان براڈ کاسٹنگ ایسوسی ایشن  
 (PBA) کے صدر رہے ہیں۔ پیش نظر مضمون میں میر فکیل الرحمن صاحب نے قرا اقبال کے تناظر میں مرزائیت  
 قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور قادیانیت کے خوفناک چہرے سے وہیز پردوں کو سر کاٹا ہے۔ قادیانیوں کے روشن  
 خیال ہمو اذوں کو یہ مضمون پورے غور و فکر سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے کیونکہ جس شخصیت کی فکر کے تناظر میں یہ مضمون  
 قلمبند کیا گیا ہے وہ اور صاحب مضمون دونوں ہی غیر مولوی اور چہاندیدہ شخصیات ہیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل  
 دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبال اپنی شاعرانہ عقلیتوں کی بناء پر شامِ شرق کے اعزاز کے حامل ہیں۔ سیاسی بصیرت اور قومی حیثیت کی بناء  
 پر وہ "مصور پاکستان" کی حیثیت سے معروف اور مقبول ہیں لیکن اقبال کا ایک امتیاز جو اب تک پس منظر میں ہے  
 اور جسے ان سطحوں میں نمایاں کرنا مقصود ہے وہ ان کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد ہے۔ اقبال کو اپنی امور میں گہری  
 بصیرت اور قومی معاملات میں پیش بینی حاصل تھی۔ قادیانیت کی حقیقت کو نقد و نظر کی تراز میں جس طرح اقبال نے  
 پرکھا ہے کسی دوسرے نے نہیں پرکھا۔

قادیانیت جسید ملت کا ناسور:

قادیانیت محض دہائی مسئلہ نہیں جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ یہ اپنے مخصوص احوال کے پیش نظر ایک  
 اہمائی قومی طرزِ تمدن، معاشرتی اور سیاسی مسئلہ ہے۔ یہ تعلیم یافتہ طبقے میں اقبال وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے



قتیبہ قادیانیت کی سنگینی کا صحیح انداز احساس کیا۔ وہ قتیبہ قادیانیت کو جدہ طیبہ کا نامور اور وحدت ملی کے لیے زہر قاتل تصور کرتے تھے۔

بانی قادیانیت کی حکمت عملی شروع ہی سے یہ رہی ہے کہ ملت اسلامیہ میں انتشار پسند اور حلیس عناصر کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کے احکا کو کمزور کیا جائے۔ پوری طاقتوں کو ہندوستان میں ایک ایسا دینی اور سیاسی قیام باز اور کار تھا جو اپنی اور ان کی اغراض کی خاطر مسلم اتحاد کے خلاف ایک جدا مذہبی جماعت کی تشکیل کر سکتا ہو موزرا غلام احمد قادیانی کی شخصیت میں ان کا مطلوب یہ جو ٹاٹا ٹیل گیا۔

ادھر ہندو سیاست اور ذہنیت نے قادیانی تحریک کو سیاسی اعتبار سے مفید یا کر اس کی زبردست حمایت کی۔ ان کے خیال میں قادیانیت کی تحریک ہی مسلمانوں کے اتحاد عالم عرب سے تعلق اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ انگریز اور ہندو کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت اور مسیح جہاد کے اعلان نے ایک اہم برطانوی ضرورت کو پورا کر دیا۔

قادیانی نبوت کا دعویٰ:

قادیانیت کے اس کردار کا اعتراف خود اس کے بانی نے کیا مثلاً اپنی ایک کتاب میں کہتے ہیں:

● میں خدا کے حکم کے موافق مئی ہو اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ ۱۔

● سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں انبار رسول بھیجا۔ ۲۔

● میں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھ پر وارد ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں۔ ۳۔

● خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ ۴۔

● میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلیش کی جیجی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کردوں۔ ۵۔

یہ ہے وہ قتیبہ قادیانیت جس کی سنگینی کا اقبال نے بردت احساس کیا اور اپنے طویل مکاتیب اور مضامین کے ذریعہ قادیانی قتیبہ کی اصل حقیقت اس کے دور رس اثرات اور نتائج کی وضاحت کی۔

اس سلسلہ میں اقبال نے اس دور کے علماء و اکابرین اسلام سے طویل خط و کتابت کی۔ پوری تحقیق اور توشیح کے بعد قادیانی مسئلہ کے ہر پہلو پر غور و خوض کیا اور نتائج اخذ کر کے مسلمانوں کی جماعت کے مفادات کی مدافعت غیر معمولی کامیابی کے ساتھ انجام دی۔..... عقیدہ دل کی یہ جنگ ایسی دشوار اور نازک تھی کہ اسلام میں الہی نظریات کی تشکیل کے فاضل مقالہ نگار (اقبال) نے ایک مسلمان اور عاشق رسول کے جذبے سے اسے کامیابی سے سرانجام دیا۔

قادیانیت سے بیزاری:

(قادیانی) تحریک کے اوائل میں اسے ایک مذہبی تحریک خیال کر کے اقبال نے اس کی حمایت کی تھی۔ اس حوالے سے قادیانی ہفت روزہ ”سن رائزر“ لاہور نے ان پر متضاد رائے رکھنے کا الزام لگایا۔ جواباً اقبال نے فرمایا ”کسی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہوتی“ اسے پوری طرح نمایاں ہونے کے لیے برسوں درکار ہوتے ہیں۔ ابتداء میں مولوی چراغ علی مرحوم جیسے اکابرین کے تحریک میں شامل ہونے کی بناء پر یہ تحریک کا دھار تھا۔

آج پچیس سال بعد میں قادیانی تحریک سے اس لیے بیزار ہوا کہ ایک نئی نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے اور ایسی نبوت جسے بانی اسلام کی اصل نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کہا گیا ہے اور میں نے ایک بڑے قادیانی کو حضور رسالت مآب ﷺ کی شان میں دشنام طرازی کرتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پھٹتا جاتا ہے۔

اقبال نے وضاحت کی کہ میرے رویے میں ناقص یا تضاد ایک زندہ صاحب فکر انسان کا حق ہے وہ اپنی رائے بدل سکتا ہے۔ بقول امیرسن ”صرف پتھر اپنے آپ کو ٹکس جھٹک سکتا“۔ ۱۔

لاہوری جماعت کا قادیانی جماعت کے ساتھ اختلاف اور تنازع اس حقیقت پر مشاہد ہے۔ اقبال کے مطابق قادیانیت کی اصل حقیقت قرون وسطیٰ کے غیر اسلامی تصوف اور دنیاات میں پوشیدہ ہے۔ اس کا تصور خدا ایک ایسے خدا کا تصور ہے جو حاسد ہو اور جس کے پاس دشمنوں کے لیے تعداد دہلے اور پیاریاں ہوں۔ اس فرقہ کا فکری کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ (جو دراصل مسیح موعود کا یہودی تصور) ہے۔



قادیانی ملک و ملت کے خدای:

اقبال نے واضح کیا کہ ایسی مذہبی جماعت جو اسلام کے مسلہ عقیدوں سے انحراف کرے دائرہ اسلام سے خارج کیے جانے کے قابل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ایران کا احساس بھائیوں کے خلاف اس قدر سخت تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانان ہند کا احساس قادیانیوں کے خلاف اس قدر شدید ہے۔ اپنے جواب کی اس منطقی بناء پر اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو پر ایک چوکا دینے والا انکشاف کیا۔ اقبال فرماتے ہیں "میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے خدای (Traitors) ہیں"۔ قادیانیت کی حمایت میں لکھے گئے مسلمانین 14 مئی 1935ء کے ادارے کے جواب میں اقبال نے مسلمانان ہند کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "میں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیا کے اسلام سے متعلق ان کے رویے کو نظر انداز نہیں کرتا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو مڑے ہوئے دودھ سے اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے تشبیہ دی اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے منع کیا۔ علاوہ ازیں ان کا اسلام کے بنیادی اصولوں کے قیام نماز اور کھانچ وغیرہ میں مسلمانوں کا مقاطعہ اور سب سے بڑھ کر یہ اعلان (جو رسالہ تشبیہ الاذیان) میں شائع ہوا کہ ملت اسلامیہ کا فر ہے۔ یہ تمام باتیں قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ وہ خدایان اسلام ہیں۔ میرے نزدیک قادیانیوں کے سامنے صرف دو راستے ہیں یا وہ بھائیوں کی طرح ختم نبوت کو صریحاً جھٹلادیں یا پھر ختم نبوت کی تائیدوں کو چھوڑ کر ختم نبوت کو صدق دل سے قبول کر لیں۔ لیکن ان کی جدید تائیدیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہوتا رہے اور وہ سیاسی فائدہ (اعلیٰ ملازمین جو مسلمانوں کے لیے نقص ہوں) حاصل کرتے رہیں۔"

ایک خط میں جو روزنامہ احسان لاہور میں شائع ہوا اقبال نے فرمایا "قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کے انحراف سے قادیانی انکار کو ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس کی انتہا نبوت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار کی راہ نکلتی ہے۔ چنانچہ قادیانی بجا طور پر "باغیان محمد" کہلانے کے سزاوار ہیں۔ ختم نبوت کے معنی ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر وہ اجزاء نبوت کے موجود ہیں، جیسی مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل ہوے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل ہے۔ مسیلہ کذاب کو ایسی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔" مسیلہ نبی کریم ﷺ کے لیے اذان دیتا تھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (مسیلہ کے لیے) اذان عبد اللہ بن النواہ داتا اور اقامت گھنٹے میں میرا کہتا اور جب گھنٹے شہادت کے قریب پہنچتا مسیلہ کہتا اے خیر غیب زور سے کہو (یعنی

قادیانیت کی تحریک، یہودیت کی تحریک:

یہ چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اسنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک یہودیت کی طرف رجوع ہے کرتی۔ اسلامی ایران میں موبدانہ (یہودی، نصرانی وغیرہ) اثر کے تحت کئی طوائف تحریکیں اٹھیں اور انہوں نے تاج کے یہودی تصور کو چھپانے کی غرض سے بروزی، طلسمی، نبی اور مسیح موجودہ غیرہ کی اصطلاحیں وضع کیں تاکہ وہ مسلم قلب کو ناگوار نہ کریں۔ اس نظریہ کے تحت جن دو جماعتوں نے حال ہی میں جنم لیا ہے ان میں میرے نزدیک بھائییت قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے بندوں اسلام سے منحرف ہے لیکن قادیانیت اسلام کی چند اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن اندرونی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے۔ ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء ہی نبوت پر رکھے اور اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، اسلام کی وحدت کے لیے خطرہ ہے۔ یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے استوار ہوتی ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو نے قادیانیت کی حمایت میں تین طویل مضامین چھپوائے جو ماڈرن ریویلوٹکٹ میں جنوری 1936ء میں شائع ہوئے۔ ان مضامین کا لب و لہجہ بڑا سخت اور تعصب آمیز تھا۔ اقبال نے جواب میں ان کے اعتراضات کی خاطر خواہ وضاحت کی فرماتے ہیں: "ہندوؤں کی طرح قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے خائف ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی سیاسی ترقی سے ان کا مقصد نفوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عرب ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر (مرزا قادیانی) کی ایک نئی امت تیار کریں۔ ایسے جی کا تصور جس کا شکر اسلام سے خارج اور جہنمی ہو جاتا ہے" قادیانیت کا ایک لازمی عنصر ہے۔

● جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

● اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کہہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

● اپنی ایک کتاب میں مرزا قادیانی کہتا ہے: "میں مسلمانوں نے مجھے مان لیا ہے اور تصدیق کی ہے مگر کچھ یوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا"۔



شہادت کو بلند آواز سے کہتا کہ لوگوں کو اچھی طرح سنائی دے) پس تجھ آزاد کو بلند کرتا اس طرح سلسلہ اپنی تصدیق میں مبالغہ کرتا۔

قادیانیوں کی مسلمانوں سے علیحدگی:

اخبار مسلمین کے ادارے کے جواب میں اقبال نے فرمایا: "اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الہی پر ایمان، انبیاء کرام پر ایمان، رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری عقیدہ ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان خطا امتیاز کھینچتا ہے کہ فرد یہ یا جماعت ملت، اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ قادیانی رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے آج تک کوئی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔" اقبال نے فرمایا: "قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

جہاد کے خلاف فتویٰ:

قادیانیت ایک ایسی تحریک ہے جس نے مسلمانوں سے جذبہ جہاد سلب کرنے کی جگہ ودی کی۔ شاعر شرق علامہ محمد اقبال نے اس سلسلے میں سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے  
دنیا میں اب رعوی نہیں تلوار کا رگر  
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیدا نواز سے  
شرق میں جگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر؟

37-1935ء کے دوران قادیانی فقہ اپنے عروج پر تھا۔ اسلام اور قادیانیت کا تنازعہ بحث کا خاص موضوع بن چکا تھا۔ چنانچہ اقبال کی تقریر پر تحریر اور مضامین کے علاوہ ضربِ تعلیم کی اکثر غزلوں میں قادیانیت اور بانی قادیانیت کے معاندانہ رویے سے متعلق ناقدانہ اشارے ملتے ہیں۔ بانی تحریک مرزا قادیانی اور اس کے مقلد اگر پر آقاؤں کے حواری، آئندہ کا زمانہ دار اور خود کا شہ تھے۔ اس کردار کا اعتراف خود اس کے بانی نے بڑے کلمے

لفظوں میں فخر کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً اپنی کتاب (زباق القلوب) میں ایک مقام پر لکھتا ہے: "میں نے ممالک جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس ہزار الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" ۱۔

اسی کتاب میں آگے چل کر کہتا ہے "ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود یعنی رسول اللہ مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا، خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے گورنمنٹ انگریزی کا سچا غیر خواہی کو بنا پڑتا ہے۔ ایسا امام قوم کی صحیح امامت کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے جو انگریز حکمرانوں کی اطاعت کا قوم کا مقدس دینی فریضہ قرار دے۔

قادیانیت اشعار اقبال کے آئینے میں:

فقہ ملت بیضا ہے امامت اس کی  
جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے

● قادیانی نبوت اور الہام سے منکر ملت اسلامیہ کے خلاف کفر کے فتوے کے اعلان پر اقبال نے فرمایا:

پنجا ب کے ارباب نبوت کی شریعت  
کہتی ہے کہ یہ مومن پارید ہے کافر

● بانی قادیانیت کے دینی والہام کے اعلان سے متعلق جو ملت اسلامیہ میں تفریق کا باعث بنا اقبال کا ارشاد ہے:

ہے زعمی فقط وحدت افکار سے ملت  
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الہاد

قادیانی گروہ جس کے ماننے والے برطانیہ کے عقیدہ خوار ہیں، طرح طرح سے قادیانی نبوت کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جس کا مقصد نبوت کے عقیدے پر ضرب لگانا اور نعوذ باللہ رسول اکرم ﷺ کے کامل و اکمل ہونے میں شبہ پیدا کرنا تھا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے حواری اس طرح کی خرافات کہتے رہتے تھے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں  
اور آگے سے پیچ کر میں اپنی شان میں



۶ حرف اقبال ۱۳۳۱ھ

۸۔ اشتہار معیار الاخبار ص: ۸۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان 25 مئی 1900ء

۹۔ انجام آفتخ ص: ۶۲ مطبوعہ قادیان 1922ء

۱۰۔ آئینہ کلمات اسلام ص: ۵۴

۱۱۔ تریاق القلوب ص: 15، مرزا قادیانی، مطبوعہ 1952ء

۱۲۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیانی، منقول از اخبار بیتا مطبع لاہور مورخہ 14 مارچ 1916ء



## گواہی

میں اذان دے کر ہٹا تو ایک صاحب پوچھنے لگے مولانا! کیا بغیر دیکھے گواہی دی جاسکتی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پوچھنے لگا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ میں بولا نہیں۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ نے ابھی ﴿اشھد ان لا الہ الا اللہ﴾ (میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کیوں کہا ہے؟

میں نے عرض کی حضور! چاند چند بندے دیکھتے ہیں اور شور سب مچاتے ہیں کل عید ہے، کل عید ہے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ چاند دیکھا ہے تو کہیں گے نہیں۔ تو پھر کیوں کہہ رہے ہو، عید ہے کل عید ہے۔ وہ جواب دیں گے بھائی ہمیں جن لوگوں نے بتایا ہے ان لوگوں نے دیکھا ہے۔

ٹھیک ہے، ہم نے خدا کو نہیں دیکھا کیونکہ ہم دیکھ نہیں سکتے مگر جس نے کہا ہے اس نے دیکھا ہے اور وہ ہے ذات محمد ﷺ جو صادق و امین ہے۔ اس ذات بابرکت کی بات کو ہم نے عین اطمینان کا درجہ دیا ہے۔ ﴿بات سے بات ص: ۹۵﴾

محمد دیکھتے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

اقبال نے مسلمانوں کو اس فقے سے بچانے کی زبردست کوشش کی۔ انہوں نے اپنی زبردست شاعرانہ صلاحیت کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا اور جگہ جگہ اپنے کلام میں مسلمانوں کو خاتم النبیین کی عظمت اور مرتبے سے واقف کرانے کی کوشش کی اور ختم نبوت پر ایمان اور شوق رسول کے تقاضے انہیں یاد دلانے۔ اقبال کا قادیانیوں کو علیحدہ جماعت تسلیم کرنے کا مطالبہ تصور پاکستان کی طرح کامیابی سے ہمسکار ہوا۔ قادیانیت کے فقہ کے طلسم کو باطل ثابت کرنے کے سلسلے میں یوں تو اقبال نے بہت پہلے ہی سے قدم اٹھا رکھا تھا مگر خاص کر 1935ء سے 1937ء کے عرصے میں جب وہ غربا بی صحت کی بناء پر اکثر طویل رہتے تھے۔ وہ ملت اسلامیہ خاص کر مسلمانان برصغیر کے لیے باعث فخر و مباہات ہیں۔ ان مساعی جیلہ کی بناء پر جس کے نتیجہ میں آج قادیانی فرقہ آئینی اور دستوری طور پر مسلمانوں سے الگ ایک اقلیتی فرقہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یقیناً شاعر مشرق۔ در پاکستان علامہ اقبال نظریہ ختم نبوت کے محافظ اور فقہ قادیانیت کے استیصال کی کوشش میں نمایاں اور ممتاز ہوئے ہیں۔

قوم کی طرف سے اقبال کو ان مساعی جیلہ کا احترام اور اس عاشق رسول ﷺ کی خدمت میں ہمارا نذرانہ عقیدت بھی ہو سکتا ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر فقہ قادیانیت کے طلسم کے اندھیروں کو عشق رسول ﷺ کے انوار سے دور کر دیں اور ہر طرف ختم الرسل محمد ﷺ کا نور پھیلا دیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

## حوالہ جات

۱۔ مرزا قادیانی کا خط، مورخہ 3 مئی 1908ء، نام اخبار عام لاہور

۲۔ ادب البلا ص: ۱۰۰۔ منصف مرزا قادیانی

۳۔ ماخوذ تبلیغ رسالت، جلد ششم، اشتہار مورخہ 14 اکتوبر 1899ء

۴۔ حقیقۃ الوحی از مرزا قادیانی ص: ۱۳

۵۔ درخواست بحقوق اب، المصنف گورنر بہادر رام اقبال، مخانب مرزا قادیانی، مورخہ 24 فروری 1898ء





محافظ قادیانی مومنٹ (MQM) کے بانی وقائد الطاف حسین صاحب کبھی بھاروٹ پٹانگ لافیں فرماتے رہتے ہیں جن کی تردید یا تنقید ان کی دائمی کیفیت کو مد نظر رکھ کر اکثر نہیں کی جاتی۔ لیکن اس مرتبہ تو موصوف کچھ زیادہ ہی ترنگ میں اناب شباب سے نواز رہے ہیں۔ اسے اردو آنے یوز (ARY NEWS) پر قادیانیوں کے ہمنوا "پنی ہے میر" کو انٹرویو دیتے ہوئے الطاف حسین نے بھاشن دیا کہ "قادیانیوں کو حق ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے رکن ہیں..... مجھے معلوم ہے کہ مجھ پر فتوے لگتے ہیں۔"

اس کے بعد 9 جنوری 2009ء کو قادیانیوں کے وکیل بے دام "مبشر لقمان" کو ایک پھر لیس یوز پر الطاف صاحب نے بھاشن (انٹرویو) جھاروا۔ اس انٹرویو کے بعینہ الفاظ یہ ہیں:

● مبشر لقمان: پر اہلم یہ ہے کہ مسیحی برادران کے لیے بھی آپ بول لیں گے۔ آپ یہودی، اگر کوئی وہاں ہوں گے تو ان کے حق میں بھی بول لیں گے۔ سکھوں اور ہندوؤں کے حق میں بھی بول لیں گے۔ میں ایک بواپٹی (حساس) سوال کرنے لگا ہوں۔ اپنے ویوز سے معذرت کے ساتھ کہ قادیانیوں کے لیے کوئی نہیں بولتا، جب ان کے اوپر مظالم ہوتے ہیں۔

☆ الطاف حسین: یہ بالکل مبشر بھائی صحیح کہہ رہے ہیں۔ لیکن MQM کو اس کا الزام نہیں دے سکتے۔ MQM واحد آرگنائزیشن ہے کہ جب قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر بیگ صاحب کا انتقال ہوا تھا۔ واحد الطاف حسین تھا جس کا تعزیتی بیان کیا تھا۔ جس پر کئی اخبارات نے اوار یہ لکھے کہ میں نے کفر کیا ہے اور میں نے کفر دوبارہ کرنے جا رہا ہوں، جس کا دل چاہے مجھ پر فتویٰ دے۔ قادیانیوں کو اگر آپ مسلمان نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں، کس نے کہا ہے۔ لیکن جو قادیانی یا احمدیہ پاکستان میں رہتے ہیں، انہیں اپنے عقیدے، مسلک کے مطابق زندگی گزارنے کی برابر اجازت ہونی

چاہیے۔ چاہے تمام لوگ مجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن میں حق بولنا نہیں چھوڑوں گا۔

● مبشر لقمان: ہمارا 73ء کا آئین تو کہتا ہے کہ اقلیتیں جو ہیں ان کو اپنے مذہب کی Preach (تبلیغ) کرنے کی اجازت ہے، تو کیا پھر جماعت احمدیہ کو بھی اپنا مذہب Preach (تبلیغ) کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

☆ الطاف حسین: بالکل ہونی چاہیے۔ میری نظر میں ہونی چاہیے۔ ہر کسی کو ہونی چاہیے۔

● مبشر لقمان: It is very bold statement.

☆ الطاف حسین: ہر کسی کو ہونی چاہیے، تو اب فاشزم کا الزام مجھ پر نہیں لگے گا تو کسی اور پر لگے گا (شیطانی ہنسی ہنسا) ایسے نہیں کہہ رہا میں۔ میں نے احمدیوں کا لٹریچر بھی پڑھا۔ احمدیہ کے پروگرام بھی دیکھے۔ میں نے دیکھا وہی کلمہ ہے، وہی سرکارِ دو عالم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ اب جھگڑا جو آتا ہے اس کی بحث میں نہیں جاتا۔ اس کو جو نہیں مانتے وہ نہ مانتے۔ آپ انہیں مسلمان نہیں مانتے، نہ مانیں۔ چاہے ہندو ہے، ہندو کے تو اللہ رسول جو ہے اس کا اپنا اللہ رسول ہے۔ اس کو تو آپ تسلیم کرتے ہیں تو احمدیوں کو بھی تسلیم کیجیے۔ یہ جرأت پاکستان کے اندر کسی میں نہیں ہے۔

احمدیوں پر پاکستان میں ظلم نہیں ہوتا چاہیے۔ وہ انسان ہیں وہ پاکستانی ہیں۔ میں آپ کو ایک اور بات بتا دوں۔ مبشر بھائی پاکستان کا سب سے پہلا نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام وہ بھی احمدی تھا۔

● مبشر لقمان: He was the great man.

☆ الطاف حسین: آپ اس کا نام صرف اس لیے نہ لیں یا طلباء کو اس لیے نہ پڑھا یا جائے کہ ڈاکٹر عبدالسلام احمدی تھے تو یہ سراسر ظلم ہے زیادتی ہے۔ یہ نا انسانی کو ختم ہونا چاہیے۔ یہ علامہ اقبال کے خیالات کبھی نہ تھے رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ قائد اعظم محمد علی جناح کے خیالات کبھی نہیں تھے۔ میں شاعر مشرق جو دنیا بھر کے بہت بڑے فلاسفر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح



کا پاکستان چاہتا ہوں۔ یہ ملاؤں کا جعلی نام نہاد، یہ جعلی سیاستدانوں کا جو راتوں رات تالی بجا کر وفاداریاں بدلتے ہیں۔ اور ہرے مال پکڑاؤں میں اس کا قاتل نہیں ہوں۔“

سینئر پروفیسر ابراہیم خاں کے بقول ”آئینی اصلاحاتی کمیٹی کے سامنے MQM اور ANP نے تحریری سفارشات پیش کی ہیں جن میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 2-A کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت قانون میں سے اس حق کو بھی نکال دیا جائے جس کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ تاہم کونسل عیوضیہ ریفرنس کمیٹی کے ارکان کی اکثریت نے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔“

الطاف صاحب قادیانیوں کی وکالت کے غم میں اس قدر گھٹلے جا رہے ہیں کہ موجودہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد اور پوری قادیانی قیادت بھی حیران و پریشان ہے کہ قادیانیوں کی سربراہی کا تاج ان کے سر سے چھین کر الطاف ”بھائی“ کے روشن سر پر نہ رکھ دیا جائے اور وہ خود ہی ست اور گواہ چست کی عملی تصویر بن جائیں۔ ویسے ہمارا الطاف صاحب کو خالص مشورہ ہے کہ وہ روز روز کے چٹکے سنانے کی بجائے ایک دفعہ اپنی ادھر یا اُدھر کا اعلان کر دیں تاکہ اہل اسلام کو آئے روز آپ کی NRO سے پاک کی گئی ”شخصیت“ کے متعلق ایمانی دلی جذبات کا اظہار نہ کرنا پڑے۔

● الطاف حسین کو اعتراض ہے کہ قادیانیوں کو اپنے نظریات و عقائد پھیلانے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی ہے؟ ہمارا اتحاد کون سا اتحاد ہے سوال ہے کہ اندر اندر سنہ میں متحدہ مخالف سیاسی جماعتوں کو پھٹنے کا موقع کیوں فراہم نہیں کیا جاتا؟ ویسے بھی پورے پاکستان میں قادیانی اعلانیہ و غیر اعلانیہ اپنے عقائد باطلہ کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ قادیانیوں کے اخبار شائع ہو رہے ہیں، رسائل شائع ہو رہے ہیں، کتب شائع ہو رہی ہیں اور لٹریچر نہ صرف شائع بلکہ سرعام تقسیم ہو رہا ہے۔ قادیانیوں پر مظالم کا ڈھنڈا دہرائیے کے باوجود آج بھی پنجاب کے دارالحکومت لاہور کے علاقے ماڈل ٹاؤن میں سرعام قادیانیوں کا اخباری سال لگتا ہے۔ آئینی و قانونی طور پر تو قادیانی اپنے عقائد باطلہ کا پرچار نہیں کر سکتے لیکن ماڈل ٹاؤن کا برسر عام قادیانی اخباری سال کس چیز پر دلالت کر رہا ہے؟

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اس جیسی درجنوں مثالیں گنوائی جاسکتی ہیں۔ آئینی و قانونی پابندی کے باوجود اگر الطاف حسین چاہتے ہیں کہ قادیانی گھر گھر جا کر مرزائیت کے جرائم پھیلانیں، دجال قادیان مرزا قادیانی کی گستاخیاں نکلیں اور شعائر اسلام کے خلاف کھلی گالیاں مسلمانوں تک پہنچائیں تو اس کی اجازت کوئی بھی فیور

مسلمان کسی بھی صورت نہیں دے سکتا۔ مسلمان کٹ جائے گا، مر جائے گا لیکن آقا کریم ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخی، کبھی برداشت نہیں کرے گا۔

الطاف صاحب یہ ملک ”اسلام“ کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اس ملک کی بنیادوں میں شامل ہے۔ اگر اس کی بنیاد کو ہچھڑنے کی کوشش کی گئی تو ایسا بھونچال آئے گا جو سب کچھ بدل دے گا۔ روشن خیالی کی آغوشی اور اُچھڑے کا وجود اللہ نے پاکستان میں بسنے والے مسلمان زبان، قوم، رنگ اور طبقات سے بالاتر ہو کر اپنے آقا کریم ﷺ کی ناموس رسالت پر کٹ مرنا اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔

● الطاف صاحب قادیانیوں امرزائیوں کو اسلام کا فرقہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ جہل جہلی بات تو یہ ہے کہ قادیانیت اسلام کا فرقہ نہیں بلکہ مذہب ہے۔ قادیانی کا مسوا سی وقت امت مسلمہ سے الگ ہو گیا تھا جب اس نے نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں نمود باطلہ دجال قادیان مرزا قادیانی کی ڈمی کھڑی کرنے کی ناکام و ناپاک کوشش کی تھی۔

قادیانیت سے اصل خرابی ہی اس وقت آتی ہے جب قادیانی اپنی آئینی و قانونی حدود کو روندتے ہوئے مسلمانوں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پاکستان میں رہنے والے ہندو سکھ، عیسائی و غیرہ اپنی مذہبی شناخت نہیں چھپاتے اور اپنی خوشی سے پاکستان میں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن قادیانی نہ صرف اپنی مذہبی شناخت چھپاتے ہیں بلکہ کفر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

پاکستان میں دیگر اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے لیکن قادیانی اقلیت کو اپنی منافقت کی وجہ سے یہ آزادی حدود و قیود میں حاصل ہے۔ وہ حدود و قیود شعائر اسلام کے استعمال اور اسے بدلنے و فریب کے پرچار پر پابندی کی صورت میں موجود ہیں۔ نہ جانے قادیانی امرزائی اپنی اسلامی اور آئینی حیثیت تسلیم کرنے سے کیوں گاری ہیں؟ آج بھی قادیانی اس دستور شکن کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے سفاکیت اور باغی پن کی انتہا کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عقائد باطلہ کو اسلام کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کے وکیل نے دام باغیں کھینچ کر کیا لٹریچر پر بیڑہ سداری عائد نہیں ہوئی کہ وہ شعائر اسلام کا احترام کریں اور مسلمانوں کے جذبات کو نہیں پہنچانے اور مشتعل کرنے سے باز رہیں؟

1974ء کی آئینی کمیٹی قادیانی سربراہ مرزا ناصر قادیانی نے کہا تھا ”جو مرزا غلام قادیانی کی (معاذ اللہ) نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، ہم اس کو غیر مسلم اور کافر سمجھتے ہیں۔“ اب قادیانیوں کے تمام وکلاء بتائیں کہ وہ دجال قادیان مرزا



قادیانی کو کیا سمجھتے ہیں؟ وہ کن کے ساتھ ہیں؟ آقا کریم ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کے ساتھ یا فتنہ نبوت کے باغی دجال قادیانی کے نام لیواؤں کے ساتھ؟

اگر اس کا جواب دینا مشکل ہو رہا ہو تو اپنے قادیانی آقاؤں سے اس امر کی وضاحت طلب کر لی جائے کہ ”جو شخص عقیدہ فتنہ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھے اور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی جانتا دانتا ہو اور آپ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے مدعی نبوت کو کذاب دجال اور کافر کہتا ہو۔ قادیانی ذریت اس شخص کے بارے میں کیا کہتی ہے نیز قادیانی امر ذاتی کلمہ طیبہ میں ”محمد رسول اللہ“ سے کیا مراد لیتے ہیں۔ نبی محمد ﷺ یا قادیانی دجال؟“ کیا مفتی آگرہ کے پوتے اپنے قادیانی کرم فرماؤں سے اس کا جواب لے کر دے سکتے ہیں۔ آگرہ کے مفتی رمضان صاحب کی تقریر بھی اپنے پوتے کی قادیانیت نوادی پر ضرور رز بھی ہوگی۔

قادیانی 1974ء کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت میں بھی گئے لیکن ہر طرف سے ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت ہوئی تھی کہ سپریم کورٹ کے قلع بچنے نے تاریخ ساز فیصلہ دیا کہ نہ تو کوئی قادیانی خود کو مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔

● الطاف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے قادیانی لٹریچر پر صافہ ان کے پروگرام دیکھے ہیں، میں نے دیکھا ہے وہی کلمہ ہے، وہی سرکار دو عالم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ ☆ ہجرت ہے کہ الطاف صاحب کو تو مسلمانوں اور قادیانیوں امر ذاتی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا لیکن جنوبی افریقہ کی عدالت کے عیسائی جج کو مسلمانوں اور قادیانیوں میں فرق سمجھ آ گیا۔ خیاہ الحق کے دور میں جب جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت میں ایک عیسائی جج کے سامنے قادیانیوں کا مقدمہ پیش ہوا تو اس نے بھی قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ تھلک اور غیر مسلم قرار دیا۔

سیشن کورٹ سے سپریم کورٹ تک اور پاکستان سے جنوبی افریقہ کی عدالتوں تک نے قادیانی کفر وضاحت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ سعودی عرب، یوٹھیا، شام، افغانستان، فلسطین، مصر اور انڈونیشیا وغیرہ کی حکومتوں اور علماء نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ سمجھا لیکن الطاف صاحب کی عقل میں یہ ایمانی مسئلہ نہ آ سکا۔

الطاف صاحب کو قادیانیوں سے اگر اندھا عشق نہیں ہے تو انہیں سابق قادیانیوں ذیل اے سلمیٰ، حسن محمود عودہ، پروفیسر مرزا امجد، ایئر کوموڈر (ر) ب نواز پر گینڈہ نیر (ر) احمد نواز خاں، بشیر احمد مصری، قاضی خلیل احمد صدیقی، شیخ مرزا بشیر باجوہ اور رفیق باجوہ وغیرہ کی آنکھیں پھاڑ دینے والی تحریروں کو ضرور پڑھنا چاہیے اور حق

آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔

اگر جناب کو یہ تجویز بھی پسند نہ آئے تو غیر مسلم شخصیات میں سکھ اور ہندو انشوروں ڈاکٹر شکر داس راجندر سنگھ دیوان سنگھ مفتون (معروف مصنف) اور عیسائی دانشوروں ڈاکٹر ایچ ڈی گرس وولڈ (سابق پرنسپل فورس کالج لاہور) پادری اے آر ناصر (صدر پاکستان مسیحی انجمن) پروفیسر ایس ایم پال (ایف سی کالج لاہور) اکبر مسیح (معروف مصنف) پطرس گل، عبدالناصر گل اور یوڈرا راجے اے واٹر (یکٹرنری لٹری سیوسائی انڈیا) کے قادیانیت امر ذاتی پر تبصرے پڑھیں کہ ان غیر مسلموں نے بھی یہ جاننا کہ اسلام الگ ہے اور قادیانیت اس کے متوازی الگ مذہب ہے۔ اب اتمام حجت کی انسانی کوشش حاضر خدمت ہے اور ہدایت اللہ رب العزت کے پاس ہے کہ شاید الطاف صاحب کو یہ مونی بات سمجھ آ جائے۔

● الطاف صاحب اور قادیانیوں کے وکیل بے دام بشر لقمان نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی تعریف میں زمین و آسمان کو ملانے کی کوشش کی ہے، بلکہ الطاف صاحب کیا یہ بھی جانتا پسند فرمائیں گے عبدالسلام قادیانی نے تعلیم یہاں حاصل کی اور تو کیری اعلیٰ میں کیوں کی؟ کیا عبدالسلام قادیانی کے مداح جانتا پسند فرمائیں گے کہ 1974ء میں قادیانیوں کو جب پارلیمنٹ میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس وقت عبدالسلام قادیانی وزیر اعظم کے مشیر کی حیثیت سے بھوکے ساتھ کام کر رہے تھے۔ عبدالسلام نے لندن سے واپس پاکستان آنے سے انکار کرتے ہوئے یہ کیوں کہا تھا کہ ”میں اس ملعون سرزمین پر اس وقت تک قدم نہیں رکھوں گا جب تک آئین میں کی گئی (قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے متعلق) ترمیم واپس نہیں لی جاتی۔“ امریکہ اور اسرائیل تک پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے متعلق خطیہ معلومات کیسے پہنچی تھیں؟

جناب الطاف صاحب! اگر مذہب کی سچائی کے لیے کوئل انعام یا فتنہ خض کا ہونا ضروری ہے تو عیسائیوں اور یہودیوں نے تو ان نکتہ توئل انعام حاصل کیے ہیں تو پھر قادیانیت چار کی سے پہلے عیسائیوں اور یہودیوں کا یہ حق زیادہ بنتا ہے انہیں اس حق سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے؟ عالمی مارکیٹ پر چھانے ہوئے چائینڈ اور جاپان کے کتنے بانیوں کو باقی دنیا کی نسبت توئل انعام ملا ہے؟ اگر توئل انعام ہی انسانیت کی معراج ہوتا تو آج امریکہ چائینڈ کے دم و کمر نہ ہوتا۔

● الطاف صاحب نے انڈیوں میں فرمایا کہ میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا پاکستان چاہتا ہوں۔ ☆ بغیر سوچے سمجھے ترکش میں اگر محترم الطاف صاحب نے ابھی بات کی ہے۔ اگر



تھوڑی جرات مزید کرتے تو یہ بھی فرما دیتے کہ پاکستان میں جو بھی ان دو شخصیات کے نظریات کے خلاف ہوگا اسے دیا رے سندھ میں چھینک دیا جائے گا۔ بہر کیف الطاف صاحب بتانا پسند فرمائیں گے کہ اقبال نے قادیانیت کو یہودیت کا چہ پہ کیوں قرار دیا تھا؟ اقبال نے قادیانیوں کو اسلام اور ملک کے اندر کیوں قرار دیا تھا؟ اقبال نے مرزا دجال کے تاخلف بیٹے مرزا اشیر الدین کو شیر کھنی سے کیوں نگھلایا تھا؟ اقبال نے گورنمنٹ سے کیوں مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں امرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ کیا جائے؟ فکر اقبال سے اندھے نام نہاد سکالروں کو جواہر لال نہرو سے اقبال کی قادیانیت کے متعلق خط و کتابت ضرور پڑھنی چاہیے۔ اگر وہ مشکل محسوس ہو تو حرف اقبال میں قادیانیت کے متعلق نظریات ضرور پڑھنے چاہیے۔ اگر وہ بھی سمجھ شریف سے بالا ہوں تو کلیات اقبال فارسی نہ سہی اردو تو سمجھتا ہی جائے گی اسے ضرور دیکھیے گا۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے ”اقبال“ کی بات

یوں دوڑے نہ پہنچی تان کر اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے تو قادیانیت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں واضح الفاظ میں فرما دیا تھا کہ ”میری رائے وہی ہے جو علامہ کرام کی رائے ہے“۔ قادیانیت، مرزائیت کے متعلق علماء اسلام کی رائے یہی ہے کہ قادیانی اپنے گستاخانہ عقائد کی بنا پر اسلام سے خارج ہیں اور جو مسلمان قادیانیوں کے عقائد جاننے کے باوجود انہیں مسلمان یا مظلوم سمجھ دے وہ بھی قادیانیوں کی طرح بے دین و کافر ہے۔ نیز ان کی خوشی غمی میں شرکت حرام ان سے رشتہ و تعلق حرام ان سے میل ملاپ حرام ان سے سلام و عار حرام الغرض قادیانیوں سے ہر قسم کا بیگانگت لازمی ہے۔ (الطاف صاحب کا کہنا ہے کہ مرزا طاہر کی موت کے وقت واحد الطاف حسین تھیں جس کا تعزیتی بیان کیا تھا۔)

الطاف صاحب اس وقت کی کیا وضاحت فرمائیں گے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے جنازے میں سر ظفر اللہ خاں قادیانی نے وزیر خارجہ ہونے کے باوجود شرکت نہیں کی اور نماز جنازے کی جگہ پر سامنے بچھاٹی گئی چٹائیوں پر غیر ملکی مندوبین کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ اخباری رپورٹروں نے جب اس متعلق سوال کیا تھا تو وہ بول اٹھا کہ ”مجھے مسلمان حکومت کا کافر نہ سمجھو یا کافر حکومت کا مسلمان نہ سمجھو۔“

الطاف صاحب اور ان کے قدامت پسندی بہن بھائی جو آج قادیانیوں کی وکالت کر رہے ہیں اس وقت سے ڈریں جب قادیانی مہموائی ان کا ایمان لے ڈوبے اور جن (قادیانیوں مرزائیوں) کی وجہ سے ایمان پر بادوا ہو وہو ملعون سر ظفر اللہ قادیانی والے الفاظ ہر بار ہوں۔



ہمیں ایم کیو ایم کے کئی رہنما اچھے لگتے ہیں۔ ان میں ایک جناب حیدر عباس رضوی بھی ہیں۔ کیا خوب بولتے ہیں! متحدہ کے بہت تیزی سے انہرتے ہوئے رہتا ہیں۔ ان کو نظر نہ لگے کیونکہ متحدہ میں جو بھی تیزی سے انہرادہ اس سے زیادہ تیزی سے غروب ہو گیا۔ ایسے کتنے ہی ستارے ٹوٹ کر کھھر گئے۔ جناب الطاف حسین کے ابتدائی ساتھیوں اور ایم کیو ایم کے بانیوں میں سے کتنے رہ گئے؟ زیادہ تر قتل کر دیے گئے یا نکال دیے گئے۔ سامنے کی مثال عامر لیاقت کی ہے جو اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لگانا پسند کرتے ہیں۔ وہ بھی خوب بولتے تھے اور پھر یہ دُغم ہو گیا تھا کہ الطاف حسین سے زیادہ قابل اور ان سے زیادہ اچھا بولتے ہیں۔ پھر وہ الطاف بھائی کا ٹکڑو فلسفہ بھلا بیٹھے چٹا منچا اب زیادہ تر پاکستان سے باہر رہتے ہیں۔ تاہم حیدر عباس رضوی کو شخص حاصل ہے لیکن عجیب بات ہے کہ گزشتہ نووں الطاف حسین کو ”مرد بچہ“ کہنے پر نرمانا گئے تھے نہ جانے کیوں؟

ہم اب تک یہ سمجھتے آ رہے تھے کہ کسی کو مرد بچہ کہنا اس کی تعریف کرنا ہے لیکن رضوی صاحب نے اس کا کچھ اور ہی مطلب نکال لیا۔ ہوا یوں کہ ایک ٹی وی چینل پر مسلم لیگ (ن) کے رہنما خواجہ آصف نے حوالہ دیا کہ متحدہ کے جمنا ویم اختر نے ریگیڈ میٹر (ریٹائرڈ) امتیاز کے ”انکشافات“ پر ان کو مرد بچہ قرار دیا ہے! الطاف حسین بھی مرد بچہ نہیں اور پاکستان تشریف لے آئیں۔ اس پر رضوی صاحب بھڑک اٹھے اور یہ شہ ظاہر کیا کہ خواجہ آصف نے الطاف حسین کو نامرد کہا ہے۔ بہر حال ٹی وی چینل پر تو خواجہ آصف نے انہیں مرد بچہ قرار دینے پر معذرت کر لی لیکن ہم اب تک حیران ہیں۔ ہمارے خیال میں تو انسان کا ہر بچہ مرد بچہ ہی ہوتا ہے۔

الطاف حسین کی جرأت اظہار میں کوئی شک نہیں۔ اسی لیے تو انہوں نے ایک ٹی وی چینل کو پوری تفصیل سے انہر دیتے ہوئے کہا کہ مجھ پر تو پہلے بھی کفر کے توہے لگ چکے ہیں اور اب ایک بار پھر یہ کفر کرنے جا رہا ہوں اور یہ انہوں نے اپنے کہے پر عمل بھی کر دکھایا۔ کافروں، مرتدوں، شاکت نامہ رسول ﷺ اور اسلام کے باغیوں کی کھل کر ماعت کرنا ان کی تعلیم کا پھر اپنے کہے سے بھر جانا ان کی ذہانت ہے۔



الطاف حسین کے نظریات و خیالات تو بدلے ہی رہتے ہیں کہ کبھی ان کی فکر و فلسفہ ہے اور ان کے معتقدین انھیں بند کر کے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ الطاف حسین کا کروڑوں کے بچوں اور چترلوں پر نمودار ہونا کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔ ماننے والے جی جان سے ان کرامات پر ایمان لائے۔ ایک مسجد کے گھن میں لگے پتھر پر الطاف بھائی نمودار ہوئے تو ان کے حامیوں نے گھن کے پتھر پر اکھاڑ کر الطاف بھائی کے دروازے پر رکھ دیا۔ گھن حرم میں ایک بزرگ نے اچانک نمودار ہو کر الطاف بھائی کو آشیر وادی اور غائب ہو گئے۔ اب یہ کہانیاں کچھ کم ہو گئی ہیں لیکن آمنہ و صدقہ کہنے والے کم نہیں۔

عقیدت بھی عجیب رنگ دکھاتی ہے۔ انتہائی پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ ہندو بھی تو بلا سوچے سمجھے اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے گئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور شجر و حجر کو قطع نقصان کا باعث قرار دیتے ہیں۔ قادیانیوں میں کیسے کیسے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام تو نوبل انعام یافتہ تھے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ بھی بڑے ذہین تھے لیکن یہ سب اس پر ایمان رکھتے تھے اور کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی (دجال) نبی تھا۔ اس پر دھبی ہوتی تھی اور جو اسے نبی ماننے سے کتر اٹے ہیں وہ کم از کم کج موعود (یعنی حضرت عیسیٰ جن کو دنیا میں واپس آتا ہے۔) قرار دیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے کہا اور انہوں نے مانا کہ مسیح دنیا میں واپس آ گئے۔ ویسے تو دجال کو بھی مسیح دجال کہا جاتا ہے۔ اگر برہمنی اپنے خود کا شہ پودے سے کس اس دعوے سے پریشان ہو گئے تھے کہ وہ مسیح بھی ہے۔ غلام احمد نے بھی اپنے درجہ ات کو رفتہ رفتہ بلند کیا اور اس کی فکر و فلسفہ بھی کر دینیں بدل رہا۔

الطاف حسین قادیانیوں کے مبلغ، دھرم دُسر پرست یا جو کچھ بھی ہیں وہ ان کے انٹرویو سے ظاہر ہو چکا ہے لیکن یہ 'مرزا بشیر لقمان' کون ہیں؟ کیا ہیں؟ اور قادیانی مسئلہ میں ان کی دلچسپی کا اصل سبب کیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ قادیانی ہیں یا مسلمان۔ لیکن قادیانیوں کو مسلمان قرار دوانے میں ان کی کاوشیں قابل توجہ ہیں۔ قادیانی مسئلہ پر الطاف حسین سے انٹرویو 'بشیر ذات کام' کا پہلا کارنامہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے وہ ڈاکٹر اسرار احمد، محمد علی درانی اور نذیر تاجی تک سے اسی موضوع پر انٹرویو کر چکے ہیں۔ ایک علمی مسئلہ پر محمد علی درانی اور نذیر تاجی سے انٹرویو اور ان کے خیالات نشر کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ نذیر تاجی کی جو شہرت ہے وہ سب کے علم میں ہے۔ جب ہوش میں نہیں ہوتے تو کسی کیسی گالیاں اچھا کرتے ہیں۔ یہ ریکارڈ پر ہے اور حقائق سے وہی نیوز اخبار کے ایک رپورٹر ہی نے یہ گالیاں ریکارڈ کی ہیں۔ ایسے شخص سے عقیدہ و غیبت ختم نہ ہو سکتی ہے بات کرنا اور اسے نشر کرنا مسلمانوں کے خلاف سازش نہیں تو اور کیا ہے؟ نذیر تاجی نے اپنے انٹرویو میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو مسلمان قرار دیا اور حسب عادت ملامت کو بڑا بھلا کیا۔

مثلاً کہہ کر ملو و تحقیر کرنا اگرہے کے مفتی کے پوتے کی بھی عادت ہے۔ نذیر تاجی کو شکایت تھی کہ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کو قادیانی ہونے کی وجہ سے پاکستان میں کام نہیں کرنے دیا گیا لیکن یہ سوگ تو بہت سے مسلمان زعماء کے ساتھ بھی روا رکھا گیا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق بھارت کے انٹی نظام کے خالق ڈاکٹر عبد الکلام بھی پاکستان آئے تھے لیکن پزیرائی نہ ہوئے پڑھائیں چلے گئے۔ حسرت موہانی پاکستان آئے تو ان کے پیچھے اٹلی جس لگا دی گئی۔ پاکستان کا نام دینے والے چودھری رحمت علی بھی تانافض ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کوئی واحد مثال نہیں۔

نذیر تاجی یہ بھی اٹھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان میں کتنے ہی قادیانی اہم مناصب پر کام کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی ناک کا بال اور اہم شیر طارق (عزیز) کے نام سے تو واقف ہوں گے۔ قادیانی فوج میں اہم مناصب پر رہے۔ صدقاتی ترجمان فرحت اللہ بابر کے بارے میں ہمارے پاس معلومات نہیں ہیں؟ پطرس بخاری اور ان کے بھائی زید اسے بخاری سے کون واقف نہیں؟ پطرس کے مضامین کورس میں شامل ہیں اور وہ ایک عرصہ تک اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ ان کے والد پشاور میں قادیانی مبلغ تھے۔ دوسری طرف پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے قادیانیت کا عقلم کی نماز چناؤ پڑھنے سے اس انکار کر دیا تھا کہ وہ ان کو مسلمان نہیں مانتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یا تو وہ مسلمان نہیں یا میں مسلمان نہیں اور یہ صرف ان کا عقیدہ نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پیروکاروں کے سوا تمام مسلمانوں کو مسلمان تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور یہ ان کی تحریروں میں موجود ہے۔ الطاف حسین صاحب کو قادیانی مسلمان نہیں مانتے 'اب شاید کوئی تبدیلی آگئی ہو۔

تاہم یہ سوال قابل توجہ ہے کہ مرزا امیر شرف اللہ قادیانی مسئلہ پر اتنے سرگرم کیوں ہیں اور اپنے مطلب کی باتیں اگوانے میں کیوں معروف ہیں؟ ان کے لیے گئے انٹرویو سے قادیانیوں کی ویب سائٹ خوب فائدہ اٹھا رہی ہے۔ بشیر لقمان اس سے پہلے جس چینل سے وابستہ تھے وہ چینل ایک اور چھوٹے نبی یوسف کذاب کے خلیفہ اول زید حامد کو بھی بڑی جھوٹ کر کے اتنا مقرب بنا چکا ہے کہ جو اس کی اصلیت سے واقف نہیں وہ اس کو اسلام کا سپاہی اور بڑا دانشور سمجھ رہا ہے۔ کیا ڈاکٹر محمد عتیق میں اسلام کے دشمنوں کو آگے بڑھا رہا ہے؟

اب آئیے الطاف حسین کی طرف۔ موصوف نے پہلے تو قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو مسجد قرار دیا اور اعلان کیا کہ اگر وہ برسرِ اقتدار آگئے تو ایسا کیا؟ نہ انہیں جس میں مندر لکھیا اور اچوں کی مسجد ایک جگہ ہوگی۔ وہ کہا لے کیوں یہ وہاں کا صوبہ بھول گئے۔ اگر غیر مسلم قادیانیوں کی عبادت گاہ مسجد کہلائی جاسکتی ہے تو پھر ہندوؤں



کی مسجد عیسائیوں کی مسجد اور یودیوں کی مسجد کہنے میں کیا ہرج ہے؟ الطائف حسین کو یہ معلوم نہیں کہ مساجد صرف مسلمانوں کی ہوتی ہیں اور یہ قرآنی اصطلاح ہے۔ یقین نہ آئے تو آگرہ کی مسجد میں رکھے گئے اپنے والد مفتی رمضان کے قادیانی سے رجوع کر لیں! داد زندہ نہیں لیکن آگرہ میں کوئی کان کا شائق ہوگا۔ الطائف بھائی کے اپنے فرمودات کے بعد جب بھی ان کے عقائد کے بارے میں سوالات اٹھتے ہیں تو وہ صحافت یہ دلیل لے آتے ہیں کہ وہ آگرہ کے مفتی کے پوتے ہیں۔ آگرہ کے ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ انہوں نے وہاں یہ نام نہیں سنا تھا، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ قادیانین جتنے بھی آئے ان کے دور میں ان کی امت نے انہی کا کلہ پڑھا اور چلا اللہ الا اللہ کے بعد ان کا نشانہ کیا۔ اب اگر مرزا غلام احمد نبوت کا دعویٰ ہے تو اس کے امتی اسی کا کلہ پڑھیں گے نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ مرزا غلام احمد نے کل کر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو ریکارڈ پر ہے۔ مثلاً انہی وفات سے صرف تین دن پہلے 23 مئی 1908ء کو ایڈیٹر اخبار عام لاہور کے نام خط میں لکھا "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک کہ میں اس دیا سے نکل جاؤں۔" ایک اور جگہ (5 مارچ 1908ء) کو لکھتا ہے "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" ان کا خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب "حقیقۃ النبوت" صفحہ 172 میں لکھتا ہے "پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔"

نبوت کے دعوے کا لازمی نتیجہ ہے کہ جو شخص بھی اس نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیا جائے چنانچہ قادیانین نے یہی کیا۔ وہ ان تمام مسلمانوں کو اپنی تحریر و تقریر میں اعلیٰ کا کافر قرار دیتے ہیں جو مرزا غلام احمد کی نبی نہیں مانتے مثلاً "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت، معصفہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی، صفحہ 35) مرزا بشیر قادیانی کی سننے "ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ کافر دائرہ اسلام خارج ہے۔" مرزا بشیر الدین محمود نے سب حجۃ العالت گودا سپرد میں بیان دیا جو ان کے رسالے "الفضل" 26، 29 جون 1922ء میں شائع ہوا۔ ہم چند مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے اس لیے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کسی ایک نبی کا

انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کا نہیں۔

غیر احمدیوں کو کافر قرار دینے سے متعلق قادیانیوں کی تحریریں بھری پڑی ہیں۔ الطائف حسین فرماتے ہیں کہ ان اہل اور ان کی نماز ایک ہے تو اس کے بارے میں ہمیں سچے خلیفہ توبہ کی توفیق ہو جائے۔ 21 اگست 1917ء "الفضل" میں خلیفہ صاحب کی ایک تحریر "طلبہ کو نصائح" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے کہا "ہمارا خدا ہمارا اسلام ہمارا قرآن ہمارا نماز ہمارا روزہ ہمارا عرش ہمارا ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔ وہ کہتے ہیں "ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور ہمارا جج اور ہے اور ان کا جج اور ہے اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔" یہ قادیانی تو الطائف حسین کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور وہ ہیں کہ ان کی وکالت فرما رہے ہیں۔ قادیانی خود تسلیم کر رہے ہیں کہ ان "خدا" ان کا نبی ان کا جج سب کچھ عام مسلمانوں سے مختلف ہے اور الطائف حسین فرما رہے ہیں کہ ان کا کلہ ان کی ان سب ہمارے جیسے ہے کیا بات ہے! یہ نہیں کون سا لہجہ پڑھ رہا ہے۔

نذیر نامی جیسے لوگوں کی تو کوئی اہمیت نہیں لیکن الطائف حسین کے خلفاء اور متقدمین فرمائیں کہ ان کا کیا خیال ہے؟ الطائف حسین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جھوٹے نبی کے خلیفہ اور رسول اکرم ﷺ کی توہین کے مرتکب شخص کے انجمنیاتی ہونے پر انہوں نے تعزیری پیغام بھیجا۔ پیغام میں یقیناً درج ہے کہ بلدیہ، صحت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اچھین کے لیے جہانمیل کی دعا بھی کی ہوگی۔ جو شخص بھی رسول اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا اور ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا وہ شاتم رسول ہے۔ اس کے لیے تعزیرت خود رسول اکرم ﷺ کی توہین ہے۔ ایسا شخص بھی شاتم رسول اور کفر کا مرتکب ہے۔

طائف بھائی فرماتے ہیں کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو تبلیغ کی اجازت ہونی چاہیے ٹھیک ہے وہ اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دے کر تبلیغ کریں لیکن وہ تو خود کو مسلمان قرار دے کر ہوگا وہ ہیں اور ان کی تبلیغ کے نتیجے میں جو لوگ ان کا وہب اختیار کرتے ہیں وہ مسلمان بھی نہیں رہتے۔ عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں تو دھوکے سے کام نہیں لیتے۔

موصوف نے سب کچھ کہہ کر اعلان فرمایا ہے کہ وہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس پر ایک فی وی پیسٹل سے کچھ علماء کا مشترکہ بیان نشر ہوا کہ "الطائف حسین نے بروقت شریعتوں کے منہ بند کر دیے۔" اگر واقعی یہ علماء بیان کرتے تو وضاحت بھی کر دیتے کہ شریعت کون ہیں؟ قادیانیوں کی عبادت کا وہ مسجد ان کے کلہ اور نماز کو مسلمانوں کا کلہ اور ان کا قرار دیتے والے ان کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دینے والے یا ان کفری خیالات کی تعمیر کرنے والے؟

پتہ کون ہیں اور مسلمانوں میں شریعت پھیلانے والے؟ ان کا الطائف بھائی مراد بیچہ بلیئر اور جواب دیجیے۔



## الطاف حسین اور سلمان تاثیر کی لغویات ماہرین قانون کی نظر میں

حبیب الوہاب الخیری ایڈووکیٹ

﴿پیریم کورٹ آف پاکستان﴾

الطاف حسین جن خیالات کا پہلے بھی اظہار کیا ہے وہ بگڑے ہوئے ہیں درحقیقت یہ بڑی گمراہی اور آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ لندن میں بیٹھ کر وہ یہ تحریک امریکہ اور اسرائیل کو خوش کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کی مذہبی آزادی نہ تھی لیکن انہوں نے بھی تمام مسالک کے اتفاق رائے کو دیکھتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اور اترہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر ہی انہیں سزائے موت کا معرہ چھٹنا پڑا۔ بھٹو کیس کا سب سے بڑا وعدہ معاف گواہ مسعود محمود قادیانی تھا۔ بھٹو نے جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا تو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی نے لندن میں پریس کانفرنس کی جولاہور کے مشرق میں بڑی نمایاں شائع ہوئی اس نے کہا کہ ہم نے ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار دلوایا مالی مدد فراہم کی اور اس نے ہمیں صلہ دیا۔ اب الطاف حسین ان کا معرہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مولوی کا بیٹا کافر ہو سکتا ہے یہ (الطاف حسین) تو پوتے ہونے کے دعوے دار ہیں۔ آئین کی صریحاً خلاف ورزی اور شریعت کے احکامات نہ ماننے پر الطاف حسین کے خلاف کسی بھی شہری کی طرف سے مقدمہ دائر ہو سکتا ہے اور ایسے زندگی قحط کی سربراہی میں کوئی سیاسی جماعت پارلیمنٹ کی مسلم نشستوں پر الیکشن نہیں لڑ سکتی۔ اب الطاف حسین کی جماعت کو صرف غیر مسلم نشستوں پر الیکشن لڑنے کا قانونی حق حاصل ہوگا۔ مسلم نشستوں پر ان کے امیدواروں کے خلاف دوسرے امیدواروں کو ان کے کافرتانہ تاثرات کی وجہ سے جیل کی طرف بھیج دیئے گئے ہیں۔ الطاف حسین کی قادیانیوں سے قربت اور ان کے حق میں بیانات کو آپ ان کے کل کے بیان کے ساتھ ملا کر پڑھیں جس میں انہوں نے پورے ملک میں الیکشن لڑنے کا اعلان کیا ہے۔ قادیانیوں کی ہر کابلی سے انہیں پورے ملک سے سیاسی کارکن بکسیر آگئے ہیں کیونکہ بہت سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمانوں کے پردے میں چھپاتے ہوئے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ الطاف حسین کے ساتھ

ملنے سے وہ بھی بے نقاب ہو جائیں گے اور ان کی اصلیت معاشرے میں ظاہر ہو جائے گی۔ الطاف حسین اور ان کے ماننے والوں کے خلاف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی پیشینہ دائر کی جا سکتی ہے۔ سادہ لوح افراد کو دھوکہ دینے کے لیے الطاف حسین کی پارٹی 1973ء کے اصل آئین کی بحالی کا مطالبہ کرتی ہے جس کے مطابق قادیانی کافر نہیں تھے۔ یہ منافقت کے پردے میں چھپا ہوا کردہ ہے۔ الطاف حسین نے پہلے بھی ایک بار اقتصادی بنیادوں اور دوسرے شاہی کے خلاف نعرہ لگا کر اپنی تنظیم کو پورے ملک میں وسعت دینے کا ارادہ کیا تھا اور اب وہ مذہبی بنیادوں پر ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس (قادیانیت نوازی) سے انہیں پاکستان بھر سے تمام اقلیت و درگزر جائیں گے۔ مذہبی رہنما صرف نعرے لگاتے رہتے ہیں وہ بھی اب اپنی آنکھیں کھولیں۔ الطاف حسین برطانوی شہری ہیں اس کے باوجود پاکستان کی سیاست میں حصہ لیتے ہیں اور اب اس سے کسی قدم آگے بڑھ کر نہ صرف شریعت اسلام بلکہ پاکستان کے آئین کا مذاق اڑایا ہے۔ حکومت پاکستان کو بھی اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے اور آئین کے غدار کے خلاف حرکت میں آنا چاہیے۔ اس وقت علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور سیاسی انداز میں ابھرتے ہوئے اس فتنے کے سدباب کے لیے عملی میدان میں اتریں۔

اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

﴿پیریم کورٹ آف پاکستان﴾

قادیانیوں کو الطاف حسین مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں اس مسئلے کو ہم نے پیریم کورٹ کے ذریعے حل کرایا ہے۔ قادیانیوں کو 1974ء میں آئینی ترمیم کے ذریعے غیر مسلم قرار دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود قادیانیوں نے خود کو مسلمان کہلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1984ء کے آرڈیننس میں کہا گیا تھا کہ کوئی قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرے۔ ظہیر الدین کیس میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر کسی صورت پیش نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ وہ اسلام قبول کر لیں نیز وہ مسلمانوں کی عبادت گاہیں اور القابات بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ جرنی اور یورپ کے دیگر ممالک میں تو وہ اپنی عبادت گاہوں کو دارالذکر کہتے ہیں تو پھر پاکستان میں انہیں کس نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہیں۔ یہ مقدمہ اس لیے دائر کیا گیا تھا کہ وہ آرڈیننس بنیادی حقوق سے متصادم تھا اور آئین کے مطابق اگر کوئی ایسا آرڈیننس جاری ہوتا ہے جو بنیادی حقوق سے متصادم ہو تو نافذ نہیں ہوگا اور بنیادی حقوق کو اس پر برتری حاصل ہوگی۔ میں نے اس کے جواب میں یہ دلیل



پیش کی کہ اگر کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی ہو تو قرآن و سنت کے قوانین کو اس پر برتری حاصل ہونی چاہیے۔ میرے اس موقف کو عدالت نے تسلیم کیا۔ (ظہیر الدین کیس 1993ء سپریم کورٹ 17-18 page) جن لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی تھی ان کو سپریم کورٹ نے سزا بھی دی ہیں۔ اس بیخ میں ایک نوج صاحب اگرچہ قادیانیوں سے ہمدردی رکھتے تھے لیکن انہوں نے بھی یہ لکھا کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش نہیں کر سکتے۔ اس مقدمے کی رو سے ہمیشہ کے لیے یہ طے پا چکا ہے کہ آئین کے تحت قادیانی غیر مسلم ہیں اور وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ اس کے باوجود الطاف حسین قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ ان کی عبادت گاہ کو مسجد اور ان کی عبادت کو نماز کہتے ہیں تو یہ صریحاً توہین عدالت اور آئین پاکستان سے بیثبات ہے۔

اسلام کے مقابلے میں غیر مسلم سے اس لیے ہمدردی کرنا کہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلام کے ظلم کے شکار ہوا ہے یہ بھی پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی ہے۔ الطاف حسین آئین کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ توہین عدالت کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔ عدالتی توہین پر انھیں چھ ماہ کی اور مذکورہ آئین کی خلاف ورزی پر چھ سال تک کی سزا ہو سکتی ہے۔ الطاف حسین نے جو کہہا ہے اس کی سزا وہ جھٹکتے کے لیے تیار ہو جائیں! آج نہیں تو کل وہ پکڑ میں آئیں گے۔ یہ سزا اس وقت ختم ہوگی جب الطاف حسین یہ حلف نامہ داخل کرائیں کہ وہ قادیانیوں کے تمام فرقوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں اور ختم نبوت پر کامل اور غیر مشروط یقین رکھتے ہیں۔

میں نے ایک قادیانی کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا، جسٹس سعید الزمان صدیقی چیف جسٹس تھے۔ میں نے کہا کہ اس شخص نے توہین رسالت کی ہے اس کو سزائے موت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر انہوں نے مجھ سے کہا کہ ترمیمی صاحب آپ سمجھتے ہیں کہ ایک غلط لفظ بولنے پر آدمی کو پھانسی کی سزا دینا مناسب ہے۔ میں نے کہا کہ 1945ء میں امریکی ہوائی جہاز کے پائلٹ کو یہ حکم ملا کہ Drop the bomb یعنی بم گرادو اور اس شخص نے ایٹم بم گرا دیا اور جاپان کے دو شہر ہیرو شیمادنا کا ساؤکی تباہ ہو گئے۔ چند الفاظ سے کتنی تباہی واقع ہوئی۔

شہاب نامہ میں ذکر ہے اور میں نے اس کا سپریم کورٹ میں حوالہ بھی دیا تھا۔ ظفر اللہ خان عالمی عدالت میں جج تھے اور شہاب وہاں سفیر تھے کسی تقریب میں شہاب اور ان کی بیوی موجود تھے اور تقریب میں بیٹ بال سرود ہو رہے تھے۔ ان بیٹ بال کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں خنزیر کا گوشت شامل ہوتا ہے۔ ظفر اللہ خان بڑے مزے لے لے کر کھا رہے تھے۔ شہاب کی بیوی نے کہا کہ آپ نے نہیں منع کیا ہے اور ظفر اللہ خان کھا رہے ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ جتنا یہ تو حرام ہیں اس میں خنزیر کا گوشت شامل ہوتا ہے۔ اس پر چوہدری ظفر اللہ خان

نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ایسی باتوں میں تپس نہ کریں۔ شہاب نے لکھا ہے کہ میری بیوی بہت شے میں تپس کرتے لگیں کہ آپ کے حضور نے یا ہمارے حضور نے تپس کرنے میں نے یہ واقعہ اس لیے سنایا کہ آپ اس بات کو سمجھ سکیں کہ جب وہ اسلامی اصطلاحات استعمال کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کریں گے تو کتنا خطرناک ہوگا۔ یعنی یہ کہ حلال و حرام کا تپس بھی نہ کرو۔ لہذا الطاف حسین کے یہ بیانات عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ اندازی ہیں کیونکہ انہوں نے قادیانیوں کو مسلم فرقہ کہا، ایک غیر مسلم کو کس طرح انہوں نے مسلمانوں کا فرقہ بنا دیا۔ کل وہ عیسائیوں کو بھی مسلمانوں کا فرقہ قرار دیں گے۔ الطاف نے قادیانیوں کو فرقہ کہا کہ آئین کی خلاف ورزی کی ہے۔

منظور احمد میمن

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

سب سے پہلے میں مختصراً میں منظر سے آگاہ کروں کہ 295.A کا قانون 1927ء میں انگریز دور میں متعارف کرایا گیا تھا جس میں صرف اسلام یا نبی ﷺ کی توہین کے حوالے سے نہیں بلکہ تمام مذاہب کی توہین یا بے حرمتی کی سزا مقرر کی تھی۔ اس میں کہا گیا کہ اگر کسی بھی مذہب کی بے حرمتی کا کوئی معاملہ سامنے آتا ہے تو گریڈ 18 کے صوبائی یا وفاقی حکومت کے کسی افسر یا مسٹرٹ ججز بے کس کی اجازت کے بعد ایف آئی آر کا اندراج ہوگا۔ اس کے بعد 1974ء میں جب آئین پاکستان میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو اس قانون پر ابتدائی کام ہوا۔ بعد میں جزل فیاء کے دور میں اس قانون میں 295.C کا اضافہ کر کے توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزائے موت یا عمر قید کی سزا مقرر کی گئی۔ طریقہ کار وہی رکھا گیا کہ ججز بے کس کی اجازت کے بعد ایف آئی آر کا اندراج ہوگا۔ میں اس قانون کے اس حصے پر اعتراضات اور تحفظات ہیں کیونکہ یہ دنیا کا پہلا اور واحد قانون ہے جس کی توثیق ججز بے کس نے کرانے کے بعد ایف آئی آر کا اندراج ہوتا ہے۔ اس کے بعد بنیظیر بھٹو اور نواز شریف کے دونوں ادوار میں توہین رسالت کے مقدمات انسداد بدشت گردی کی عدالتوں میں چلائے جاتے تھے۔ جزل پرویز مشرف نے اقتدار میں آنے کے بعد اپنے بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے 15 اگست 2001ء کو قانون میں ترمیم کر کے توہین رسالت کے مجرموں کے مقدمات انسداد بدشت گردی کی عدالتوں عام عدالتوں میں منتقل کرنے کا قانون بنایا پھر قانون میں مزید ترمیم کے تقاضا کا حق ایس ایس پی (سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس) کو دیا گیا۔ اس طرح کی ترامیم کے بعد آج کل یہ کہ مشرف کے دور حکومت میں توہین رسالت کے جرائم



میں اضافہ ہو گیا، یہ قانون اب تک موجود ہے۔ اس قانون کے ذریعے سزا کے لیے بہت تھوڑی سی محاکمات رکھی گئی ہے بلکہ توہین رسالت کے مجرم کو ہر طرح سے رعایت دی گئی ہے۔ اگر اس پر کوئی الزام لگائے تو جب تک مجسٹریٹ اجازت دے وہ آسانی سے فرار ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اس قانون کے تحت غلط مقدمات درج کرانے جاتے ہیں ذاتی دشمنی یا عداوت و مخالفت کی بنا پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان تو اس طرح کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اور یہ کہ اگر کوئی آدمی توہین رسالت سے ہٹ کر کسی بھی معاملے یعنی چوری، ڈکیتی، لڑائی جھگڑے کی جھوٹی ایف آئی آر درج کر داتا ہے تو اس کے خلاف قانون موجود ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 کے تحت اس کے خلاف کاروائی کی جاتی ہے۔ یہ تو کوئی جواز ہی نہیں ہے کہ اس قانون کے تحت یا کسی اور جرم کی جھوٹی ایف آئی آر درج ہوتی ہیں اس لیے یہ قانون ہی ختم کیا جائے۔ میں گورنر پنجاب اور عاصمہ جہاگیر کو خلیج کرتا ہوں کہ وہ ثابت کریں کہ ایک بھی توہین رسالت کا کیس غلط درج ہوا ہے اور توہین رسالت کا طرم کسی عدالت سے یا پولیس کی تفتیش ہی میں بے گناہ ثابت ہوا ہے۔ میں نے ذاتی طور پر توہین رسالت کے 50 سے زیادہ کیس مختلف عدالتوں میں چلائے ہیں اور ان میں سب کو سزا ملی ہے کوئی بھی بے گناہ ثابت نہیں ہوا ہے۔ توہین رسالت کے تمام مقدمات غیر مسلحوں کے خلاف ہی درج ہوئے ہیں لیکن کچھ ایسے افراد کے خلاف بھی مقدمات بنے ہیں جنہوں نے پہلے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا بعد میں جب ان کے خلاف مقدمات چلے تو ثابت ہوا کہ وہ قادیانی تھے۔ کراچی کی عدالت میں ابھی ایک مقدمہ زیر سماعت ہے۔ ایک شخص نے ایس ایس کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ہمارا تو اس حوالے سے یہ مطالبہ ہے کہ دیگر جرائم کی طرح اس کی ایف آئی آر بھی فوری درج کی جائے اور ایسے حساس ترین نوعیت کے مقدمات کو انسداد و ہت گردی کی عدالت میں چلایا جائے۔ سابق صدر پرویز مشرف کی طرف سے کی گئی غیر قانونی ترامیم ختم کی جائیں۔ آئینی طور پر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی اس قانون کو سرے سے ہی ختم کرنے کی بات کرتا ہے جس طرح الطاف حسین اور گورنر پنجاب کر رہے ہیں تو یہ پاکستان اور آئین کے خداری ہوگی کیوں کہ پاکستان تو بنایا اسلام کے نام پر ہے۔

جسٹس (ر) شفیع محمدی

سنہ ہائی کورٹ

قادیانیوں کو مسلمان قرار دینا امر کی سازش ہے۔ امر کی قادیانیوں کو پاکستان میں اور عالمی طور پر آگے لانا

چاہتے ہیں تاکہ دنیا کو یہ دکھایا جاسکے کہ مسلمان بھی ان کے ساتھ ہیں۔ قادیانی قلعی طور پر مسلمان نہیں ہیں۔ مذہبی اعتبار سے بھی اور آئینی و قانونی اعتبار سے بھی۔ مذہبی اعتبار سے یوں کہ پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر ان کے عقائد کا جائزہ کرانے کو کافر قرار دیا۔ سپریم کورٹ نے 1993ء میں ان کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے انہیں مسلم شناخت کی تمام چیزیں استعمال کرنے سے منع کر دیا تھا اس طرح یہ معاملہ حل ہو گیا۔ عالمی طور پر اٹل ویشیا، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں ان کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ملک میں ایک جاہلی کا آغاز ہو چکا ہے اس طرح کی باتیں کر کے ملک کو مزید جاہلی و برہادی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ جو بھی گروہ یا پارٹی اس طرح کی باتیں کرتی ہے اس کے ممبران پارلیمنٹ کو آئینی اعتبار سے نااہل قرار دینا چاہیے۔

نعم قریشی

جنرل سیکرٹری ہائیکورٹ کراچی بار ایسوسی ایشن

قادیانیوں کو مسلمانوں کا فرق قرار دینا مذہبی، آئینی اور قانونی حوالوں سے ایک طے شدہ معاملہ کو چھیننا اور آئین و قانون کی خلاف ورزی تو ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ مسلمانوں کے کوینی جذبات کو بھی پہنچانے کے بھی برابر ہے۔ آئین و قانون میں واضح طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ لہذا کچھ حلقوں کو خوش کرنے کے لیے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا ایک غلط عمل ہے۔ قانون کے حوالے سے اگر کوئی قادیانی اپنے آپ کو مسلمان قرار دیتا ہے یا اپنی عادت گاہ کو مسجد قرار دیتا ہے تو وہ سزا کا مستحق ہے۔ اس لیے جو بھی شخص قادیانیوں کو مسلمان قرار دے گا تو آئین کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔ حکومت کو ان چیزوں کا سخت نوٹس لینا چاہیے کہ ملک جو پہلے ہی افراتفری کا شکار ہے اس میں اس طرح کی باتیں کیوں جاری ہیں۔ کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے والے کو مسلمان نہیں کہہ سکتا ہے۔ جہاں تک قادیانیوں کو پاکستان میں مذہبی آزادی اور انسانی حقوق حاصل ہونے کی بات ہے تو انہیں یہاں ہر طرح کی آزادی میسر ہے ان کے کسی بھی بنیادی انسانی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ صرف یہ اختلاف ہے کہ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو دھوکا دے دیں۔ سرکاری ملازمتوں میں ملک کے کلیدی عہدوں پر باغی میں قادیانی فائز ہے ہیں اس وقت بھی ہیں۔ قادیانیوں کو پاکستان کے شہری کی حیثیت سے تمام حقوق حاصل ہیں۔ تمام مسلمان ان کے صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو دھوکا نہ دیں اور اپنی شناخت الگ کروائیں۔



## توفیق آصف ایڈووکیٹ

صدر لاہور ہائیڈرو پاور ایجنسی

آئین پاکستان کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں لیکن آئین نے انہیں وہ تمام حقوق دیے ہیں جو دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔ یہ شہری حقوق ہندو، عیسائی، سکھ اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی پاکستان میں حاصل ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں یہ رائے محدود ہے کہ وہ پاکستان کے آئین کے اس حصے کو نہیں مانتے جس میں انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ آئین کی کسی ایک شق کو بھی نہ ماننے کی سزا تعزیرات پاکستان میں موجود ہے۔ اسی طرح ایسا شخص جو بے شک اپنے آپ کو پاکستانی اور مسلمان کہتا ہو لیکن آئین پاکستان کی قادیانیوں کے بارے میں شق یا دوسری شق کی پرکھ لیتیں نہ دیکھتا ہو اور اسے ماننے میں اسے ایک قسم کا تامل ہو وہ بھی آئین کی خلاف ورزی کا مرتکب کہلائے گا اور آئین کی خلاف ورزی کرنے والے کی تعزیرات پاکستان میں باقاعدہ سزا موجود ہے لہذا الطاف حسین چون کہ آئین پاکستان سے بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں اگر وہ اعلان اپنے الفاظ واپس نہیں لیتے تو پھر انہیں سزا ہو سکتی ہے۔ اقتراح قادیانیت آرڈی نینس 1984ء میں قادیانیوں کو مسلمانوں کی رائج شدہ مذہبی اصطلاحات مثلاً اذان، نماز وغیرہ استعمال کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسی آرڈی نینس کے تحت میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا شخص جو قادیانیوں کو مکمل عام غیر مسلم تسلیم نہیں کرتا ان کی عبادت گاہوں کو مسلمانوں کی عبادت گاہ یعنی مساجد کے نام سے یاد کرتا ہے وہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی اور دین اسلام کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ آئینی و قانونی امور سے جھٹ کر ایک اور بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قادیانیوں پر پاکستان میں کسی طور پر کوئی پابندی نہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے وہ جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ان پر اس معاشرے میں کوئی پابندی نہیں۔ ان کو مظلوم کہنے کا مطلب ہے کہ مسلمان ظالم ہیں حالانکہ ہمارے معاشرے میں دیگر اخلاقی برائیاں جتنی بھی ہوں غیر مسلموں کے ساتھ ہمارا دین اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ ہمارا مذہب غیر مسلموں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اگر ظلم کسی نے دیکھا ہو تو اسے بھارت پر ایک نظر ڈالنی چاہیے جہاں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عیسائی بھی غیر محفوظ ہیں۔

عبدالرشید ایڈووکیٹ

شریعت کورٹ ہائیڈرو پاور ایجنسی

1973ء کی اسمبلی نے مختلف طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر قرار دیا ہے۔ اس اسمبلی میں بڑے بڑے قادیان

مذہبی اور سیاسی رہنما موجود تھے۔ مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا مفتی محمود اور علامہ شاہ احمد نورانی جیسی مذہبی شخصیات کے علاوہ وقتدار علی بھٹو اور ولی خان جیسے بیکورڈ ذہن رکھنے والے رہنما بھی اس اسمبلی کے رکن تھے۔ الطاف حسین اپنے آپ کو بھٹنا چاہے سیکر اور روشن خیال سمجھیں ان قدر اور شخصیات کے سامنے ان کی حیثیت طفل کتب کی سی ہے۔ متحدہ کے قائد کے قادیانیوں کے بارے میں خیالات تو کم علمی ہیں اور مذہبی پہلی دفعہ سامنے آئے ہیں۔ ان کا اصل مسئلہ سیاسی بقا کا ہے۔ مغرب اور یورپ کے نزدیک اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ قابل قبول بنانے کے لیے وہ پہلے پہلی ایسے کام کرتے رہے ہیں۔ پاکستان میں ان کے خلاف بے شمار مقدمات ہیں لہذا جب بھی انہیں کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ کوئی نئی بات کر کے پاکستان میں اپنے لیے خطرات کی نشاندہی کر کے اہل مغرب کی ہمدردیاں سمیٹتے ہیں۔ الطاف حسین کے قادیانیوں کی مدد اور حمایت منظر پنجاب نائٹ آئین و قانون کی صریح خلاف ورزی ہیں۔ آئین کی اس حوالے سے جو شقیں ہیں ان کی خلاف ورزی پر غداری کا مقدمہ کیا جاسکتا ہے۔ آئین کی کسی بھی شق کی خلاف ورزی آئین سے غداری کے مترادف ہے۔

امین اولیں

سابق صدر لاہور ہائی کورٹ بار

قادیانیوں کو مسلمان قرار دینا سراسر بدعتی پر مبنی عمل اور مسلم دینی عالمی طاقتوں کو خوش کرنے کی حرکت ہے۔ اس طرح کی باتیں کرنے والے پاکستان میں ایک نیا غماز کھڑا کر کے فساد کرانے کی سازش اور پاکستان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ حکومت کو اس طرح کے سازشی عناصر کو ٹوٹ لٹا چاہیے۔ 1974ء میں پارلیمنٹ نے مختلف طور پر ایک آئینی ترمیم کے ذریعے انہیں (قادیانیوں کو) غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ بعد میں قادیانیوں نے شرارت کر کے 90 کے عشرے میں اپنے سینوں پر کلمہ شریف کے بیج لگانے شروع کیے اپنی عبادت گاہوں کو مساجد قرار دے کر مسلمانوں کو دھوکے سے اپنے جھنگل میں پھنسانے کی سازش کی۔ 1993ء میں سپریم کورٹ کے فیصلے نے انہیں غیر مسلم قرار دے کر مسلم شناخت کی ہر چیز استعمال کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اگر کسی سیاسی رہنما کو ان (قادیانیوں) کو مسلمان قرار دینے کا حقوق ہے تو وہ پارلیمنٹ میں قرارداد لائے (اور اسے دو تہائی اکثریت سے پاس کرانے) تو اسے اپنی حیثیت کا پتہ چل جائے گا کہ اس ملک کے عوام اس سیاست دان کا کیا حشر کرتے ہیں۔ یہ قطعی طور پر غیر اسلامی امتداد اور غیر آئینی بات ہے جو غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کی گئی ہے۔



## قانون توہین رسالت پر اعتراضات کیوں

اسلام دشمن اور متعصبین بالخصوص عیسائی مشنریاں اکثر یہ اعتراض کرتی رہتی ہیں کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام جب رحۃ للعالمین ہیں تو پھر انہوں نے اپنے خالقین کو بتحقیق کیوں کر لیا؟

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے نفس کے لیے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا، جس کی شہادت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دی ہے اور خود تاریخ کا ایک ایک حرف اس پر گواہ ہے۔

شعب ابی طالب، بلقیٰ کی وادیاں، طائف کی چٹانیں اور یثرب کے پہاڑ سب آج بھی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے آقا مولا ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک درکار کیا۔ طائف میں بے سروسامانی کی حالت میں جب آپ ﷺ پر ہتھیرساے گئے اور آپ سر سے پاؤں تک لہو لہان ہو گئے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے کفار کے لیے عذاب الہی اور قہر خداوندی کو دعوت نہیں دی بلکہ ان کے حق میں ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔

فتح مکہ کے موقع پر اسی شہر میں جہاں اہل مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ موت کی گھاٹی میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو محصور کر دیا تھا۔ تمام قبائل عرب نے ہم صلاح ہو کر (نحوہ باللہ) آپ کو شہید کرنے کے لیے آپ کے گھر کا حاصرہ کر لیا تھا اور آپ کو ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں جو کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مگر جب آپ ﷺ ہزاروں ہائی ران نبوت کے لشکر جبار کو لیے ہوئے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے خونخوار دشمن سرچے کیے آپ کے سامنے منتظر مکافات کھڑے تھے اس وقت آپ ﷺ نے ﴿لا تشرب علیکم الیوم﴾

(آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی) کہتے ہوئے معافی کا اعلان فرمایا اور اپنے بدترین دشمن ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دیا۔ آپ کے چہیتے اور محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور انہیں وحشیانہ طور پر قتل کرنے والے دشمنی اور ان دشمنوں کو بھی جو آپ کے خون کے پیاسے تھے اس وقت معاف فرمایا جبکہ آپ تمام اہل مکہ سے انتقام لینے کی پوری طاقت اور قدرت رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بھی معاف فرمایا جس نے

## منظور گیلانی ایڈووکیٹ صدر استقلال پارٹی

یہ آئینی اور قانونی طور پر طے شدہ امر ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ اب کوئی شخص انہیں مسلمان کہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے بنیادی اسلامی معلومات کے ساتھ آئین و قانون کا بھی کوئی علم نہیں ہے۔ پاکستان کی پارلیمنٹ نے ستمبر 1974ء میں اور سپریم کورٹ نے 1993ء میں واضح طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ اس معاملے پر حکومت کو نوٹس لینا چاہیے اور کارروائی کرنی چاہیے۔ متحدہ قومی موومنٹ کی اس سے قبل کیے گئے تمام جرائم پر گرفت کی جاتی تو اس کے قادیانوں کی طرح کا بیان دینے کی ہمت نہ ہوتی۔ انہوں نے 12 مئی کو قتل عام کیا 19 اپریل کو کوئلہ گوندہ جلادیا اس سے قبل کراچی میں قتل عام کیا لیکن نہ جانے کیوں ملک کی مقتدر قوتوں کو ان کے جرائم نظر نہیں آتے ہیں۔ اب متحدہ کے قادیانوں کی حمایت کر کے آئین و قانون کی سنگین خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں اب بھی اگر حکومت نے نوٹس نہیں لیا تو یہ سیر دنیا کی کمات پر ملک میں مزید انتشار پھیل جائے گا۔



## مولوی

جسے آپ تحقارت سے مٹا لیا یا مولوی کہتے ہیں یاد رہے وہ آپ سب سے زیادہ وقت یا پابند ہوتا ہے۔ جب آپ سب سو رہے ہوتے ہیں تو وہ فجر کی اذان دیتا ہے اور دن میں پانچ وقت یہی عمل دہراتا ہے۔ جس دین کے پیروکار انبیاء علیہم السلام کے ناسینین (علماء) کو نشانہ تضحیک بنائیں ان کو اپنے دعویٰ پیروی و عقیدت پر نظر کرنی چاہیے۔ جو بات سے بات ص ۱۰۴



ایک بھی ہوئی مگر یہ آپ کی تو اس طرح کی بھی پسینہ پڑتا ہی ہے آپ ﷺ کو بتلادیا تھا کہ میں زہر آلود ہوں اور آپ ﷺ کے استفسار پر اس عورت نے اقرار کر کے ہونے والا تھا کہ میں نے یہ اہتمام اس لیے کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ بچے نہیں ہیں تو زہر آپ پر اثر انداز نہیں ہوگا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو ہماری توہم کو آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی۔ ایسی دشمن جاں بیود پر کبھی آپ کے غم کو لیمانہ کے دامن میں پناہ ملی۔

یہ ہے آپ کی شانِ رحمتہ للعالمین کی ایک ادنیٰ سی جھلک۔ اسی وصفِ رحمتہ للعالمین کی جھلک ان بیٹیوں میں بھی صاف نظر آتی ہے جو آپ کے زیرِ تربیت رہی ہیں۔ آپ کے عم زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ایک شرور دشمن اسلام پہلوان کو زیر کر لیا اور ان کا فخر آپ و دار اس کی رگ گردن پر تھا اور اس نے اس خیال سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر حوک دیا کہ فورا اسے اس عالم کا بھیجی سے نجات مل جائے گی، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشتعل ہو کر اس کا سر کاٹنے کی بجائے اسی وقت اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا اور دریاقت پر بتلایا کہ پہلے تو وہ رضائے الہی کی خاطر دے قتل تھے مگر تھوکنے کے بعد جب خواہش نفس نے انہیں فوری آمادہ قتل کیا تو انہوں نے اس کے قتل سے ہاتھ اٹھایا۔

حضور ﷺ تو اس دنیا میں انسان کو انسان کی اور ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے خالق کی بندگی و اطاعت قائم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس لیے جو شیاطین آپ کو ہدف طعن و تشنیع اور تشاؤ و تنجیک بنا کر آپ ﷺ کے عالمگیر انقلاب کی راہ میں سنگ گراں بنے ہوئے تھے انہیں ہٹانا ضروری تھا کیونکہ اس کے بغیر انسانیت پیغمبر اسلام کے بے گراں فیوض و برکات سے محروم رہ جاتی۔ انسان، انسان کا غلام بن کر رہ جاتا بلکہ شجر، حجر کی پرستش کر کے ہمیشہ کے لیے شرف انسانیت کو کھو بیٹھتا اور تشریف کائنات کی جانب اس کا قدم بھی نہ اٹھاتا۔ اس لیے آپ کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت کے سپرد ہوئی کہ وہ ایسے شیاطین سے براہ راست نمٹ لے۔

آپ ﷺ کی توہین و تشنیع و ملامت ارض و سماوات کی جناب میں گستاخی ہے اور اس قانونِ فطرت کے خلاف بناوٹ ہے جو اللہ کے فرستادہ آخری پیغمبر ﷺ اس دنیا میں برپا کرنے آئے تھے۔ اس لیے ان گستاخانِ رسالت کو جو سزا دی گئی وہ عین شریعتِ الہی کے مطابق ہے جس کو یہ امت قائم کیے ہوئے ہے اور تاقیامت یہ قائم رہے گی۔ (الذکر (المعنا))

بین الاقوامی اداروں کی جانب سے توہینِ رسالت کے قانون کے بارے میں استفسارات ہو رہے ہیں

چنانچہ اس اہم مسئلہ پر مسلم ماہرینِ قانون نے بھی معاونتِ طلب کی گئی اور دریافت کیا گیا تھا کہ برطانیہ اور امریکہ میں توہینِ مسیح (Blasphemy) سے متعلق کیا قوانین ہیں؟ اس کے علاوہ حقوقِ انسانی کے بعض نام نہاد اداروں کی جانب سے بھی اعتراضات آئے شروع ہو گئے تھے جس میں میری ذات کو بھی ہدف بنایا جا رہا تھا کیونکہ میں نے مسلم ماہرین کی تنظیم کی جانب سے یہ مسئلہ وفاقی شرعی عدالت میں اٹھایا تھا جہاں سے توہینِ رسالت کی سزا بطور حد ”سزائے موت“ مقرر ہوئی۔ پھر حکومت پاکستان کے سپریم کورٹ سے اپیل سے دستبردار ہونے کے بعد توہینِ رسالت کا قانون پاکستان میں نافذ العمل ہو گیا، جس پر فادر رٹن طارق سی قیصر (سابق ایم این اے) اور ان کے بعض ہم مذہب مسیحی لیڈروں نے ناخوشگوار عمل کا اظہار کیا اور اس قانون کو سال 1993ء کے انتخابات میں الیکشن الیٹو بھی بنایا گیا اور یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ یہ قانون بنیادی حقوق کے خلاف ہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اس قانون کی وجہ سے اقلیتوں کے سر پر بگڑی تلوار لٹک رہی ہے۔

یہ سارے اندیشے خدشات اور اعتراضات سراسر بے بنیاد ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اسلامی قوانین اور قانونِ توہینِ رسالت سے کم علمی ہے جو لاعلمی اور جہالت سے بھی زیادہ خطرناک چیز ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ توہینِ رسالت کے جرم کی سزا صرف پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی حد تک محدود نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں وہ تمام پیغمبر اور رسول (جن میں سارے انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں) کی توہین اور تشنیع کی بھی وہی سزا مقرر ہے جو شاتمِ رسول کریم ﷺ کی ہے۔ اہل کتاب کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ بائبل میں نہ صرف رسولوں کی شان میں گستاخی کی سزا سزائے موت ہے بلکہ ناختمینِ رسول ﷺ کے گستاخوں کو بھی واجبِ القتل قرار دیا گیا ہے۔ (کتاب استثناء باب: 12: 17) مجھے نہیں معلوم کہ پیر و ان مسیح اس صریح حکم کا کس طرح انکار کر سکتے ہیں اگر اپنی کتاب مقدس پر ان کا عقائد ہے!

اسلامی قانونِ تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سنگین سزا مقرر ہے، اسی قدر کڑی سزا ظالمی اس کے ثبوت کے لیے درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے۔ حد و کی سزا کے لیے ایسے گواہوں کی شہادت قابلِ قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں۔ صادق القول اور عادل ہوں اور مزید برآں تزکیۃ الشہود کے معیار پر بھی پورا اترتے ہوں۔ حد کی سزا کا ایک بنیادی رکن ظلم کی نہایت ارادہ اور قصد ہے۔ ایسی تحریر یا تقریر جو انبیاء اکرام علیہم السلام یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی نہایت سے قصد ہو تو اسے قابلِ مواخذہ جرم قرار دیا جائے گا۔ ارادہ اور نیت کا مصدر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی وہ



مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ﴿السلاما لاعمال بالنیات﴾ بلاشبہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ نیت کے بغیر اسلامی قانون میں کوئی جرم مستوجب سزا نہیں ہے۔ صاحبان علم و دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کر شریعت اسلامی کی وجہ سے "نیت" اور "ارادے" کو نڈائے قانون میں سب سے پہلے اسلام ہی نے رد و نشان کر لیا اور اسے موجودہ قانون جرم و سزا کے لیے بنیادی شرط قرار دیا گیا و نہرومن لاء (Roman law) میں ایسی کوئی شرط موجود نہیں تھی۔ اٹھارویں صدی سے قبل برٹش قوانین کے قانون توہین میں بھی اس کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اس سلسلے میں انگلستان کی بعض عدالتوں نے بے دودھ چمپ فیصلے صادر کیے ہیں۔ یہاں بریکٹیل تذکرہ صرف ایک فیصلہ کا حوالہ دوں گا۔ ایک شخص درخت سے گر کر مر گیا تو اس "قاتل درخت" کو سزائے موت سنائی گئی اور اس کا تاقا کاٹ کر اس سزا پر عمل درآمد ہوا۔

اس کے علاوہ "شک" کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا مذہبی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں حکم دیا گیا ہے ﴿ادعو الی السبھات﴾ حدود کی سزائوں کو شہادت کی بنا پر ختم کیا جائے۔ اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد سے آج تک کسی ایک شخص کو پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ نے قانون توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت نہیں دی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ان تمام لوگوں کی زندگی کے تختہ کی خانہ ہے جن کے خلاف فرد جرم ثابت نہ ہو ورنہ نہ سلطنت مظفریہ کے سقوط کے بعد 1860ء میں جب برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان میں قانون توہین رسالت کو منسوخ کیا تو اس کے بعد مسلمان سرفروشنوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخان رسول قتل کر کے انہیں کیڑا کر دیا تک پہنچاتے رہے۔

یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ جس وقت ہندوستان میں توہین رسالت کا اسلامی قانون منسوخ کیا گیا اس وقت انگلستان میں قانون توہین مسیح (Blasphemy) ملک کے قانون عام (Common law) کے طور پر رائج تھا اور آج بھی وہاں کے کاسن لاء کا حصہ ہے اور انگلستان کے مجموعہ قوانین (Statutory Book) میں شامل ہے۔ قانون توہین رسالت کے پاکستان میں نافذ ہوجانے کے بعد اب اس کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کی بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آ گیا جو تمام تھاق اور شہادتوں کا بخور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی ملزم کو مستوجب سزا قرار دے گی۔ اگر جرم توہین رسالت کی سزا سے حد کے لیے اسلام کے معیار شہادت کے مطابق مطلوب گواہ موجود یا دستیاب نہ ہوں تو سزائے حد موقوف ہوجائے گی۔ لیکن وہاں اسلام کا قانون توہین تحریر حرکت میں آئے گا کیونکہ جہاں حد کی شرائط اپوری نہ ہوں وہاں اسلامی اصول قانون کے رو سے ملزم کو نہیں بلکہ جرم

کو توہین سزا دی جائے گی۔

اس اصول قانون کا مذہبی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں فرمایا گیا ﴿ان اللہ لیزع بالسلطان ما لا یزع بالقرآن﴾ حق سبحانہ تعالیٰ نیست مقتدرہ کے درمیان چیزوں کا سد باب کرتے ہیں جن کا سد باب قرآن کے ذریعہ نہیں کیا جاتا۔ یہاں نیست مقتدرہ سے مراد احکام الہی نافذ کرنے والا ادارہ ہے جس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی زمین میں نسا اور بگاڑ کو پھیلنے سے روکے۔

مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے سیدنا مسیح اور دیگر انبیاء کے کرام علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں، ان کے شان میں گستاخی اور اہانت قابل توہین بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبران کرام علیہم السلام کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، اس لیے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان پیغمبروں کے علاوہ اسلام کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ ہی انہوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔

یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسکی کی انتہائی شرمناک فلم "مسیح کی آخری ترغیب جنسی" (The Last Temptation Of Christ) جو سال 1988ء میں لندن کے سینما گھروں میں دکھائی جا رہی تھی اس میں معاذ اللہ حضرت مسیح کو ایک آبرو باختہ طوائف کے ساتھ سرگرم دکھایا گیا تھا۔ میں ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ ہماری دینی حیات سے ہرگز برداشت نہ کر سکی چنانچہ ہماری اکیلے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں، اس فلم کی نمائش بند ہونی چاہیے۔ اس کے بعد لندن میں مسلمانوں نے خاموش احتجاجی مظاہرے کیے جس پر بالآخر وہ فلم غلاب ہو گئی۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں زور و خوف کس بات کا ہے؟ کیا قانون بلا بیان کے خلاف حرکت میں آجائے گا یا پھر پاکستان کی عدلیہ ان بے گناہ لوگوں کو جو توہین رسالت کے مجرم نہیں چھائی کی سزا خانے لگی یا کیا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کے خلاف گستاخی اور توہین کے لیے کھلا انٹرنیشنل طلب کر رہے ہیں؟ ان میں جب کوئی بات بھی قرین قیاس نہیں تو پھر اس کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟



# اہم خبروں پر نظر

تمام قادیانی الطاف حسین کی کامیابی کے لیے دعا کریں

لندن (فرائیڈ خصوصی) جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے متحدہ کے سربراہ الطاف حسین کی جانب سے قادیانیوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے پر دنیا بھر کے قادیانیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ الطاف حسین کی جرات حق کوئی میں اٹھانے اور کامیابی کے لیے دعا کریں۔ انہوں نے الطاف حسین سے بھی اپیل کی کہ وہ پاکستان کے جاہل علماء اور مولویوں کی باتوں میں نہ آئیں اور قادیانیوں سے متعلق اپنی حق گوئی کو سیاست اور مصلحت کی بجائے نہ چننے دیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز ساری دنیا کے قادیانیوں سے ایم ٹی وی پر اپنی خصوصی تقریر میں کیا۔ مرزا مسرور نے روزنامہ رسالت میں شائع ہونے والی خبروں پر بھی تنقید کی اور علمائے کرام کے خلاف بھی غوربان کا استعمال اور ہرزہ سرائی کی۔ اپنے ایک گفتگو میں خطاب میں مرزا مسرور نے کہا کہ آج پاکستان جن حالات سے گزر رہا ہے اور جس طرح وہاں کے نوامش پھار ہے ہیں بنگالے ہیں، بنگالی ہے، ظلم و زیادتی کا بازار گرم ہے، یہ سب اس لیے ہے کہ پاکستان میں "زبانہ کے امام" کے خلاف قانون بنا کر ان کے ماننے والوں پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے پاکستانی علماء کو جاہل قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی ہندو دھرم کا پیروکار یا اللہ عزوجل اور محمد ﷺ کے نام کا لاکھ پکین تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں تب انہیں بے حرمتی یا دشمنی آتی لیکن اگر کوئی قادیانی اپنی مسجد میں اللہ عزوجل و محمد ﷺ کا نام لگے تو یہ اسے توڑ ڈالتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان جاہل علماء اور مولویوں کا عالم یہ ہے کہ وہ ٹی وی پر آکر کہتے ہیں کہ صرف وہ مسلمان کہانے کے لائق ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ دنیا میں کوئی مسلمان ہے تو وہ احمدی (مرزائی) قادیانی ہیں۔ مرزا مسرور نے دعویٰ کیا کہ حضور ﷺ نے ہمیں خود مسلمان قرار دیا ہے اور احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں، ہمیں کسی پارلیمنٹ یا مولوی سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے متحدہ کے سربراہ الطاف حسین سے ہونے والے رابطوں

کے حوالے سے کہا کہ اخبارات سنسنی پھیلاتے ہیں، ملاقات کے بارے میں الطاف حسین اگر کہتا چاہتے تو خود کچھ کہہ دیتے، میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ الطاف حسین نے بہت جرات کا مظاہرہ کیا ہے اور بہت کچھ انداز میں پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم پر آواز بلند کی ہے۔ ان کا بیان کافی اچھا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ملک میں امن چاہتے ہیں، فرقہ واریت کا خاتمہ چاہتے ہیں اور محبت وطن پاکستانی بھی چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے، وہ کبھی سیاسی مصلحت کا شکار نہ ہوں۔ مرزا مسرور نے کہا کہ ختم نبوت والوں کے حوالے سے الطاف حسین کا یہ بیان بھی میری نظر سے گزرا ہے کہ انہوں نے ان مولویوں کو مطمئن کر دیا ہے، مجھے نہیں پتہ کہ الطاف حسین نے انہیں کیا کہا اور کیسے مطمئن کیا ہے لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ وہ جرات کا مظاہرہ کریں گے۔

چودھو نامہ رسالت کراچی 13 ستمبر 2009ء

پنجاب میں متحدہ کو فعال کرنے کے لیے قادیانی جماعت سرگرم

لندن (خبرنگار خصوصی) قادیانی جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے پنجاب میں متحدہ قومی موومنٹ کو فعال کرنے کے لیے الطاف حسین کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ قادیانی جماعت کے وفد نے لندن میں متحدہ کے سربراہ سے ملاقات کر کے انہیں اس حوالے سے پیغام بکچھایا جبکہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے خود بھی الطاف حسین سے رابطہ کیا ہے، جس میں انہوں نے ایم کیو ایم کو ملک بھر خصوصاً پنجاب میں فعال کرنے کے لیے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ انہوں نے قادیانیوں کے حق میں آواز اٹھانے پر متحدہ قائد کا شکریہ بھی ادا کیا۔ اس سلسلے میں دنیا بھر میں موجود قادیانی "الطاف حسین کو اظہارِ تشکر" گیسٹس اور ایم بی جی ٹی وی پر ہیں۔ تفصیلات کے مطابق متحدہ کے باخبر ذرائع نے بتایا ہے کہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے ایم کیو ایم کو ملک بھر خصوصاً پنجاب میں فعال کرنے کے لیے الطاف حسین کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ ذرائع کے مطابق اس سلسلے میں قادیانی جماعت کے وفد نے لندن میں متحدہ قائد سے ملاقات کی جبکہ مرزا مسرور احمد نے خود بھی الطاف حسین سے رابطہ کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق ان رابطوں میں طے پایا ہے کہ قادیانی جماعت پنجاب میں متحدہ سے مکمل تعاون کرے گی۔ ذرائع کے مطابق پاکستان میں قادیانیوں کے حق میں آواز بلند کرنے پر قادیانی قیادت نے الطاف حسین کی پے پرائی کی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ گزشتہ 2 روز کے دوران دنیا بھر کے



قادیانی افراد نے الطاف حسین کو 7 ہزار سے زائد شکریہ کے خطوط و پیغامات ارسال کیے ہیں۔ ان پیغامات میں الطاف حسین سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ پاکستان میں مذہبی شدت پسندی کے خاتمے اور قادیانیوں کے حقوق کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قادیانی وفد نے ملاقات اور مرزا مسرور احمد کے الطاف حسین سے رابطے میں پاکستان میں قادیانی عبادت گاہوں کے تحفظ کے حوالے سے بھی بات کی۔ الطاف حسین نے قادیانیوں کے خلاف ہونے والی کاروائیوں کی خدمت کی اور کہا کہ پارلیمنٹ میں اس حوالے سے متحدہ بھر پور آواز اٹھائے گی۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ مرزا مسرور احمد نے متحدہ کو ملک گیر سطح پر فعال ہونے کے لیے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے جبکہ شخصیت کے ساتھ پنجاب کی سطح پر متحدہ سے تعاون کیا جائے گا۔

﴿روزنامہ امت کراچی 7 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿الطاف حسین کے حق میں علماء سے بیان دلوانے کی کوششیں ناکام﴾

لندن (ترجمہ خصوصی) اہم کیا اہم کہ قائد الطاف حسین کے قادیانیوں کی حمایت میں جاری بیان سے پنجاب میں پیدا ہونے والے منفی رد عمل سے متحدہ قیادت سخت پریشان ہے۔ دوسری طرف متحدہ رہنما ڈاؤڈا لے کے باوجود الطاف حسین کی جانب سے بعد میں جاری کردہ نیم وضاحتی بیان پر نامور علماء کی حمایت حاصل نہیں کر سکا جس پر لندن قیادت نے رابطہ اور مذہبی کمیٹی کے رہنماؤں پر برہمی کا اظہار کیا ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق متحدہ پنجاب کی آرگنائزنگ کمیٹی نے اپنی ایک سروے رپورٹ میں لندن قیادت کو آگاہ کیا ہے کہ الطاف حسین کی جانب سے قادیانیوں کے حق میں بیان اور اس پر علماء و مذہبی طبقوں کے رد عمل کے سبب پنجاب کے مسافاتی علاقوں اور شہروں میں ایک بابر متحدہ کے حوالے سے منفی رجحان سامنے آیا ہے اور پنجاب کے عوام عوامی حمایت مہم میں خاطر خواہ رد عمل ظاہر نہیں کریں گے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب کے عوام مذہبی معاملات خصوصاً فتنہ نبوت کے حوالے سے بہت حساس ہیں اس لیے ضروری ہے کہ مقتدر اور نامور علماء سے الطاف حسین کی وضاحت کی حمایت کرائی جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ پنجاب کے عوام میں اہم کیا اہم کے حوالے سے پیدا ہونے والے منفی رد عمل کو کم کیا جاسکے۔ ذرائع کے مطابق پنجاب کمیٹی کی رپورٹ پر متحدہ کے سربراہ الطاف حسین نے رابطہ اور مذہبی کمیٹی کو ہدایت کی تھی کہ وہ ان کے وضاحتی بیان کے حق میں علماء سے بیانات جاری کریں۔ ذرائع کے مطابق لندن قیادت کے حکم پر مقامی رہنماؤں نے چاروں مکاتب فکر کے نامور اور مقتدر علماء سے اقراوی سطح پر

رابطہ کر کے الطاف حسین کے وضاحتی بیان کی حمایت کی درخواست کی تھی اور اس مقصد کے لیے علماء پر باؤ بھی ڈالا گیا تاہم بیشتر علمائے رابطہ کرنے والوں پر واضح کیا کہ وہ اس وقت تک الطاف حسین کے حق میں بیان نہیں دیں گے جب تک متحدہ کا مکمل اعلانیہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار نہیں دیتے۔

﴿روزنامہ امت کراچی 24 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿قائمہ کمیٹی نے توہین رسالت قانون کے از سر نو جائزے کی تجویز دی﴾

اسلام آباد (ایجنسیاں) ایئر ٹک ڈیسک (قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے ملک بھر میں بسنے والی اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ہدایت کرتے ہوئے حکومت کو تجویز دی ہے کہ توہین رسالت کے قانون کا از سر نو جائزہ لے کر اس قانون کے ناجائز استعمال کے سدباب کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں کمیٹی چیئر مین ریاض بھٹانی کی صدارت میں تجویز دی گئی کہ وزارت تعلیم بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے نصاب تعلیم میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے اور لاؤڈ اسپیکر کا بے سد استعمال بند کر دیا جائے۔ اس موقع پر موجود واقعہ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فیصل آباد کے ریجنل پولیس آفیسر احمد رضانے کہا کہ ابتدائی تحقیقات کے نتیجے میں 5 افراد کے نام سامنے آئے تھے جن میں سے چار کو گرفتار کیا جا چکا ہے جبکہ ایک ملزم نفیس الرحمن گرفتار نہیں ہو سکا۔ ان سب کا تعلق کالعدم تنظیم مجاہد ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآنی آیات کی بے حرمتی اتفاقی طور پر ہوئی۔ طالب مسیح جو ردی اکٹھی کرنے کا کام کرتا ہے 25 جولائی کو اس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی اور اس رات مہندی کی رسم کے دوران کچھ بچوں نے طالب مسیح کے گھر پر پڑی ردی کونوٹوں کی شکل میں کاغذ اور مہندی کے وقت اسے پھینکتے رہے۔ اس واقعہ کا علم اس وقت ہوا جب اگلے روز کچھ کاغذات گلیوں میں پڑے ہوئے تھے جن پر قرآنی آیات درج تھیں۔

﴿روزنامہ امت کراچی 2 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿توہین رسالت کے قانون میں بعض شقوں کا خاتمہ ناگزیر ہے﴾

لاہور (آن لائن) گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے کہا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں بعض ایسی شقوں کا دور کرنا ضروری ہے جن سے معصوم انسانی جانوں کے شیاع کا خطرہ لاحق ہو۔ گورنر ہاؤس لاہور میں صحافیوں کے اجلاس میں دے دیے اظہار ذہن کے موقع پر گورنر نے کہا کہ اسلام میں کسی ایک شخص کا ناجائز نقل پوری انسانیت کے نقل



کے مترادف ہے اور یہی میرے آقا کا فرمان ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ ذاتی دشمنی لینے کے لیے مخالفین پر توہین رسالت کا غلط الزام لگا دیتے ہیں اور عوام کو اشتعال دلا کر لوگوں کے جان و مال کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ گورنر نے کہا کہ ہمیں ذاتی دشمنیوں کے لیے نیچے کریم ﷺ کی پاک ہستی کا نام قطعاً استعمال نہیں کرتا چاہیے۔ مسلمان تاشیر نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون میں ترامیم کر کے معصوم لوگوں کے جان و مال کو محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔

﴿روزنامہ امت کراچی 20 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿گورنر پنجاب کے بیان کی مذمت میں منفقہ قرار داد﴾

پنجاب بارکسل کے ذریعہ اہتمام سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں گورنر پنجاب کی جانب سے توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کے بیان کی مذمت میں اتفاق رائے سے قرارداد منظور کی گئی۔ اس فیصلے پر کانفرنس کے شرکاء نے بعض سخت جملے استعمال کیے۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ایدہ محمد شریف کانفرنس کے مہمان خصوصی تھے جنہوں نے خطاب میں دعا کی کہ اللہ ملک کو صالح حکمران عطا کرے۔ لاہور ہائی کورٹ کے سابق جج میاں مذیر اختر نے خطاب کرتے ہوئے توہین رسالت کے قانون کا حوالہ دیا اور کہا کہ آج کل یہ قانون ختم کرنے کی باتیں کی جا رہی ہیں جبکہ یہ قانون مسلمان کا عقیدہ ہے۔ غازی علی الدین شہید کی طرح اس اصول پر جس نے بھی عمل کیا وہ عظیم منسوب پا گیا۔ آج بھی ہر مسلمان اس پر بخوبی عمل کرنے کو تیار ہے۔

﴿روزنامہ امت کراچی 18 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿عاصمہ جہانگیر نے توہین رسالت قانون ختم کرنے کا مطالبہ کر دیا﴾

لاہور (این این آئی) جسٹس ایگنشن فار ریپبلز رائٹس کی رہنما عاصمہ جہانگیر نے توہین رسالت کا قانون فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر حکومت اس قانون کا غلط استعمال کرنے والوں کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتی تو اسے اقتدار چھوڑ دینا چاہیے۔ توہین رسالت کے متعلق تمام کیسرو کو ماتحت عدالتوں کے بجائے ہائیکورٹ میں سنا جائے اور عدالتوں میں بیٹھے ججز یا دیگر کھیں کہ اگر وہ اس میں انصاف نہیں کریں تو ان کو بھی اٹھا کر عدالتوں سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

کیا۔ اس موقع پر جوائنٹ ایکشن فار ریپبلز رائٹس کے دیگر رہنما آئی اے رحمان پرویسر حسین فاروق طارق اور دیگر بھی موجود تھے۔ عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ ہر کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرے لیکن ضیاء الحق کی طرف سے بنائے جانے والے قوانین کی وجہ سے آج توہین رسالت قانون کے نام پر نہ صرف اقلیتوں بلکہ مسلمانوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ سب کو مذہب کی ذخیریں چننا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بھی کی جا رہی ہیں جن کا اصل مقصد موجودہ جمہوری نظام کو نقصان پہنچانا ہے۔ عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ اگر سیاست کے معاملے میں مذہب کو لایا گیا تو ضیاء الحق اور موجودہ حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی ایسا قانون نہیں جس میں مذہب کے نام پر سزائے موت دی جاتی ہو۔

﴿روزنامہ امت کراچی 17 ستمبر 2009ء﴾

### ﴿توہین رسالت ﷺ قانون میں ترمیم سے بدامنی پھیل گئی﴾

اسلام آباد (ٹائیڈز آن لائن) سیاسی رہنماؤں نے منتخب کیا ہے کہ اگر توہین رسالت کی ترمیم یا اس میں ترمیم کی کوشش ہوئی تو پھر پورا مزاحمت کی جائے گی اور بدامنی پھیل سکتی ہے۔ وزیر دفاع چوہدری احمد حیات نے بیرون ملک دورے سے واپسی پر ریڈیو سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کو چھیڑنا مناسب نہیں ایسا ہوا تو مزید بدامنی پھیلے گی ہر مذہب کا احترام ضروری ہے۔ دریا اشفاق مسلم لیگ (ق) کے مرکزی صدر چوہدری شجاعت حسین نے میڈیا سے گفتگو میں کہا کہ توہین رسالت قانون میں ترمیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس قانون کا ہر صورت دفاع کیا جائے گا اور مزاحمت کی جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ توہین رسالت قانون کا غلط استعمال نہ ہو اس بارے میں مناسب تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں اقلیتوں کا تحفظ ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ علاوہ ازیں مسلم لیگ (ن) کے چیئر مین راجہ ظفر الحق نے کہا کہ توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ انتہائی غیر منصفیانہ اور کمزوری پڑتی ہے۔ یہ کمزور دلیل دی جاتی ہے کہ اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے تو برائے پاکستان کی طرف غلط استعمال ہو سکتا ہے لہذا یہ سوچ ہی غلط ہے۔

﴿روزنامہ امت کراچی 20 ستمبر 2009ء﴾



### الطاف حسین نے قادیانیوں کی عبادت گاہ کو مسجد کہہ کر انہیں کی خلاف ورزی کی

اسلام آباد (فہمائندہ خصوصی) پاکستان مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین اور مقررہ عالمی اسلامی کے پاکستان میں نمائندہ رہنے پر نظر اٹھنے کے لیے کوئی عبادت گاہ بنانا چاہتے ہیں تو یہ ان کی مرضی ہے لیکن ان پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ احمدی 'مرزا' قادیانی ان تمام فرقوں کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور 1974ء میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ الطاف حسین نے قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو مسجد کہہ کر انہیں پاکستان کے عدالتی حکم کی روشنی میں قادیانیوں کی عبادت گاہ کو کسی صورت مسجد نہیں کہا جاسکتا۔ یہ آئین اور عدالتی حکم کی خلاف ورزی ہے اور جب رسول ﷺ کے بھی معافی ہے۔

۴ روز تا مدت کراچی 11 ستمبر 2009ء

### قادیانیوں کے مقدمات ختم کرنے کے لیے حکومت پروڈا ڈالنے کی تیاری

کراچی (اسٹاف رپورٹر) متحدہ قومی موومنٹ نے پاکستان بھر میں قادیانیوں اور مرزائیوں کے خلاف درج توہین رسالت، توہین صحابہ اور قرآن کریم کی بے حد حتی کے مقدمات کی تفصیلات عدالتوں میں جمع کرنا شروع کر دی ہیں۔ متحدہ ان مقدمات کے خاتمے کے لیے حکومت پروڈا ڈالنے کی تیاری کر رہی ہے۔ صوبہ سندھ میں قادیانیوں کے خلاف 27 مقدمات مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں جن میں 11 مقدمات کراچی کی عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ ان کی تفصیلات متحدہ قومی موومنٹ کے ذرائع نے کراچی کی عدالتوں سے مقدمات میں نئے وکالت ناموں کی درخواستوں کے ذریعے حاصل کر لی ہیں۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں متحدہ کے قائد الطاف حسین نے قادیانی رہنماؤں کو یقین دہانی کرائی ہے کہ ملک بھر خاص کر کراچی سمیت سندھ میں ان کے لوگوں کے خلاف درج ہونے والے مقدمات ختم کرانے جائیں گے اور مقررہ مہلکان کو تبلیغ کرنے کے لیے اجازت دی جائے گی۔ ذرائع کے مطابق متحدہ نے سندھ بھر کی عدالتوں میں قادیانیوں کے خلاف زیر سماعت مقدمات کی تفصیلات جمع کرنے کے لیے بھی حکمت عملی طے کر لی ہے۔ اہم ذریعے نے "امت" کو بتایا ہے کہ متحدہ کے ذرائع نے قادیانیوں کے خلاف زیر سماعت توہین رسالت کے جن مقدمات کی تفصیلات حاصل کی ہیں ان میں 3 مقدمات ایسے بھی شامل ہیں جو گزشتہ 18 برس کے عرصے سے زیر سماعت ہیں اور جنہیں 1990ء میں خذو دم سے کراچی

کی سیشن کورٹ جنوبی میں منتقل کیا گیا تھا۔ مذکورہ مقدمات میں گستاخ رسول قاضی امیر احمد قادیانی ملوث ہے۔ نومبر 1991ء میں تینوں مقدمات میں 10، 10 ہزار روپے کی جمانتیں حاصل کیں اور ضمانت پر رہا ہوئے کے بعد عدالت میں جین نہیں ہوا۔ ذرائع کے مطابق ایڈیشنل ڈسٹرکٹ ایڈیشنل جج (جنوبی) عبداللیم مین کی عدالت میں زیر سماعت توہین رسالت کے ایک اور مقدمے کی تفصیلات بھی متحدہ نے حاصل کر لی ہیں جس میں ملزم خورشید احمد پر الزام ہے کہ اس نے 16 جون 2005ء کو چاکر گڑھ قلعے کی حدود میں واقع بسم اللہ بلڈنگ میں قرآن مجید کی بے حرمتی کی۔ علاوہ ازیں توہین آمیز لٹریچر تقسیم کرنے اور قادیانیت کی تبلیغ کے الزام میں ملوث مرزا مبارک احمد کا مقدمہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ ایڈیشنل جج (جنوبی) نمبر 3 کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ اسی عدالت میں زیر سماعت مقدمے میں ملزم منور احمد پر الزام ہے کہ اس نے 2007ء میں مدعی مقدمہ خورشید احمد کے فون پر ایس ایم ایس کیے جن میں حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان میں گستاخانہ نکلتا ادا کئے۔ سیشن کورٹ (جنوبی) کی عدالت میں زیر سماعت توہین رسالت کے مقدمے میں ملزم شمس الحقین پر الزام ہے کہ اس نے 2003ء میں ملک کے معروف ڈاکٹروں جن میں سہانی ڈاکٹر شاہد مسعود بھی شامل ہیں کو خطوط لکھے اور ان خطوط میں خود کو امام مہدی کے علاوہ رسول آخر الزماں تحریر کیا۔ ملزم ٹکڑ ڈاک میں افسر ہے اور ضمانت پر ہے۔ سیشن کورٹ (جنوبی) عبداللیم مین کی عدالت میں زیر سماعت مقدمے میں ملزم شیخ سکندر پر الزام ہے کہ اس نے 2009ء میں پاکستان بھر میں سیرت معصومیت نامی 8 لاکھ کتابیں تقسیم کیں، جس میں اس نے لکھا کہ (نعمو باللہ) قرآن مجید منکوک کتاب ہے قرآن مجید کے الفاظ الف لام میم جیسے اشارے کر کے کہا گیا کہ ان شکوک کو دور کرنے کے لیے نئی کتاب نازل ہو رہی ہے جو کہ ان کے مذہبی پیشوا (ملعون) کے پاس ہے۔ انتہائی اہم ذرائع کے مطابق متحدہ نے عید الفطر کے بعد اپنے مختلف افراد کے ذریعے مذکورہ تمام مقدمات کی تفصیلات جمع کی ہیں اور مختلف لوگوں نے قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات کی نقول عدالتوں سے وصول کی ہیں۔ ذریعے نے "امت" کو مزید بتایا کہ متحدہ کے قائد الطاف حسین اور رابطہ کمیٹی کے ارکان نے قادیانیوں کے خلاف مقدمے کے حوالے سے وزیر داخلہ رحمن ملک اور اقلیتیوں کے امور کے وفاقی وزیر شہباز بھٹی سے رابطے کئے ہیں اور مزید رابطے جاری رکھنے کا عزم بھی کیا ہے۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ وزیر داخلہ رحمن ملک سے متحدہ کے قائد نے قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات کو ختم کروانے کے لیے خصوصی سفارش کی ہے۔ عدالتی ذریعے نے "امت" کو بتایا کہ بعض مقدمات جو سرکاری مذہبیت میں درج ہوئے ہیں ان کو تین چالیس بنیادوں پر ختم کرنے کے لیے حکمت عملی تیار کر لی گئی ہے جبکہ دیگر مقدمات حکومتی



سج پر دباؤ ڈال کر ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ڈریلے نے بتایا کہ متحدہ کے قائد نے قادیانیوں کے مرکزی رہنماؤں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ عیدالضحیٰ سے قبل مقدمات کے خاتمے کے لیے خاص پیشرفت کرنی جائے گی۔ وریں اس سلسلہ میں بارنڈل کے وائس چیئرمین محمود الحسن نے کہا کہ جن مقدمات میں سرکار مدعی ہے ان کا خاتمہ تو ممکن ہو سکتا ہے لیکن جن مقدمات میں مدعی شہری ہیں ان کا خاتمہ آسان نہیں ہوگا۔ ورلڈ رپورٹنگ کمیشن کے چیئرمین عبول الرحمن ایڈووکیٹ نے اس حوالے سے "امت" کو بتایا کہ جس طرح متحدہ قومی موومنٹ کے لوگوں کے خلاف سرکاری مدعیت میں درج جرائم قتل و غارتگری کے مقدمات ہوم سیکرٹری اور حکومت نے واپس لئے ہیں اور عدالتوں نے مقدمات خارج کر دیے ہیں۔ اسی طرح قادیانیوں کے خلاف درج سرکاری مدعیت والے مقدمات واپس ہو سکتے ہیں لیکن آئین اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قوانین کے اندر ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں جس سے قادیانی سزائوں سے بچ سکیں۔



### حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ظرافت

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاذکیاء میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاجب (چوکیدار) کے پاس آیا اور اسے کہا کہ معاویہ کو اطلاع کرو کہ آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازے پر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ اچھا چلو بلاؤ۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے؟ اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو ایک درہم دے دو۔ اس شخص نے کہا اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم اور حوا کی اولاد میں ہیں دینے بیٹھوں گا تو تیرے جیسے میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

﴿کتاب الاذکیاء المعروف لطائف علیہ السلام﴾



محمد یعقوب طاہر

جو رشوت کو روک سکتے ہیں اپنے کارخانوں میں  
عزیز پروری لکھی ہے جن کی داستانوں میں  
شرائیں چل رہی ہیں شان سے جن کے گھرانوں میں  
جو ہیں سٹے کے جوئے کے زنا کے پاسبانوں میں  
خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
گھسی پھٹی ہے جن کے گھر میں ہر باطل کے آنے کی  
حیا سوزی کی، عریانی کی اور گانے بجانے کی  
خیانت، جھوٹ، سکر اور چور بازاری چلانے کی  
نہیں ہے کچھ رکاوٹ جن کے ہاتھوں سونگھانے کی

خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
جو ناجائز ویلیوں سے کمائی کرنے والے ہیں  
کسی کا جین کر حق جو گھر اپنے گھر لے والے ہیں  
جو ناچا کر جو ماسوئی سے ڈرنے والے ہیں  
خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
جو کروڑوں ہنگامی حق کو جو پامال کر ڈالیں  
جو اپنی معصیت کوئی میں ماہ و سال کر ڈالیں  
جو ساری قوم کو بدست و قال کر ڈالیں

خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
جو کل لیڈر تھے لیکن آج مجرم بننے والے ہیں  
جو رہبر بھی نہ تھے جو بزنس بھی نہ فرماتے ہیں  
جو کل لیڈر تھے لیکن بظاہر بھولے بھالے ہیں  
خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
جو اپنے ملک میں جمہوریت کا دین چلنے دیں  
جو ہڈی گھور کو انسانیت کا سر کھینچ دیں  
جو الحاد اور بے دینی کے جذبوں کو پھیلنے دیں  
روح مزاحمت کو جو پاکستان میں پھیلنے دیں

خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟  
جو اپنے ملک میں جمہوریت کا دین چلنے دیں  
جو ہڈی گھور کو انسانیت کا سر کھینچ دیں  
جو الحاد اور بے دینی کے جذبوں کو پھیلنے دیں  
روح مزاحمت کو جو پاکستان میں پھیلنے دیں  
خدا سے روکنے والے وہ لیڈر کون ہوتے ہیں؟





سکندر مرزا پاکستان کے پہلے صدر تھے ان کی ذاتی اور سیاسی کردار کے حوالہ سے تاریخی طور پر جو شاہد موجود ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سکندر مرزا کن حالات میں اور کس پس منظر کے ساتھ برسرِ اقتدار آئے تھے اور پھر بعد ازاں ان کے نام دین اور وطن دشمنی پر پٹی کیسے کیسے کارنامے منسوب ہوئے۔ اس کی تمام تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف یہ جان لینا ہی کافی ہے کہ 1953ء میں دشمنانِ ختم نبوت کا دانی قتل کے خلاف برپا ہونے والی تحریک ختم نبوت کے دوران ان کا کردار چمکیز خان اور ہلاکوفان سے مختلف تھا۔ وزیرِ اعظم خواجہ یحیٰٰ عظیم الدین نے سکندر مرزا کا ایما پر ہی 10 ہزار فریادیں ختم نبوت کو گویوں سے چھلنی کر دوائے کے احکامات جاری کئے تھے اور ان کی جتنیں چھانکا کا کے جنگلات میں لے جا کر جلادی گئی تھیں۔ اس ہولناک واقعہ کے حوالہ سے معروف مسلم لیگی لیڈر مرزا عبدالرب شہر کا یہ بیان اپنی جگہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ ”شہداء ختم نبوت کے قاتلین پر مشتمل ٹولہ ساری زندگی ایک لمحہ بھی شکہ چین سے نہیں گزرا۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جنتِ باہ اور ان کا انجام اس سے بھی زیادہ جہنم مقام تھا۔“

جنرل سکندر مرزا کی اولاد آج بھی زندہ ہے اور ان کے بڑے بیٹے ہمایوں مرزا کے بقول وہ خانقاہی پس منظر کے اعتبار سے میر جعفر کے خاندان سے ہیں اور انہیں اس پر فخر ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ سکندر مرزا اور شاہ ایران اپنے انجام کے اعتبار سے جہتِ انحراف پر مماثلت رکھتے ہیں۔ شاہ ایران کا گریبان میں دفن ہونا نصیب نہیں ہوا تو سکندر مرزا بھی پاکستان میں دفن نہیں ہو سکے بلکہ انہیں دفن کے لیے دو گز زمین ان میں میسر آئی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس قبرستان پر ایک شاہنگ پلاؤہ تعمیر ہو چکا ہے۔ ستارہ خ کا یہ جہتِ ناک سبق ہر دور کے ظالم و جاہل حکمرانوں کو معلوم کیوں بھول جاتے ہیں کہ

ظالموں کی داستان تک نہیں رہتی داستانوں میں

بالخصوص غدارانِ ختم کے انجام پر نظر ڈالی جائے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون امریکہ میں مقیم ایک صحافی جناب احمد شکیل میاں کی سکندر مرزا کے بڑے بیٹے ہمایوں مرزا سے ملاقات کے احوال پر مبنی ہے۔ اس ملاقات میں ہمایوں مرزا نے ایسے شرمناک انکشافات کیے ہیں کہ جنہیں پڑھتے ہوئے بحیثیتِ ایک عام پاکستانی، دل غمزدہ اور سرشمر سے جھکا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائی:

میاں صاحب یہ یا میں طرف آپ دیکھ رہے ہیں؟

جی ہاں! مرزا صاحب یہ تو برٹش ٹری کنٹری کلب ہے۔ یہاں بیٹھ کر ایوب خان نے سی آئی اے کے ساتھ مل کر میرے والد کو صدر پاکستان کے عہدے سے معزول کرنے کی سازش کی تھی۔ ایوب خان کو میرے والد نے اسلحہ خریدنے کے لیے واشنگٹن بھیجا تھا اور اس کے ساتھ اچھو کو بھی بھیج دیا تھا تاکہ وہ اس پر نظر رکھے لیکن ایوب ہر شام امریکی افواج کے جوائنٹ چیف سے ملنے کے بہانے Burning tree country clyb آجاتا اور سی آئی اے کے اہلکاروں کے ساتھ میرے والد کو معزول کرنے کی پلاننگ کرتا رہتا۔ یہ بات پاکستان کے پہلے صدر ”میر جرنل سکندر مرزا“ کے بڑے بیٹے ”ہمایوں مرزا“ نے اس وقت بتائی جب ہم ان کے ساتھ دورِ چینیا کے ایک حلال ریسٹورنٹ میں بیٹھ کھانے کے بعد انہیں میری لینڈ میں ان کے گھر چھوڑنے جا رہے تھے۔ میری لینڈ میں ہمایوں مرزا کا درمیانہ سا گھر واشنگٹن سے پانچ میل دور اور برٹش ٹری کنٹری کلب سے ایک میل سے بھی کم فاصلے پر واقع ہے۔ حالات، اتفاقات اور تاریخ کی ستم ظریفی دیکھیے کہ ہمایوں مرزا جب بھی اپنے گھر سے نکلے ہیں تو انہیں برٹش ٹری کنٹری کلب کے سامنے سے ہی گزرتا پڑتا ہے۔ ان کے ذہن میں تو مجھے اس وقت کون کون سے طوفان اٹھتے ہوں گے۔ ہمایوں مرزا نے چند سال قبل ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام Frow Plassey to Pakistan ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بڑے فخر سے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ”میر جعفر“ ان کے جدِ امجد تھے۔ اس کتاب میں ہمایوں مرزا نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نواب سراج الدولہ کو انگریزوں سے شکست میر جعفر کی غدار کی وجہ سے نہیں بلکہ خود اپنی نااہلی کی وجہ سے ہوئی تھی۔

ہمایوں مرزا سے ہماری پہلی ملاقات دو سال سے زیادہ عرصہ قبل واشنگٹن پالیسی انیٹیسس گروپ کے ایک ڈنر میں ہوئی تھی اور ہم نے اس ملاقات کی ایک رپورٹ بھی لکھی تھی۔ ابھی چند صفحے قبل لکھی ایک دعوت میں ان سے اچانک پھر ملاقات ہو گئی۔ ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں لانچ کی دعوت دے دی جو انہوں نے اچھی خاصی اعتراض کے قبول کر لی۔ مرزا صاحب کی سفری مصروفیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ طے ہوا کہ ہم بدھ 28 فروری کو میری لینڈ میں انہیں ان کے گھر سے لے کر کرسی دبی ریسٹورنٹ میں لے جائیں گے اور ہم ساری وہاں پہنچا رکھے رہیں گے اور پاکستان اور ان کی فیملی کے متعلق باتیں کریں گے۔ لانچ سے فارغ ہونے اور ڈیڑھ ساری باتیں کرنے کے بعد جب شام ساڑھے چار بجے کے قریب ہم انہیں ان کے گھر چھوڑنے کے لیے گئے تو انہوں نے کہا کہ اندر آ جاؤ کل کافی پیتے ہیں۔ سچتھے سچے مانے ہوئے صاف سترے گھر میں ہمایوں مرزا اپنی برازیلی



نژاد پیوی "ماریلیا" اور ایک سفید لمبی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس لمبی کا نام تو انہوں نے ہمیں نہیں بتایا لیکن مرزا صاحب نے یہ ضرور بتایا کہ ان کے والد کے پاس ایک بڑا چھپتا کتا تھا جس کا نام سکندر مرزا نے "ملا" رکھا ہوا تھا۔ جب سکندر مرزا قبائلی علاقوں میں پولیس کلکٹ ایجنٹ تھے اور قبائلی عائدین انہیں ملنے کے لیے ان کے دفتر میں آتے تو سکندر مرزا ان بارش عائدین کی موجودگی میں "ملا" کو بار بار آواز دے دیتے۔

اپنی قبائلی کے متعلق انہوں نے بتایا کہ ان کی والدہ کا نام رفعت بیگم تھا جن سے وہ بچھے بہن بھائی تھے۔ ان کی بڑی بہن فوت ہو چکی ہیں اور تین بہنیں اب بھی پاکستان میں رہتی ہیں جبکہ ان کا اکلوتا بھائی "انور مرزا" جنرل سکندر مرزا کے دور حکومت میں ہی جہاز کے حادثے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ انور مرزا عمر میں ہمایوں مرزا سے چھوٹے تھے اور رائل پاکستان ایئر فورس میں پائلٹ تھے۔ ہمایوں مرزا مدعو کرتے ہیں کہ ان کے چھوٹے بھائی نے پاکستان ایئر فورس کا جہاز بچاتے ہوئے اپنی جان دے دی تھی کیونکہ اس حادثے سے کچھ ہی عرصہ قبل "سکندر مرزا" نے ایئر فورس کی ایک تقریب میں پائلٹوں سے ایجل کی تھی کہ وہ حادثے کی صورت میں ہر ممکن جہاز بچانے کی کوشش کریں کیونکہ اس وقت پاکستان کے پاس جہازوں کی قلت تھی۔ ہمایوں مرزا نے کہا کہ اگر انور کو جہاز بچانے کی ٹھکر نہ ہوتی تو وہ حادثے کے شروع میں ہی ہماں سے کوہ کراچی جان بچا لیتا۔

ہمایوں مرزا کہتے ہیں کہ ان کے والد سکندر مرزا ان کی والدہ رفعت شیرازی (رفعت بیگم) کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے اور خصوصاً ناہیدہ الخانی کے ساتھ دوسری شادی رچانے کے بعد تو کبھی رفعت بیگم کو ملے بھی نہیں۔ ساتھ ہی ہمایوں مرزا یہ بھی کہتے ہیں کہ ناہیدہ سکندر مرزا کے ساتھ رہتی ضرور رہی لیکن انہیں اس بات کا یقین نہیں کہ ان کے والد نے باقاعدہ ناہیدہ سے نکاح کیا بھی تھا کیونکہ نہ تو انہیں کبھی ایسی کوئی دستاویز ملی ہے اور نہ ہی ناہیدہ نے ایسی کوئی دستاویز کبھی کسی کو دکھائی جس سے سکندر مرزا اور ناہیدہ کا نکاح ثابت ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ناہیدہ پاکستان میں ایرانی ملٹری اتاشی کی مطلقہ تھی جو پاکستانیوں کو اچھا نہیں سمجھتی تھی جس کی وجہ سے سکندر مرزا کے قریبی دوست آہستہ آہستہ ان سے چھوٹے گئے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ خود ایوب خان بھی ناہیدہ کے سلوک سے تالاں تھے اور ناہیدہ نے سکندر مرزا کے دوسرے دو قریبی دوستوں اور اتحادیوں اورنگ زیب اور خادم شاہ کو بھی ان سے دور کر دیا تھا۔ ای طرح جب ایوب خان نے جنرل مرزا کو سبکدوش کیا تو اس وقت تک سکندر مرزا کے سب دوست ناہیدہ کے ناقابل براشت رویے کی وجہ سے انہیں چھوڑ چکے تھے۔

سکندر مرزا کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے ہمایوں مرزا نے کہا کہ سکندر مرزا انتہائی نا آسودگی کی حالت میں اپنی

سزویں چھوڑ دے والے دن لندن میں فوت ہوئے اور ان کی پہلی چاہتی تھی کہ انہیں کراچی میں دفن کیا جائے لیکن بچکی خان نے اس کی اجازت نہیں دی۔ ایرانی حکومت نے سرکاری طور پر انہیں تہران میں جنرل زاہدی کے مقبرے کے ساتھ دفن کر دیا۔ جنرل زاہدی ایران کے وزیر خارجہ اردشیر زاہدی کے والد تھے اور انہوں نے سی آئی اے کی مدد کے ساتھ ایران کے وزیر اعظم ڈاکٹر مصدق سے شاہ ایران کو دوبارہ حکومت کے لیے کردی تھی۔ غنی کے اقتدار میں آنے کے بعد انقلابیوں نے جنرل زاہدی کا مقبرہ مسمار کر دیا تھا اور اب سنا ہے کہ جنرل زاہدی اور جنرل سکندر مرزا کی قبروں کے اوپر شاہنگ سنٹر تعمیر ہو چکا ہے۔

ہمایوں مرزا نے بتایا کہ ایران میں پاکستان کے سفیر شاہنواز کے علاوہ حکومت پاکستان کا کوئی نمائندہ جنرل مرزا کی آخری رسومات میں شامل نہیں ہوا اور شاہنواز کی شرکت بھی اپنی ذاتی حیثیت سے نہ کہ وہ حکومت پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ہمایوں مرزا نے انکشاف کیا کہ ان کا پاسپورٹ ابھی تک پاکستانی ہے اور وہ اپنے باپ کی معزولی کے بعد پاکستان جانا چاہتے تھے لیکن ایوب خان نے انہیں اس کی اجازت نہ دی بلکہ انہیں خاموش رکھنے کے لیے ان کی ماں کو پاکستان سے باہر نہ نکلنے دیا۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ بھٹو انہیں اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن وہ چونکہ نیشنلائزیشن کے مخالف تھے اس لیے وہ بھٹو کی حکومت میں شامل نہیں ہوئے۔ بھٹو کے ساتھ اپنی دوستی کی تاریخ بتاتے ہوئے ہمایوں مرزا نے کہا کہ ایک دفعہ امریکی سفیر اور ان کے سرس "ہورلس بلڈتھ" نے ان سے کہا کہ لاڈلا نہ کا ایک نوجوان وڈیہ جو حال ہی میں امریکہ سے پڑھ کر واپس لوٹا ہے بار بار ان سے قضا کرتا ہے کہ امریکی سفیر ایک دفعہ اس کی زمینوں پر شکار کھیلنے کے لیے ضرور آئیں۔ مسٹر بلڈتھ نے مرزا صاحب سے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس نوجوان وڈیہ سے دعوت قبول کرنے سے پہلے مرزا صاحب ایک دفعہ اس سے مل کر اس کے متعلق کوئی رائے قائم کر لیں۔ ہمایوں مرزا نے کہا کہ ڈاکٹر القادر علی بھٹو کے ساتھ ایک ای ملاقات میں ان کی بھٹو کے ساتھ دوستی ہو گئی اور اس کے بعد مسٹر بلڈتھ بھی بھٹو کی میزبانی سے بڑے محظوظ ہوئے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ امریکی سفیر کے ساتھ ملنے کے بعد بھٹو نے مطالبہ کیا کہ سکندر مرزا بھی ان کے گھر میں آکر شکار پر ان کے ہمراہ بنیں۔

یہاں سے بھٹو اور سکندر مرزا کے تعلقات کا آغاز ہوا اور سکندر مرزا نے بھٹو کی وفات اور شخصیت سے متاثر ہو کر انہیں وفاقی وزیر بنایا۔ بعد میں سکندر مرزا کی معزولی کے باوجود ایوب خان نے انہیں وزارت کے عہدے پر بحال رکھا۔ ہمایوں مرزا نے اپنی یادداشت کو ملتے جلتے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اپنے والد کو لندن میں پارک لین کے



ایک ریٹائرمنٹ میں کھانے پر لے گئے اور جب وہ ریٹائرمنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے تو اتفاق سے بھٹو بھی "آغا پانی" کی معیت میں اس ریٹائرمنٹ میں آ گئے۔ آغا پانی نے ریٹائرمنٹ میں سکندر مرزا کو بیٹھا ہوا دیکھ کر بھٹو کے ہانکل سامنے آ کر کوشش کی کہ وہ سکندر مرزا کو نہ دیکھے کیس لیکن جب بھٹو نے سکندر مرزا کو دیکھا تو وہ سیدھے ان کی ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جبکہ آغا پانی اور والد کے دوسرے ارکان نے دوسری ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مرزا صاحب نے بتایا کہ ان کے والد سکندر مرزا، بھٹو بہت عزیز رکھتے تھے اور بھٹو نے بھی آخری وقت تک سختی کر ان کی صدارت سے سبکدوشی کے بعد تک ان کے ساتھ اپنی نیازمندی قائم رکھی۔ ہمایوں مرزا نے بتایا کہ ان کے والد سکندر مرزا بھٹو کو بڑی محبت کے ساتھ کراچی کے ایوان صدر میں اپنے سامنے بٹھا کر شراب پلاتے تھے اور جب بھٹو نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عمان حکومت سنبھالی تو ایک دفعہ وہ یقیناً ہمایوں مرزا انہیں ملنے کے لیے کراچی گئے۔ ہمایوں مرزا نے بتایا کہ بھٹو نے انہیں اپنے ساتھ بٹھایا اور شراب کا ایک چپک ان کی طرف بڑھا دیا ہوئے انہیں یاد دلایا کہ بڑے مرزا صاحب بھی بھٹو کے ساتھ ایسی ہی شفقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس موقع پر اچانک ایک پرانا سوال پیش آیا۔ ہم نے ہمایوں مرزا سے پوچھا کہ بھٹو کے دور میں بلوچستان میں ایک نرلر آیا تھا اور پاکستان کو اسلامی ممالک سے خاصی بڑی مالی امداد ملی تھی۔ اس امداد میں سے 75 ملین ڈالر کا ایک چپک غائب ہو گیا تھا جو کرنل قذافی نے پاکستان کو دیا تھا۔ جواب میں ہمایوں مرزا نے کہا کہ انہوں نے بھی بھٹو سے ان 75 ملین ڈالروں کے متعلق پوچھا تھا اور بھٹو نے ان کے سوال کا براہ راست جواب دینے کے بجائے سکندر مرزا کی لندن میں مالی مشکلات سے عبارت پر مصوبت زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ نہیں چاہتے کہ حکومت چھوڑنے کے بعد وہ بھی اپنی لاڈلری چلوانے کے لئے بسوں میں دھکے کھاتے پھریں۔

بھٹو اور ایوب خان کے درمیان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے ہمایوں مرزا نے بھٹو کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کو یاد کرتے ہوئے بتایا کہ بھٹو نے انہیں ناشتہ سے واپسی پر بتایا تھا کہ ناشتہ میں روسیوں نے شامسٹری اور ایوب خان کو ایک ٹیکہ کمرے میں بند کر کے انہیں کھدیا تھا کہ جب تک تم کسی فیصلے پر نہیں پہنچتے ہمیں باہر نہیں نکالا جائے گا۔ بھٹو نے انہیں بتایا کہ بند کمرے میں ایوب خان نے شامسٹری کے سامنے جو پسائی اختیار کی تھی وہ پاکستان کے مفاد میں نہیں تھی جس پر انہوں نے ناشتہ سے واپسی پر وزارت خارجہ سے استعفیٰ دے دیا جو ایوب خان نے منظور نہیں کیا۔ بھٹو نے ہمایوں مرزا کو بتایا کہ جب انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دیا تو ایوب خان نے انہیں بلا کر حکم دیا کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں اور کہا کہ میری کامیابی سے کوئی وزیر استعفیٰ نہیں دیتا۔ پاشا سے

لاٹا ہوں یا وہ کام کرتا ہے۔ تیسری صورت میں میں اسے کالا بارغ (معروف نواب آف کالا بارغ ملک امیر محمد خان) کے حوالے کر دیتا ہوں۔

ہارورڈ کے پوسٹ گریجویٹ 78 سالہ ہمایوں مرزا 1987ء میں ایک سال تک منزل ضیاء الحق کے ایڈوائزر بھی رہے ہیں اور ضیاء الحق نے انہیں محمد خان جو نیچو کی حکومت میں شمولیت کی دعوت بھی دی تھی لیکن کچھ ہی عرصے بعد یہ حکومت نہ رہی اور پھر نہ رہی جو نیچو کی حکومت اور نہ یہ خود ضیاء الحق۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ان کی درخواست پر ضیاء الحق نے انہیں اسلام آباد کے کسی دفتر میں باقاعدہ بیٹھنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا اور وہ باقاعدگی سے ٹیلی فون پر ہی مختلف امور پر ضیاء الحق کو اپنی آراء سے مطلع کر دیا کرتے تھے۔ ضیاء الحق کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب نے بتایا کہ ضیاء الحق کے ساتھ ان کے تعلقات ان کے حکومت میں آتے ہی استوار ہو گئے تھے اور انہوں نے ضیاء الحق سے بھٹو کی جان بخشی کی پرزور سفارش بھی کی تھی لیکن ضیاء الحق نے دو ٹوک کہہ دیا تھا کہ اگر پیریم کورٹ نے بھٹو کی اپیل نہ مانی تو وہ بھٹو کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ مرزا صاحب نے بتایا کہ ان کے بار بار کے اصرار پر ضیاء الحق نے ایک دفعہ انہیں تاثر دیا تھا کہ اگر بے نظیر فوج کے خلاف دلائل چبہ نکالنا بند کر دیں تو شاید وہ بھٹو کی جان بخشی کر دیں۔ اس کے بعد وہ بے نظیر کے پاس گئے اور انہیں اس بات سے آگاہ کیا لیکن بے نظیر نے فوج کو کوئی رعایت دینے سے انکار کر دیا۔

ایوب خان کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ہمایوں مرزا نے بتایا کہ کینیڈی کے دور میں جب ایوب خان امریکہ کے سرکاری دورے پر آئے تو ایوب خان نے ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن انہوں نے ایوب خان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ تاہم بعد میں ایک دفعہ ان کی وائٹ ہاؤس میں ایوب خان سے اس وقت ملاقات ہو گئی جب ایوب خان ایک پرائیویٹ وزٹ پر امریکہ آئے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایوب خان نے انہیں بتایا کہ انہیں اب بھی سکندر مرزا کے ساتھ محبت ہے اور اگر سکندر مرزا اس عورت (ناہید) سے بروقت جان چھڑا لیتے تو انہیں سکندر مرزا کو سبکدوش نہ کرنا پڑتا۔ جب شام سات بجے کے قریب ہم نے ہمایوں مرزا سے اجازت چاہی تو انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ملاقات میں وہ ہمیں نواب سراج الدولہ کا وہ خیر دکھائیں گے جو انگریزوں نے نمراسج الدولہ سے چھین کر ان کے جدا جد امیر محمد خیر کو دیا تھا۔





قادیانی ہنما کونج کوٹے کا اجرا

وفاقی وزارت حج و مذہبی امور نے پشاور سے تعلق رکھنے والے قادیانی و رضا و سابق رکن پارلیمنٹ کو حج کوہ جاری کر دیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مذکورہ سابق رکن پارلیمنٹ ملک مسلم الدین خالد موٹو ٹریڈنگ کمپنی کی طرف سے حج کے مالک ہیں جو وفاقی وزارت حج سے صرف رجسٹرڈ ہونے کے بعد گزشتہ چند برسوں سے اس کمپنی کو ہرسال حج کوہ مذہبی باقاعدگی سے جاری کیا جا رہا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ گزشتہ برس مذکورہ کمپنی کو وزارت حج نے 80 حاجیوں کا کوہ جاری کیا تھا جبکہ اس سال ان کے کوئٹے میں اضافہ کر کے 120 حاجی کر دیا گیا ہے جبکہ قادیانی کے مطابق کسی غیر مسلم کو حج آرگنائزری کی حیثیت کا لائسنس جاری نہیں کیا جاسکتا۔ ذرائع نے بتایا کہ چند برس قبل جب موٹو ٹریڈنگ کمپنی کو وزارت حج نے حج کوئٹے کے لیے رجسٹرڈ کیا تھا تو اس وقت بھی قسیم الدین خالد کے حوالے سے اعتراض اٹھایا گیا تھا کہ وزارت حج نے ایک غیر مسلم پاکستانی کو حج کوہ کیوں جاری کیا؟ بعد ازاں کمپنی کے مالکان نے معاملے کو دبائے کے لیے کمپنی کے ہی ایک آدمی جاکو چیف ایگزیکٹو ظاہر کر کے معاملہ ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ذرائع نے بتایا کہ قسیم الدین خالد موٹو ٹریڈنگ کمپنی کے فارم 29 میں دوبارہ چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے شامل ہو چکے ہیں جبکہ جاری نامی شخص کا نام کمپنی کے دیگر ارکان میں شامل ہے۔ واضح رہے کہ قسیم الدین خالد 1990ء کے انتخابات میں پشاور سے اقلیتی رکن پارلیمنٹ کی حیثیت سے منتخب ہوئے تھے جبکہ الیکشن کمیشن کی جانب سے اس وقت جاری کردہ نوٹیفکیشن میں قسیم الدین خالد کو قادیانیوں کا منتخب نمائندہ قرار دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ سعودی حکومت نے قادیانیوں کے سعودی عرب میں داخلے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ وزارت حج کی جانب سے ایک قادیانی شخص کی ٹریڈنگ کمپنی کو حج کوہ جاری ہونے سے اس بات کا خدشہ بھی موجود ہے کہ مذکورہ کمپنی کے پائلٹ فارم سے قادیانیوں کو مسلمانوں کے روپ میں حج پر روانہ کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ بھارت میں بھی کسی غیر مسلم شہری کی ٹریڈنگ کمپنی کو حج کوہ جاری نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہاں غیر مسلم فرد کو حج کے حوالے سے کسی قسم کے انتظامی امور انجام دینے کی اجازت ہے۔

﴿روزنامہ امت راتمی 29 اگست 2009ء﴾

اسرائیلی حکومت  
قاویانیوں کی پشت پناہ

لندن (قلمخانہ خصوصی) اسرائیلی حکومت نے اسلام دشمنی میں قادیانی جماعت کی پشت پناہی شروع کر دی ہے۔ اسرائیلی صدر شمعون پیریز نے قادیانی جماعت کا اسرائیل میں مکمل تحفظ و تعاون فراہم کرنے کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد اور اسرائیلی صدر کے درمیان براہ راست بات چیت و تعلقات نے بعد اسرائیل نے قادیانیوں کو دنیا بھر میں مالی تعاون فراہم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق اسرائیل کے شہر حید میں قادیانی جماعت کی دعوت پر مصیونی صدر شمعون پیریز نے خصوصی تقریب میں شرکت کی ہے۔ قادیانی جماعت اسرائیل میں بطور مسلمان جماعت سرگرمیاں شروع کر چکی ہے اور اپنی عبادت گاہیں بھی تعمیر کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق شمعون پیریز اور قادیانی جماعت کے اسرائیل میں موجود نمائندوں کے درمیان مذاکرات بھی تفصیلی مذاکرات ہوئے تھے۔ یہ مذاکرات مرزا مسرور احمد کے شمعون پیریز سے رابطے کے بعد ہوئے۔ ذرائع کے مطابق مرزا مسرور احمد نے اسرائیلی کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی حمایت کی ہے اور دنیا بھر میں موجود قادیانیوں کی طرف سے اسرائیل کو حمایت کا یقین دلایا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ شمعون پیریز چند ہفتے قبل باقاعدہ جماعت احمدیہ کی تقریب میں شریک ہوئے۔ اس تقریب کی ویڈیو کلپس قادیانیوں کو خصوصی طور پر فراہم کی گئی ہیں۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی اور قادیانی قیادت کے درمیان ہونے والے رابطے کے بعد مرزا مسرور احمد کی ہدایت پر حید شہر میں باقاعدہ قادیانی مرکز قائم کر دیا گیا ہے جبکہ دنیا بھر میں قادیانیوں اور اسرائیل کے حامیوں کے درمیان رابطے کے لیے خصوصی نمائندے بھی مقرر کیے جا رہے ہیں۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ 16 قبل مرزا مسرور احمد اور شمعون پیریز کا بعض مغربی ممالکوں کے توسط سے رابطہ ہوا تھا۔ اس رابطے کو قادیانی قیادت نے کئی ماہ قبل کھاتا ہم شمعون پیریز کی خواہش پر اپیلوں کی تفصیلات اور تعلقات سے متعلق معلومات دینا بھر کے خاص خاص قادیانیوں کو فراہم کی گئیں۔ قادیانی ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیل، قادیانی قیادت کی سرپرستی کر کے اور انہیں مسلمانوں کی جماعت قرار دے کر دنیا بھر میں اثر و تاثر پانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس کی حامی ہے۔ ذرائع



## نفیر دل تفتگان کرب و بلا بر در حسین سید الشہداء

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا  
گل رضا شہزادہ گلگون قبا اداہ من  
اے حسین اے مصطفیٰ را راحت جاں نور حسین  
راحت جاں نور حسین وہ جا اداہ من  
اے رحمن خلق و حسن خلق احمد نوحہ  
سینہ تا پا ہکل محبوب خدا اداہ من  
جان کس ایمان کس اے کان کس اے شان کس  
اے بھارت کعبہ صوم من را اداہ من  
جان زہرا و شہید زہرا را زور و ظہیر  
زہرت ازار تسلیم و رضا اداہ من  
اے بواقع بیکان دہر را دنیا کسے  
وے بظاہر یکس ویت بظا اداہ من  
اے گلویت کہ لبان مصطفیٰ را بوسہ کاہ  
کہ لب سخی لعل را حریت اداہ من  
اے تن تو کہ سواد شہوار عرش تاز  
کہ چٹاں پمال ذلیل اشیا اداہ من  
اے دل و جانہا فدائے تقدہ کامیائے تو  
اے لب شرح رضیا بالقضا اداہ من  
ہے چہ بحر و خشکی کوڑ لب و این خشکی  
خاک بر فرق فرات از لب مرا اداہ من  
جو گو ہرگز مبار و نہر گو ہرگز مرید  
نور لب تسلیم و قنیت خدا اداہ من

کا کہنا ہے کہ غزوہ پراسرائیلی جارحیت کے دوران قادیانی قیادت نے اس حوالے سے مکمل خاموشی اختیار کی جو شیعہوں پر یزید اور مرزا سرور کے درمیان طے پانے والے خفیہ معاہدے کے سبب ہے۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ مرزا سرور نے بیت المقدس پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کو بھی درست تسلیم کر لیا ہے، تاہم جب تک قادیانیوں کو اسرائیل میں مکمل تحفظ و سرکاری طور پر مسلمان جماعت کا اعلان دینے نہیں ملتا اس وقت تک مرزا سرور بیت المقدس پر اسرائیلی قبضے کو ناجائز قرار دینے کے حوالے سے کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہیں۔

﴿روزنامہ امت کراچی 22 جنوری 2009ء﴾



## الدنیا

یہ لفظ قرآن مجید میں 115 مرتبہ آیا ہے۔ اس کا معنی ہے نزدیک ترین چیز۔ دنیا چاروں کی ہے۔ ایک دن بچپن کا • دوسرا دن لڑکپن کا • تیسرا دن جوانی کا • چوتھا دن بڑھاپا۔

لفظ آخرت بھی قرآن میں 115 مرتبہ آیا ہے۔ دنیا کو دنیا کہتے بھی اس لیے ہیں کہ یہ آخرت کے قریب ہے۔

• آپ پیدا ہوئے تو ننگے تھے • مرے تو سفید لباس لوگوں نے پہنایا گویا زندگی صرف اتنی ہے کہ نہائے لباس پہنا اور چل دیے۔

فی الدنیا حب الدنیا خطرناک ہے۔ آپ دنیا میں محبت آخرت اختیار کریں۔ دنیا کی مثال خارش جیسی ہے۔ خارش والا خارش کی جگہ خارش کرے تو اسے بڑا مڑا آتا ہے۔ اگر اس لطف میں مجھو ہو جائے تو خون نکلتا شروع ہو جائے گا۔ یہی حال دنیا سے دل لگانے والے کا ہوگا۔ آغاؤں میں لطف و مزا۔ انجام میں ہلاکت و درد اور تکلیف۔

﴿بات سے بات، ص ۱۰۳﴾



# دارالافتاء

مرکز جامعہ اسلامیہ فقہ اسلامی پاکستان

☆ ختم نبوت کے منکرین یعنی جو قادیانیوں کو کافر نہ مانے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟  
● مرزائیوں (قادیانیوں) کے کفر پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ سمجھنے والا خود کافر مرتد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۳۶۱، ملخصاً)

اس میں قادیانیوں کے تمام گروہ شامل ہیں۔ وہ قادیانی بھی جو مرزا غلام احمد کو نبی مانیں اور وہ بھی جو مرزا کو مجدد یا مسیح مانیں اور وہ بھی جو ان میں سے تو کچھ نہ مانیں مگر اس کو محض مسلمان مانیں بلکہ وہ بھی کافر و مرتد ہیں جو اس کے عقائد کو جاننے کے باوجود اس کے کافر ہونے پر شک کریں۔ قادیانی عقائد کی تفصیل میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن کے رسائل میں موجود ہے جو درمزاہیت کے نام سے مل سکتے ہیں۔

﴿کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص: ۸۳﴾



☆ اگر کفر قطعی ہو (مثلاً قادیانی کافر) اور کوئی مفتی اس میں اختلاف کرے تو کیا حکم ہے؟  
● وہ ”مفتی“ ہی نہیں جو قطعی کفر میں اختلاف کرے بلکہ عوام کے ساتھ ساتھ ایسے مفتی کا حکم بھی فقہائے کرام رحمہم اللہ اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ من شک فی عدابہ و کفرہ فقد کفر کہ یعنی جو اس (قطعی کفر کئے والے کافر) کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔  
(درمخارج، ج: ۶، ص: ۳۵۶)

﴿ایضاً، ص: ۵۳﴾

☆ کیا مرتد کے ساتھ انسانی ناٹے سے بھی ہمدردی نہ کی جائے؟

● حقیقت میں دیکھا جائے تو مسلمان ہی ”انسان“ ہے۔ جبکہ جو اپنے خالق و مالک عزوجل کی توہین اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی گستاخی کرے وہ نام نہاد انسان بالیقین بدتر از حیوان ہے۔ مرتد کے ساتھ ہر طرح کے مقاطعہ (یعنی بائیکاٹ) کو بھی شاید ان معنوں پر ایک گونہ ہمدردی کہا جاسکے کہ اس نے وہ کسی طرح ہیزار ہو کر، تائب ہو کر دامن مصطفیٰ ﷺ میں پناہ لے لے۔ یاد رکھئے! مرتد سے ہمدردی کا اظہار ایمان کے لیے زہر ہلاہل (یعنی زہر قاتل) ہے۔

﴿ایضاً، ص: ۲۰۲﴾



﴿بقیہ حصہ، صفحہ: 191﴾

(۳۱) ﴿شامی، ص: ۴۱﴾

(۳۲) ﴿فتح الباری، ج: ۲، ص: ۳۳۲﴾

(۳۳) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم ﴿المستدرک علی الصحیحین، ج: ۳، ص: ۱۵، رقم ۳۱۳۲۸﴾۔ وہی نے اس روایت کی موافقت کی ہے اور اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

(۳۵) ﴿الفاروق، ص: ۲۶۰﴾

(۳۶) ﴿مقریزی، امتاع الاسماع، ج: ۲، ص: ۵۶﴾

(۳۷) ﴿زرقانی، ج: ۱، ص: ۳۵۲﴾/ ﴿فتح الباری، ج: ۲، ص: ۳۳۲﴾

(۳۸) یہ خیال اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب کے مقالہ نگار نے ظاہر کیا ہے مگر اس کی تائید کسی دوسری کتاب اور مورخ کے قول سے نہیں ہوتی۔ دیکھیے ج: ۶، ص: ۳۹





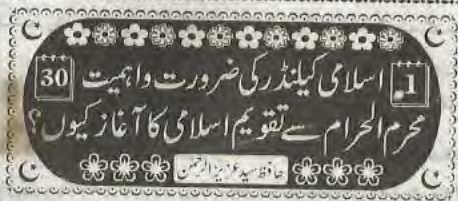
### پیر سید مظہر قیوم مشہدی کا وصال پر ملال

21 اگست 2009ء، 29 شعبان 1430ھ بروز جمعہ تقریباً سو ادو بجے حافظ الحدیث مولانا سید جلال الدین شاہ مشہدی علیہ الرحمۃ کے فوت ہجہ مولانا پیر سید مظہر قیوم مشہدی وصال فرما گئے۔ مرحوم مستند اور جید عالم دین اور اپنے والد گرامی قدر کے علم کے اتین تھے۔ نماز جنازہ اگلے روز صبح تقریباً 10 بجے گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں صاحبزادہ میاں ولید احمد صاحب شریعتی کی اقداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں تاحد نظر علماء و مشائخ اور خلق خدا کا کثیر ہجوم آپ کی عند الناس مقبولیت کا غماز تھا۔ بعد از نماز جنازہ آپ کو اپنے والد گرامی کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

پیر سید مظہر قیوم مشہدی 4 محرم الحرام 1370ھ 1950ء بروز جمعرات حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ مشہدی علیہ الرحمۃ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی جانب متوجہ ہوئے اور 1973ء میں درس نظامی سے فراغت پا کر مسند درسیں پر رونق افروز ہو گئے۔ جلد ہی آپ جامعہ محمدیہ نور پور پیروپیوٹیکھی شریف کے ناظم اعلیٰ منتخب ہو گئے۔ 27 اکتوبر 1979ء کو والد گرامی قدر کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور 1985ء میں سلاسل اربعہ میں والد گرامی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ والد گرامی حضرت حافظ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد صاحبزادہ بین منتخب ہوئے اور ہزاروں افراد کی روحانی تربیت فرمائی۔

آپ نے 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ جزل (ر) ضیاء الحق نے آپ کا بی مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کرنا چاہا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

خدا تعالیٰ کی مشیت کہ آپ کے وصال کے چند ماہ بعد آپ کی رفیقہ حیات بھی اس دافانی سے کوچ فرمائیں۔ مرحومہ عابدہ زابدہ اور شب بیدار خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے فضل مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت آپ کے تمام صاحبزادگان صاحبزادہ سید نوید الحسن مشہدی (سجادہ نشین) صاحبزادہ سید مسعود الحسن ایڈووکیٹ صاحبزادہ سید شہباز الحسن شاہ مشہدی اور برادران مولانا سید محمد محفوظ شاہ مشہدی مولانا سید عرفان شاہ مشہدی مولانا سید انوار شاہ مشہدی سمیت جملہ علیین و علائکہ کو محمدی جیل عطا فرمائے۔



### اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت

محرم الحرام سے تقویم اسلامی کا آغاز کیوں؟

ہجری تقویم اسلام کی چند اہم خصوصیات میں سے ایک ہے اس کا شمار شعائر اسلام میں بھی ہوتا ہے۔ تقویم عہد نبوی ﷺ کے اہم واقعے کی جانب منسوب ہے، جسے مورخین اور اہل سیر ہجرت مدینہ کے نام یاد کرتے ہیں۔

ہجرت مدینہ:

ہجرت مدینہ غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے، سرفروشی اور جاں نثاری کی شہانہ تدوین تھی اور اس میں اس واقعے سے مربوط ہیں 'قسام ازل' نے ہجرت مدینہ کو ان گنت شرف عطا فرمائے ہیں، یہ واقعہ بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل و نہار کی گردش کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے مسلمانوں کی انتقال آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریش کی ایذا رسانیوں کے سبب سے تھی، مگر درحقیقت خالق کائنات نے اپنے پیوندہ دین و دین اسلام کی عظمت و شوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اس کی ضیاء پاش کرکوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لیے جو دولت جس کا قیاس کا آغاز اسی ہجرت مدینہ سے ہوا۔

ہجرت مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے اور اسلامی ریاست و سلطنت کی بنیاد ہے، نیز اس کی تعلیمات و دیگر مذاہب اور دنیا میں مروج نظاموں کی طرح مکمل خیالاتی یا فکری و کتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول و قابل عمل اور لائق نفاذ ہیں۔

ہجرت سے قبل مسلمان کے میں کمزور حالات میں تھے انہیں مذہبی آزادی حاصل تھی ان کے پاس سیاسی اقتدار موجود تھا اور نہ معاشی اعتبار سے ان کو بے فکرگی، اطمینان اور سکون حاصل تھا۔ ہر طرح کا اختیار رکھنے والے اقتدار دشمنوں اور مخالفین کے پاس تھا۔ تنہا اور معاشرت کے لوازم سے بھی مکہ کے مسلمان محروم تھے اس لیے یہاں وہ کردہ اسلام کے سیاسی و معاشرتی نظام کی تکمیل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس کے برعکس مدینہ منورہ



السلام کے واقعے سے تاریخ کا کیا گیا وہاں سے حساب بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے واقعے سے تاریخ شمار ہوئی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کو بنیاد بنایا گیا۔ (۲)

وافقیہ کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا شمار پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے طوفان نوح تک تھا، پھر نوح و اہل نوح تک، وہاں سے خواہ اسماعیل تک، تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی، وہاں سے محدث بن عبد اللہ کے زمانے تک پھر وہاں سے کعب بن لوی کے عہد تک اور وہاں سے عام الفیل تک تاریخ شمار کی گئی۔ (۳)

نیز تھمر والے اپنے بادشاہ تیج کے عہد سے تاریخ کا حساب کرتے تھے۔ عثمان والے اسد آباد کے پھٹنے سے اور صفاد والے یمن پر جھبوں کی فتح اور بعد ازاں ایرانیوں کے غلبے سے، بعد میں عرب اپنی لڑائیوں سے حساب تاریخ رکھا کرتے تھے مثلاً: ہوس، داحس اور غیر اکی لڑائی سے اور ذی قار اور حبشہ فاریج سے معرکوں سے۔ (۴)

اسلام آ جانے کے بعد بھی مسلمانوں کا یہی طریقہ عمل قائم رہا اور اب سوہرؤں کے نزول کی نسبت سے واقعات یاد رکھے جانے لگے، ہجرت کے بعد جن منکرین سے قتال کی اجازت ملی اور سورۃ نازل ہوئی تو پھر جس تک یہ واقعہ بطریق استعمال ہوا پھر جب سورۃ ہر آواز نازل ہو تو سنہ ہر آواز چل پڑا، آخر میں سورۃ الوداع مشہور ہوا جو چھ الوداع کے بعد رائج ہوا۔ (۵)

یہ بھی کہا گیا کہ سن ہجرت کے آغاز سے قبل لوگ ہر سال کو اس واقعے کا نام دیتے تھے جو اس میں وقوع پزیر ہوا تھا اور اسی سے تاریخ بناتے تھے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ میں قیام کا پہلا سال مکہ سے ہجرت کی ہجرت کا سال کہلاتا تھا دوسرا سال جنگ کے اذن کا اور تیسرا انجمن (آزمائش) کا۔ (۶)

یہی وجہ ہے کہ اس دور کی تاریخیں گم شدہ ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر تاریخی واقعات کے بارے میں بڑا اختلاف تاریخ پایا جاتا ہے۔

اسلامی تقویم کی ضرورت:

اسلامی تقویم کی ضرورت کب، کیسے اور کیوں پیش آئی؟ اس کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

① حاکم نے ”کلیل“ میں ابن شہاب زہری سے روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: ﴿ولما قدم النبی ﷺ المدينة امر بالنارین فکعب فی ربيع الاول﴾ (۷) جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو

میں خالق کائنات نے ایسے اسباب مہیا کر دیے تھے جو اس کام کے لیے ضروری اور مناسب تھے۔ مدینہ منورہ میں جو لوگ ابتداء میں مسلمان ہوئے وہ ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کے پاس اس ریاست کی زمام کار پہلے ہی سے موجود تھی اور اس پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا۔ اس لیے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مکمل اعزاز میں یہ موقع ملا کہ وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل دیں جس کی بنیاد خاص اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور جو مذہب کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہو۔ وہ معاشرہ اس عالم گیر دعوت کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان ہجرت شدہ 13 سال سے پانچ فیئین اسلام اور دشنام دین کی مختلف لہجہت اور مختلف النوع سازشیں، مصیبتیں اور شقتیں برداشت کرتے چلے آ رہے تھے۔ یہ تھا تقویم اسلامی کی ہجرت مدینہ سے آغاز کا تاریخی پس منظر اگر دیکھا جائے تو اسلامی تقویم کے آغاز کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور مناسب واقعہ یا موقع ہو ہی نہیں سکتا۔

تقویہ اسلامی کے معاملے کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کافی غور و خوض اور دیگر صحابہ کرام عظیمہ الرضوان سے طویل مشورے کے بعد کیا تھا، مقیم بائشان معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ کار ہوتا تھا۔ تقویہ و راہصل کی قوم کی شناخت اور تعارف کا مکمل ہوتا ہے۔ ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں: ”قومی زندگی کے مقدمات میں سے ایک نہایت اہم چیز اور اتارنا ہے جو قوم اپنا سونپا نہیں رکھتی و گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی، قوم کا سن اس کی پیدا کنش اور نظریہ کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا نغونان ثبت کرتا ہے۔ تقویہ زندگی کے نظریہ و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریوں مثب سکتی ہے لیکن یہ نہیں مکتی، کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ (۱)

عربوں میں تقویم کا رواج:

عربوں میں چوں کہ لکھنے پڑھنے کا زیادہ رواج نہ تھا اس لیے تقویم اور ماہ و سال کے حساب کا بھی کوئی خاص طریقہ مقرر نہ تھا۔ نہ ان کا کوئی خاص سن تھا۔ اس لیے اس کے کوئی بات بیان کرنی ہوتی تو کسی اہم واقعے سے ماہ و سال کا حساب کر لیا کرتے تھے۔ ابن الجوزی عامر الغضبی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب روئے زمین پر آدم کی اولاد کی تعداد زیادہ ہو گئی اور وہ اطراف و اکناف میں پھیل گئے تو انہوں نے نبی ہود علیہ السلام سے تاریخ شمار کی یہ سلسلہ طوکان، نوح علیہ السلام تک جاری رہا۔ وہاں سے تاریخ غلیل تک حساب کرتے رہے۔ پھر یوسف علیہ



آپ ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا "مورخ الاول سے اس کا آغاز ہوا۔

یہی روایت ابو جعفر بن محاسن نے اپنی کتاب "مناہج الکتاب" میں بھی ذکر کی ہے (۸) اور قسطنطینی نے بھی ابن شہاب زہری ہی سے روایت نقل کی ہے (۹) لیکن حافظ ابن حجر نے اس روایت کو معطل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ (۱۰) اس کے برعکس یہی روایت یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ سے نقل کی ہے "والتاریخ من یوم قدم النبی ﷺ المدینۃ مہاجرا" (۱۱) اسلامی تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور ﷺ ہجرت فرمائے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

ابن عساکر نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ تقویم اسلامی کا آغاز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم اور صحابہ کرام کے مشورہ سے ہوا (۱۲) البتہ آغاز کے لیے ہجرت مدینہ کے اہم واقعے کو بنیاد بنایا گیا۔

۲ ابو بکر بن محسن الزیادی نے "تاریخ الشرو" میں ذکر کیا اور اسے علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی نقل کیا ہے کہ "ان رسول اللہ ﷺ ارج بالہجرۃ حین کتب الکتاب لنصاری لنجوان وامر علیا ان یتکتب فیہ حین کتب عنہ" (۱۳) رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کا جبریت مدینہ سے آغاز کیا جب آپ نے نجران کے نصاریٰ کو خط ارسال کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس خط پر تاریخ لکھنے والے کا حکم دیا۔

۳ امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ "اول من ارج التاریخ یعلیٰ بن امیہ حیث کان بالیمین" (۱۴) سب سے پہلے جبریت تاریخ کا آغاز یعلیٰ بن امیہ نے کیا جب وہ یمن میں تھے۔

۴ اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب وہ یمن کے گورنر تھے اپنے ایک خط میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس جانب مبذول کرانی تھی خط کی عبارت یہ تھی "وانہ قاتلنا منک کتب لیس لہا تاریخ" (۱۵) ہمارے پاس آپ کے خطوط آتے ہیں ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی۔

۵ "رفع لعمر صک محله شعبان" فقال ای شعبان "الماضی" اولدی نحن فیہ" او الاثمی ؟

ضعوا الناس یعرفونہ من التاریخ" (۱۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک چیک لایا گیا اس پر شعبان تحریر تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون سا شعبان؟ جو گزر گیا ہے یا جو جاری ہے یا جو آنے والا ہے؟ لوگوں کی سہولت کے لیے کوئی نظام طے کرو تا کہ وہ تاریخ کا صحیح علم رکھیں۔

روایت امام احمد بن حنبل اور ابو یوسف نے "الاولیٰ" میں امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اور حاکم نے "مستدرک" میں اس روایت کی ہے۔ (۱۷)

۱ اس سلسلے کی ایک روایت ابن فضال نے ابن سیرین سے بے وفراہتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ میں نے ایک چیز دیکھی ہے جسے تاریخ کہا جاتا ہے اس میں یوں لکھتے ہیں "ممن عام کذا وبشہر کذا" (۱۸) سال اول فلان مہینہ۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے اسے پسند فرمایا اور اسلامی تقویم ہجری کا آغاز فرمایا۔ (۱۹) اس روایت کو ابوداؤد و طحاوی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۱۹) اور سخاوی کے ہاں بھی یہ روایت موجود ہے۔ (۲۰)

اہمیت پر ایک نظر:

۱ گم ہونے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان روایات پر جن میں کسی قدر اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے متین اور روایت کے اعتبار سے ایک نظر ڈالتے ہیں تاکہ درست نتائج تک پہنچنا ہمارے لیے آسان ہو سکے۔

۲ پہلی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آغاز تاریخ کا حکم دیا اور صبح الاول سے آغاز ہوا لیکن روایت کو معطل قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہی روایت اس کے برعکس یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ اسلامی تاریخ کا آغاز واقعہ ہجرت سے ہوا "ان الفاظ سے بھی اس روایت کا مفہوم واضح اور متین و تضاد ختم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن حجر اور سخاوی وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مشہور اور محفوظ روایت یہ ہے کہ تاریخ کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہوا۔ (۲۱)

۳ دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ اہل نجران کو انحضرت ﷺ نے جو خط تحریر کیا تھا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تاریخ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ بات بھی غور طلب ہے کیونکہ اہل نجران کے نام آپ ﷺ کے خطوط میں تحریر ہیں ان میں کہیں بھی تاریخ کا ذکر نہیں ہے تمام بغیر تاریخ کے ہیں۔ (۲۲) نیز آپ ﷺ کے چھ خطوط ہمارے دستیاب ہوئے ہیں جن کے کسے متعدد کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ (۲۳) یہ تمام خطوط ۵ ہجری کے بعد لکھے گئے ہیں۔ ان میں بھی کسی میں تاریخ موجود نہیں ہے اس بارے میں تفصیلی بحث مضمون کے آخر میں آئے گی۔

۴ تیسری روایت امام احمد کی ہے اس میں یعلیٰ بن امیہ کے بارے میں ذکر ہے کہ انہوں نے یمن میں تاریخ لکھانی کا آغاز کیا تھا۔ اگرچہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہے مگر اس میں عمرو بن دینار اور یعلیٰ بن امیہ کے مابعد اختلاف ہے۔



۱۴) ۱۵) چوتھی یا پانچویں روایت معناتر ہے۔ ان میں زیادہ فرق نہیں ہے یہ عین ممکن ہے کہ یہ تمام اسباب اس موقع پر جمع ہو گئے ہوں۔ (ذرائع جمع)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتب تاریخ کا آغاز کیا:

اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کے بارے میں تین اقوال مذکور ہیں۔ 16 ہجری 17 ہجری 18 ہجری (۲۳) جبکہ شبلی نعمانی نے "الغاروق" میں 21 ہجری کا قول نقل کیا ہے۔ (۲۵) 16 ہجری اشعری اور ابن سیرین سے 17 ہجری کا قول نقل کیا گیا ہے۔ (۲۶) محمد بن اسحاق نے زہری اور شعبی سے بھی 17 ہجری کا قول نقل کیا ہے۔ (۲۷) ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ بار خلافت سنبالنے کے وصال پر اس کے بعد محرم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ کیا۔ (۲۸) اس اعتبار سے بھی 16 ہجری ہی بنتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز 13 ہجری بھادی الثانی میں ہوا تھا۔ (۲۹)

یعقوبی نے بھی 16 ہجری کا قول اختیار کیا ہے، وہ 16 ہجری کے واقعات میں لکھتا ہے: اسی زمانے (16 ہجری) میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لیے ایک تاریخ قرار دے دی جائے پہلے انہیں خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے شروع کریں، پھر خیال آیا کہ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے ابتداء کی جائے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہجرت سے آغاز کیا جائے، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ہجرت نبوی ﷺ سے اسلامی تقویم کے آغاز کا فیصلہ فرمادیا۔ (۳۰)

ابن سعد کا بیان ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ربیع الاول 16 ہجری سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا، چنانچہ تاریخ لکھنے کے سلسلے کا آغاز انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے واقعے سے کیا۔ (۳۱)

ان تمام روایات کے تتبع سے بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں 16 ہجری میں اسلامی ہجری تقویم کا آغاز ہوا۔ (ذرائع جمع)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے حسب عادت صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کر کے اس میں ان کا مشورہ چاہا، مختلف باتیں سامنے آئیں جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔ مشورے میں ہر ہرمزان کو بھی طلب کیا گیا، وہ ایرانی شہنشاہ کی جانب سے خوزستان کے گورنر تھے اور سلمان ہونے کے بعد مدینہ

میں مقیم تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بھی اہم معاملات میں مشورے کرتے تھے۔ ہرمزان نے بتایا کہ یہاں ایک حساب موجود ہے جسے ماہ روز کہتے ہیں۔ اسی کو عربی میں مہورہ جالیا گیا اور تاریخ کو اس کا مصدر لیا گیا۔ بعض دوسرے حضرات کے خیال میں جن میں ابن ابی نکتہ کی ایک بڑی جماعت شامل ہے یہ لفظ عربی ہے اور "الارخ" سے مشتق ہے جو نسل گانے کے زمرے کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع آراخ اور اراخ آتی ہے ابو اسحاق علی کے بقول الارخ وقت کو کہتے ہیں اور الارخ تاریخ کو۔ (۳۲)

انقرض فیصلہ ہوا کہ ہجرت مدینہ سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا جائے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کس ارادے سے ہجرت کے آغاز تقویم کا فیصلہ ہوا؟ امام محمد بن یوسف الصائمی الطائمی لکھتے ہیں کہ جن امکاناتی صورتوں کا عمل ہوا اور جن سے آغاز تقویم ہو سکتی تھی وہ چار تھیں۔

۱) آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے ۲) بعثت مبارکہ سے ۳) ہجرت مبارکہ سے ۴) ہرمفرما جانے سے۔

اس بارے میں ولادت اور بعثت کے وقت کے بارے میں اس قدر اختلاف تھا کہ ان کا سال متعین نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے اصل چھوڑ دیا گیا، وفات سے اس لیے آغاز تقویم نہیں کیا گیا کیونکہ وہ اقتدر بخ و الم اور انفس و وحدے کا باعث تھا صرف ہجرت مدینہ باقی رہ گئی چنانچہ اس سے آغاز ذکر کیا گیا۔ (۳۳)

عالم نے سعید بن المسیب سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ تاریخ کا آغاز کس واقعے سے کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرمفرما مہورہ النبی ﷺ و قوک ارض الشوک، اس روز سے آغاز کریں جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور سرزمین شریک (مکہ مکرمہ) کو چھوڑا تھا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز قبول کر لی۔ (۳۴) ابن عساکر نے بھی سعید بن المسیب سے اسی نقل کیا ہے۔ (۳۵)

مقریزی نے بھی حضرت سعید بن المسیب سے یہی ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کس روز سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا جائے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس روز سے جس روز رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور مکہ کو چھوڑا تھا، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ (۳۶)

یعقوبی کے بیان سے بھی یہی بات ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش فرمودہ تجویز جب کہ لاہم نے



۱) طبری ج ۲: ص ۳۸۸

۲) الترتیب الاداریہ ج ۱: ص ۱۸۱

۳) فتح الباری ج ۳: ص ۱۳۳۲/۱۳۳۳ بالقراداء اسمیل بن کیرم ج ۱: البدایہ والنہایہ ج ۳: ص ۲۱۷۔ پر روایت  
۴) ایثار کے باوجود رستم کو سند احمد میں نہیں مل سکی، مگر حاکم نے مستدرک میں اس کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ ابو عبد

۵) ابن عبد الحاکم ج ۱: المستدرک ج ۳: ص ۹۷۹: رقم ۵۷۹۰/۱۳۸۸

۶) الترمذی رحمہ اللہ ج ۱: الوفاق السیاسیہ ج ۵: ص ۵۲۱: رقم ۳۶۸

۷) ابن حجر ج ۳: ص ۱۳۳۳/۳۳۳۳ ج ۱: مسیل الہدی والرشاد ج ۳: ص ۳۸/۳۸/۱۷۱

۸) اعلان کے ایضاً ابوالیقظان نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ دیکھیے الاعلان بحولہ بالا

۹) ابن حجر ج ۳: ص ۱۳۳۲/۱۳۳۲ ج ۱: مسیل الہدی والرشاد ج ۳: ص ۱۷۱

۱۰) البدایہ ج ۳: ص ۲۱۷

۱۱) الاعلان ج ۳: ص ۱۷۱

۱۲) فتح الباری ج ۳: ص ۱۳۳۱/۳۳۱۱ ج ۱: طبری ج ۲: ص ۳۸۸/۳۸۸/۱۶۸

۱۳) ان خطوط کے لیے ملاحظہ کیجیے الترمذی رحمہ اللہ ج ۱: الوفاق السیاسیہ ج ۵: ص ۵۲۱/۱۸۰

۱۴) ان خطوط کے لیے ملاحظہ کیجیے سید فضل الرحمن ج ۱: خطوط بادی اعظم ج ۱: ص ۱۷۱

۱۵) البدایہ والنہایہ ج ۳: ص ۲۱۶

۱۶) ابن عساکر ج ۱: الفاروق ج ۳: ص ۳۶۰

۱۷) ذرقانی ج ۱: ص ۳۵۲

۱۸) ابن کثیر ج ۳: ص ۲۱۶

۱۹) شامی ج ۳: ص ۳۸

۲۰) البدایہ والنہایہ ج ۳: ص ۸۱

۲۱) ابن عساکر ج ۱: یعقوب ج ۳: ص ۱۳۵

۲۲) ابن سعد ج ۱: الطبقات الکبریٰ ج ۳: ص ۲۱۳

شمسی کے طریق سے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ یہ تجویز خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی اور  
کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ ہجرت مدینہ حق و باطل کے مابین فرق کرنے کا سبب بنی ہے اس لیے اسی کو تقویم اسلام  
کے آغاز کی بنیاد بنایا جائے۔ (۳۷)

ایک خیال کے مطابق یہ تجویز ہرمزان کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ (۳۸) لیکن عام طور پر حضرت عمر رضی  
عزہ کا نام ہی آتا ہے ان میں بھی زیادہ تر روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے بارے میں ہیں اس لیے اس میں  
کی نسبت ان ہی کی جانب درست معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اس تجویز کو اس لیے منسوب  
دیا گیا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجویز کی تائید کی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ان ہی کے حکم سے ہوا۔  
جاری ہے

### حوالہ جات

۱) ابوالکلام آزاد ج ۱: رسول رحمت ج ۱: ترتیب غلام رسول مہر شغلام علی ایڈیٹر سنہ ۲۰۳

۲) شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السکاوی ج ۱: الاعلان بالتوہیح ج ۱: اردو ترجمہ ڈاکٹر سید محمد یوسف ج ۱: ص ۱۷۵

۳) ایضاً

۴) ایضاً ج ۲: ص ۱۷۶

۵) شاہ مصباح الدین کبیل ج ۱: مسیوت احمد مجتبیٰ ج ۱: پاکستان انسٹیٹوٹ آف کراچی ۱۹۹۶ء ج ۲: ص ۵۱

۶) الاعلان ج ۳: ص ۱۷۳

۷) ابو جعفر محمد بن جریر طبری ج ۱: تاریخ الرسل والملوک ج ۲: ص ۳۸۸/۳۸۸/۱۷۱ الحیجر العسقلانی ج ۱

الباری ج ۳: ص ۲۱۶/۲۱۶/۱۳۳۱ محمد بن عبد الباقی الزرقانی ج ۱: شرح المواہب اللدنیہ ج ۱: ص ۱۳۵۲ محمد بن

یوسف الصائغی الشافعی ج ۱: مسیل الہدی والرشاد ج ۳: ص ۳۶

۸) شمس عبدالحی الکسانی ج ۱: نظام الحکومت النبویہ المسمی الترتیب الاداریہ ج ۱: ص ۱۸۰

۹) قلندر ج ۱: صبح الاعشی ج ۲: ص ۲۳۰

۱۰) ابن حجر ج ۳: ص ۲۱۶/۲۱۶/۱۳۳۱

۱۱) مسیل الہدی والرشاد ج ۳: ص ۳۶



# بزم اطفال

سوال: تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیا ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عزت و عظمت اور تحريم و تقدس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور اس کی شان اقدس میں معاذ اللہ ادنیٰ سے ادنیٰ ملکی بات کہنا یا لکھنا تو بہت دُور اس کا تصور بھی نہ کیا جائے۔

سوال: کیا تحفظ ناموس رسالت سے صرف رسول اللہ ﷺ کی ناموس کا تحفظ مراد ہے؟

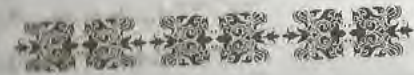
جواب: اس سے صرف رسول اللہ ﷺ ہی نہیں بلکہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ تک تمام رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس مراد ہے۔ لیکن عام طور پر نبی کریم ﷺ کا ذکر کر کے تمام رسل و رسل عظام بشمول حضرت سیدنا عیسیٰ و حضرت سیدنا موسیٰ علیہم السلام مراد لیے جاتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں یہ واضح طور پر شامل ہے کہ کسی بھی ایک نبی کی توہین یا گستاخی کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

سوال: توہین رسالت کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

جواب: اسلام میں جمہور علماء کے نزدیک گستاخ رسول کی شرعی سزا "موت" ہے۔

سوال: کیا آئین پاکستان میں بھی اس متعلق کوئی قانون ہے؟

جواب: جی ہاں! آئین پاکستان میں دفعہ 295 کی تین یا سی (C) کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کو "موت" ہے۔



## خوشخبری

جنوری 2010ء سے

اللہ اکبر انبوت پاکستان کے نجات دہ

# العاقب

کی نئی ممبر شپ کا آغاز ہو گیا ہے

ممبر شپ حاصل کرنے کے لیے زر سالانہ 300 روپے

ایڈریس اور موبائل نمبر جمع کرنا

جامع مسجد رحمتہ للعالمین  
مدینہ کالونی، ملتان روڈ لاہور

0321-4370406/0346-4447022



وَاللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ

# العاقب



544 صفحات پر مشتمل منفرد تاریخی اور یادگار

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ اور الثبوت الہندیہ کے عظیم مصنف  
ناجیہ روزگار انام المتکلمین قائد تحریک قائد تحریک آزادی

فضل حق خیر آبادی  
علامہ حضرت

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر ۱

پاکستان میں اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرنے کے بعد

جلد بھارت میں بھی شائع ہو رہا ہے